سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مقالات صوبائی سیرت کانفرنس

۱۴۱۸ھ ۔ ۱۹۹۷ء

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

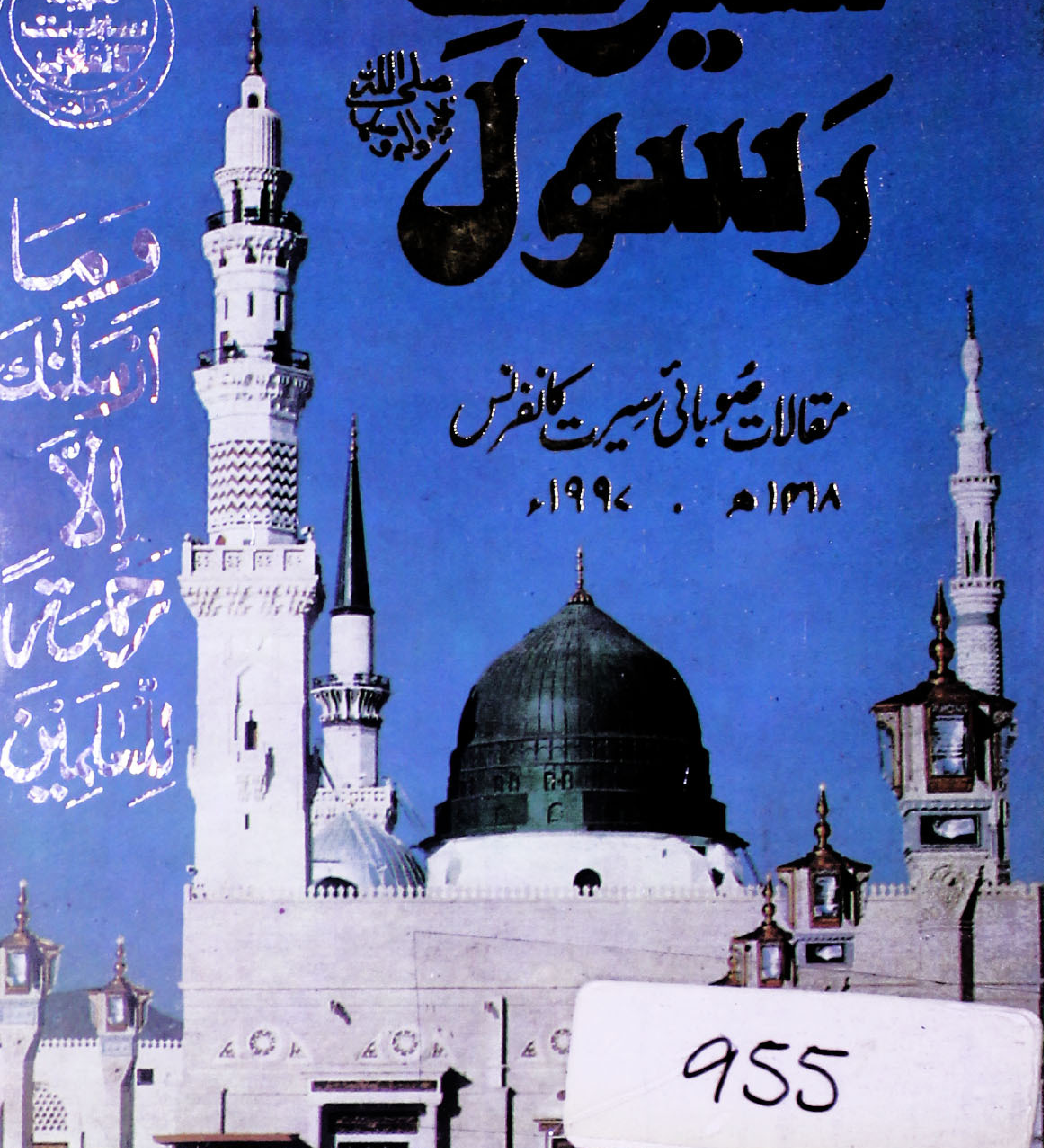

955

پنجاب اوقاف اکیڈیمی

محکمہ اوقاف حکومتِ پنجاب لاہور

جملہ حقوق بحق محکمہ اوقاف محفوظ ہیں

اعزازی تقسیم کے لئے

58686

مقالات

عنوان: اصلاح معاشرہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

صوبائی سیرت کانفرنس زیر اہتمام محکمہ اوقاف پنجاب
منعقدہ ربیع الثانی 1418ھ بمطابق 10 اگست 1997ء میں پڑھے گئے۔

ناشر:۔ شعبہ تحقیق و مطبوعات
پنجاب اوقاف اکیڈمی، محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، لاہور

Marfat.com

فہرست

حرف اول	سید آل احمد سیکرٹری و چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف
1_ سیرت کا پیغام نسل نو کے نام	ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی
2_ اسوہ حسنہ اور تواضع و انکساری	مولانا محمد اجمل خان مہتمم جامعہ رحمانیہ لاہور
3_ اسوہ حسنہ اور خدمت خلق	مولانا عبدالحکیم شرف شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور
4_ پیغمبر اسلامؐ کا نظام معیشت	پروفیسر محمد اسحاق قریشی گورنمنٹ کالج فیصل آباد
5_ میزبانی اور رسول اکرمؐ	مولانا محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ لاہور
6_ آنحضورؐ کا پیغام امن و سلامتی	ڈاکٹر محمود الحسن عارف مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور
7_ صاحب خلق عظیمؐ	ڈاکٹر محمد افضل ربانی ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف
8_ نبی اکرمؐ اپنے گھر میں	مولانا علی اصغر عباسی صوبائی خطیب اوقاف
9_ استحکام پاکستان سیرت النبیؐ کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالروف ظفر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
10_ سرور دو عالمؐ کی شگفتہ مزاجی	پروفیسر سید محمد طاہر قادری سابق پرنسپل کالج آف ایجوکیشن ملتان

Marfat.com

11_ حضور اکرمؐ بحیثیت سربراہ خاندان	ڈاکٹر عبدالرشید رحمت اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
12_ سرور کونینؐ اور سماجی انصاف	ڈاکٹر نورالدین جامی زکریا یونیورسٹی ملتان
13_ خواتین کے حقوق سیرت رسولؐ کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد گجر خان غزل کاشمیری اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
14_ سیرت رسول اکرمؐ اور اصلاح معاشرہ	ڈاکٹر محمد شریف سیالوی زکریا یونیورسٹی ملتان
15_ اوصاف حمیدہ فخر دو عالم نور مجسمؐ	پروفیسر غلام سرور رانا گورنمنٹ کالج لاہور
16_ رسول اکرمؐ اور ہمارا طرز معاشرت	ڈاکٹر سعیدالرحمن زکریا یونیورسٹی ملتان ۔
17_ اصلاح انسانیت و اسوہ حسنہ	ڈاکٹر حاجی ولی محمد خواجہ غلام فرید کالج رحیم یار خاں
18_ رسول اللہؐ کی حکمت اصلاح معاشرہ	پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ سیالکوٹ
19_ اخوت و بھائی چارہ سیرت رسولؐ کی روشنی میں	ضیاء الرحمن علوی جنرل سیکرٹری اوقاف یونین
20_ نبی کریمؐ اور اصلاح معاشرہ	قاضی محمد زمان خان عباسی انجمن تحفظ حقوق علماء کرام

Marfat.com

955

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے' ہر قوم اور ہر ملک میں اپنے رسول اور پیغامبر بھیجے تاکہ وہ اپنی قوموں کو خیر کی باتیں بتائیں اور اپنی زندگی نمونے کے طور پر ان کے سامنے پیش کریں۔ سب سے آخر میں سارے عالم کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین کی تکمیل کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ احکام و افعال کا دائمی اور ابدی نمونہ ہے۔ حیات انسانی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے پاکیزہ خدوخال سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں نہ ملیں۔ عقائد' عبادات' معاملات' اخلاق' آداب' معاشرت' معیشت' سیاست غرض یہ کہ کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کا حسن و جمال محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں نظر نہ آتا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سیرت میں حضرت آدم علیہ السلام کا خلق' حضرت شیث علیہ السلام کی معرفت' حضرت نوح علیہ السلام کا جوش تبلیغ' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ولولہ توحید' حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا' حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت' حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ایثار' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سعی و کوشش' حضرت ہارون علیہ السلام کی رفاقت حق' حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعیم' حضرت داود علیہ السلام کی مناجات' حضرت سلیمان علیہ السلام کا نظم و نسق' حضرت زکریا علیہ السلام کی عبادت' حضرت الیاس علیہ السلام کا وقار' حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عفت' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد' حضرت یونس علیہ السلام کی انابت' حضرت لوط علیہ السلام کی جان فشانی اور حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر اور ان سب کی زندگیاں اور

Marfat.com

سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں:

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

محکمہ اوقاف پنجاب کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ ہر سال صوبائی سطح پر لاہور میں سیرت کانفرنس کا اہتمام کرتا ہے۔ جس میں ملک کے نامور علماء کرام' مشائخ عظام اور دانشور حضرات اپنے علمی و تحقیقی مقالات کی صورت میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ رواں سال 1997ء / 1418ھ میں منعقد ہونے والی سیرتﷺ کانفرنس کا مرکزی موضوع ہے: "اصلاح معاشرہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں"۔ زیر نظر مجموعہ اسی نوعیت کے مقالات سیرت کا حسین گلدستہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے مطابق زندگی ڈھالنے کی توفیق بخشے اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے اور پکے امتی بنائے۔ آمین!

ہم ان علماء کرام' مشائخ عظام اور دانشور حضرات کے تہہ دل سے شکرگزار اور ممنون ہیں جنہوں نے سیرت کانفرنس میں شرکت فرما کر ہر خاص و عام کو مستفید فرمایا۔

سید آل احمد

سیکرٹری/چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب' لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت کا پیغام نسل نو کے نام

پروفیسر ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

چودہ سو سال سے عالم انسانیت نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کرتا چلا آ رہا ہے۔ مگر پھر بھی ان کے شایان شان ہدیہ عقیدت پیش نہ کرسکنے کا اعتراف کرتا ہے۔ صدیوں سے شعراء، مصنفین، مقررین، محققین آپ پر گلہائے عقیدت نچھاور کر رہے ہیں۔

تاریخی طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے مدح کرنے والے آپ کے عم محترم ابوطالب تھے۔ آپ نے ساٹھ اشعار پر مشتمل ایک فصیح و بلیغ قصیدے میں آپ کی تعریف فرمائی۔ اس قصیدہ کے بارے میں ناقدین فن کی رائے یہ ہے کہ یہ المعلقات سے بھی زیادہ فصیح ہے۔ اس قصیدے کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمہ للارامل

حضرت حسان بن ثابت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان کی شاعری کا مرکز و محور آپ کی ذات بابرکات تھی۔ انہوں نے آپ کے بارے میں جو کچھ کہا اس میں سے یہ شعر اپنی خوبصورتی، بانکپن اور ندرت خیال کی بنا پر اپنی مثال آپ ہے۔

واحسن منک لم تر قط عینی
واجمل منک لم تلد النساء

Marfat.com

خلقت مبرء ا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

حضرت حسان نے **کانک قد خلقت کما تشاء** کہہ کر آپ کی کماحقہ تعریف نہ کرسکنے کا اعتراف کرلیا۔

کعب بن زہیر اور بو صیری ایسے عظیم شاعروں نے بھی اپنے اپنے مدحیہ قصائد میں آپ کی تعریف نہ کرسکنے کا اعتراف کیا ہے۔ بو صیری اپنے مشہور و معروف قصیدہ بردہ میں اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے:

فان فضل رسول اللّٰہ لیس لہ
حد فیعرب عنہ ناطق بفم

شیخ سعدی نے بھی اس بارے میں اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے اس مصرعے پر بات ختم کردی۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مرزا غالب نے تو اپنی عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

شاعر مشرق علامہ اقبال نے جو بجا طور پر شاعر اسلام اور شاعر انسانیت بھی ہیں حضور کی مدح میں بہت سے شعر کہے۔ مگر ان کا یہ بڑا سادہ سا شعر انتہائی خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام محمدی کی نشاندہی کرتا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

فارسی میں علامہ کا یہ شعر بھی بڑا جامع اور حسین ہے:

مصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

Marfat.com

گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

غرض کہ چودہ صدیاں اس بات کی گواہ ہیں کہ ہر دور کے اہل علم و دانش اور عوام نے اپنے اپنے رنگ میں آپ کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر دی ہیں۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ محبت و عقیدت کے اظہار کا ایک پہلو ہے۔

میرے خیال میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سب سے بہترین اور اکمل شکل یہ ہے کہ ہم اپنے انفرادی اور اجتماعی نظام حیات میں آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نمونے کو اپنائیں اور ان کی اتباع کریں۔ کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے ' **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ** ہم خواہ رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کے لحاظ سے کتنے ہی مختلف ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمیں ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے اور ہم سب کے ہادی و راہنما خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ جن کی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ نے تمام اہل ایمان کو امت مسلمہ کے نام سے ایک قوم بنا دیا اور تمام ذہنی تعصبات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق عربی کو عجمی پر' عربی کو عجمی پر' سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہاں مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ یہ جملہ تعلیمات آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے خطبے میں کہیں۔ یہ خطبہ بنیادی انسانی حقوق کا سب سے پہلا منشور ہے اور دور حاضر کے United Nations Charter سے بھی اپنی جامعیت و بلاغت کے اعتبار سے فائق ہے۔ عالم انسانیت کو اس خطبے کے ذریعے جو حقوق آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چودہ سو برس قبل عطا فرمائے یونائیٹڈ نیشنز کا منشور آج بھی عطا نہیں کرتا۔

Marfat.com

ان مختصر مگر جامع اور بلیغ تعلیمات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے اور رنگ و نسل اور علاقہ اور زبان کی مصنوعی بنیادوں کو توڑ کر اسلام کی بنیاد پر ایک عالم گیر اور متحدہ اسلامی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کی طرف واضح اور دو ٹوک راہنمائی فرمائی۔ آپ کے ارشادات اور سیرت کو دیکھا جائے تو قیامت تک کے لئے زندگی کے ہر ہر گوشے اور ہر ہر پہلو میں راہنمائی میسر ہے اور اہم بات یہ ہے کہ آپ نے عملاً" وہ معاشرہ قائم کرکے دکھایا جو چودہ سو سال سے تاریخ عالم میں ایک مثالی اور لاثانی معاشرہ کی حیثیت سے منفرد و ممتاز ہے۔

جملہ ہادیان مذاہب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایسے قدسی ذات گزرے ہیں جنہوں نے ان تمام اصولوں پر خود عمل کرکے دکھا دیا جو آپ نے دوسرے کو تلقین فرمائے تھے۔ قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم نہیں ملتا جس کی تفسیر عملی طور پر آپ نے نہ بتا دی ہو۔ دیگر مذاہب میں ہمیں خوش آئند نصائح بکثرت ملتی ہیں اور فلسفہ اخلاق سے متعلق ناقابل عمل نظریے بھی اکثر بزرگوں نے بیان کئے ہیں لیکن کسی فرد واحد نے ان پر عمل کرکے نہیں دکھایا۔ آپ اس کلیہ میں ایک استثناء ہیں۔ آپ نے جو تعلیم لوگوں کو دی اس پر پہلے خود عمل فرمایا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے ان کی زندگی کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف جامعیت و احتیاط سے محفوظ کرلیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال وضع قطع، شکل و شباہت، رفتار و گفتار، مذاق، طبعیت، انداز گفتگو غرض کہ زندگی کی معمولی سے معمولی جزئیات تک کو محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ احسنہ کی نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام عالم انسانیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضرورت ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو چیز خاص طور پر دوسرے ہادیان مذاہب سے ممتاز کرتی ہے وہ آپ کا تدریس و تعلم اور حکمت و معرفت کے ساتھ خصوصی لگاؤ

Marfat.com

اور تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ساری دنیا پر جہالت کی اندھیری رات اس طرح چھائی تھی کہ کہیں بھی کوئی ٹمٹماتی ہوئی روشنی بھی نظر نہیں آتی تھی۔ دنیا پر اس سے پہلے کبھی ایسا وقت نہیں آیا تھا کہ ایک ہی وقت ہر جگہ تہذیب، تمدن، اخلاق، علم، حکمت اور معرفت الٰہی سب کے سب برباد ہوگئے ہوں اور تمام رُبع مسکوں ارضی تیرہ و تار ہوگیا ہو۔

ان تاریکیوں کو رفع کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مہر تاباں بن کر فضائے مشرق و مغرب پر ضیاء بار ہوئے۔ آپ ایک رفیع المرتبت اور عظیم الشان کتاب لے کر آئے جس نے دنیا میں وہ عظیم انقلاب پیدا کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ کتاب صرف مذہبی احکام و فرامین کا مجموعہ نہیں بلکہ اس نے روحانی اور اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ لوگوں کو علوم و معارف سے بھی آشنا کرایا۔ قرآن مجید نے بغیر سوچے سمجھے آنکھیں بند کرکے ایمان لانے کی دعوت نہیں دی بلکہ عقل کو استعمال کرکے اس کے ذریعے ہستی باری تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن کی دعوت کا لب لباب یہ ہے کہ اگر لوگ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں گے رموز فطرت سمجھنے کی کوشش کریں گے زمین و آسمان کے اسرار و رموز پر غور و خوض کریں گے اور اجرام سماوی کے عقدے حل کرنے کی سعی کریں گے تو ان کی فطرت سلیمہ خودبخود ان کی رہنمائی ہستی باری تعالیٰ کی طرف کر دے گی۔ جو ان جملہ اشیاء کا خالق و مالک اور منظم و مدبر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے دینی و دنیاوی علوم میں کوئی تفریق نہیں کی بلکہ ان تمام علوم کو جن کے ذریعے انسان رموز کائنات کو سمجھ سکے اور اسرار عالم سے واقف ہو کر ہستی باری تعالیٰ تک پہنچ سکے سیکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے بار بار لوگوں کو علم حاصل کرنے پر ابھارا ہے۔ لفظ علم یا اس کے مشتقات کا تذکرہ قرآن مجید میں 765 مرتبہ ہوا ہے اور تقریباً" 750 ایسی آیات وارد ہوئی ہیں جن میں مختلف کائناتی علوم کا ذکر ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی کلمہ علم سے زیادہ نہیں دہرایا گیا یہ قرآن مجید کی نظروں میں علم کی عظمت و جلالت کی سب سے بڑی دلیل ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس میں پڑھنے اور لکھنے اور اسی طرح علم حاصل کرنے پر رغبت دلائی گئی تھی۔

قرآن مجید میں ایسی آیات بڑی کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں مختلف کائناتی علوم کو سیکھنے، رموز کائنات معلوم کرنے، اشیائے عجیبہ اور مخلوقات طریفہ پر غور و فکر کرنے پر رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار
لایات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا
وعلی جنوبھم و یتفکرون فی خلق السموت والارض'
ربنا ما خلقت ھذا باطلا' سبحانک فقنا عذاب النار

یہ اور اس طرح کی دیگر آیات تمام علوم پر غور و فکر کرنے کا حکم دیتی ہیں اور علم فلک، نیچرل سائنسز، پہاڑوں، دریاؤں، نباتات، آسمان، ابر، پانی، ہوا اور روح کے متعلق اعلیٰ معلومات حاصل کرنے اور ان چیزوں میں قدرت کے جو راز پوشیدہ ہیں ان کو معلوم کرنے کی ہدایات ان سے مفہوم ہوتی ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قرآن مجید کے سب سے پہلے مخاطب تھے ان احکام کی تعمیل میں لوگوں کو دین کے ساتھ علم سیکھنے پر بھی آمادہ کیا آپ نے اپنے اسوہ حسنہ اور ارشادات عالیہ کے ذریعے آنے والی نسلوں کے بارے میں ایک دستور مرتب کر دیا اور واضح الفاظ میں بیان کر دیا کہ اسلام کی دعوت چند خاص علوم تک محدود نہیں بلکہ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ علوم میں کمال حاصل کرے۔ آپ مسلمانوں میں علم کی ترویج و اشاعت کے اس حد تک متمنی تھے کہ غزوہ بدر میں قریش کے جو قیدی ہاتھ لگے ان میں سے جو فدیہ ادا نہیں کرسکتے تھ لیکن لکھ پڑھ سکتے تھے ان کو اس شرط پر رہا کرنا منظور فرما لیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو

Marfat.com

پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔

آپ صحابہ کو اجنبی زبانیں سیکھنے پر رغبت دلایا کرتے تھے اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ میں مرقوم ہے کہ آپ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سریانی اور لاطینی زبانیں سیکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے صرف 17 دنوں میں سریانی سیکھ لی۔

آپ نے تحصیل علم کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ اتنا کثیر ہے کہ اس کا استیعاب نہیں کیا جاسکتا صرف چند اقوال ملاحظہ فرمایئے۔

1_ **طلب العلم فریضه علی کل مسلم و مسلمه**

2_ **اطلبوا العلم ولو کان بالصین**

3_ **العلم حیاة الاسلام و عمادالدین**

4_ **افضل العباده طلب العلم**

5_ **من سلک طریقا یطلب فیه علما سلک اللّٰه به طریقا الی الجنه**

6_ ایک مرتبہ آپ نے علم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

الانیس فی الوحشه' والصاحب فی الغربه' والمحدث فی الخلوة' والدلیل علی السراء والضراء' والسلاح علی الاعداء' به یعرف الحلال من الحرام' هوا امام العمل والعمل تابعه

تعلموا العلم فانه تعلمه خشیه' وطلبه عبادة ومذاکرته تسبیح والبحث عنه جهاد و تعلیمه لمن لا یعلمه صدقه و بذله لاهله قربه

قرآن مجید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحصیل علم کے بارے میں ان واضح ارشادات کی تعمیل میں مسلمانوں نے علوم و فنون کی تحصیل کو اپنا شعار بنا لیا۔ وہ جزیرہ نما عرب سے نکل کر جہاں بھی گئے تحصیل و تکمیل علم کے اس جذبے کو ساتھ

Marfat.com

لے کر گئے۔ مسلمانوں نے مفتوح اقوام کے علوم' علمی مراکز اور علماء کی حفاظت کی بلکہ خود اپنے مفتوحین کی شاگردی اختیار کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی پیروی میں انجام پا رہا تھا۔ تفصیلات میں جانے کا وقت نہیں مختصر یہ کہ مسلمانوں نے اپنے دور کے تمام علوم کو سیکھا۔ ابتدا میں ان کی حیثیت محض شاگردوں کی تھی انہوں نے دوسری زبانوں سے کتابیں عربی میں ترجمہ کیں اور اس کام کے لئے بڑے بڑے ادارے قائم کئے۔ جہاں سینکڑوں جید سکالرز اس کام میں مصروف رہتے۔ آپ نے مامون کے بیت الحکمت کا نام تو سنا ہی ہوگا ترجمہ کے بعد انہوں نے ان علوم میں کمال حاصل کیا اور اس کے بعد پھر ان کی ذاتی ریسرچ کا دور شروع ہوا اور تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ وہ علوم میں اپنے استادوں پر بازی لے گئے۔ علم کی تاریخ میں کندی' فارابی' رازی' غزالی' جابر بن حیان' ابن الہیثم' ابن سینا' زاہراوی اور البیرونی ایسے سینکڑوں فاضلان روزگار کا نام سنہری حروف میں ثبت رہے گا۔ جب مسلمان طب' طبیعیات' کیمیا' ریاضیات' فلسفہ اور دوسرے علوم کا مطالعہ کر رہے تھے یورپ جہالت کی تاریکیوں میں غرق تھا۔ مسلمانوں نے مشعل علم ہاتھ میں لے کر ظلمت کدہ یورپ کو منور کر دیا۔ مسلمانوں کی کتابیں عرصہ دراز تک یورپ میں درسی کتابوں کے طور پر پڑھائی جاتی رہیں اور ان کو یورپ کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جاتا رہا۔ دور حاضر میں یورپ نے جو عظیم الشان علمی ترقی کی ہے اس کی بنیاد اس علمی میراث پر ہے جو مسلمانوں نے اپنے دور عروج کے خاتمے پر یورپ کے سپرد کر دی تھیں۔

یہ انتہائی افسوس ناک ہے کہ مسلمانوں نے یورپ کو تو جہالت کی نیند سے بیدار کر دیا لیکن خود گہری نیند کے مزے لینے لگے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کا پیغام یہ ہے کہ اس نیند سے جاگیں اور علوم کی دوڑ میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ وہ اس وقت تک دنیا میں سربلند نہیں ہوسکتے جب تک وہ دوبارہ علوم میں دنیا کی قیادت نہیں سنبھال لیتے۔ اگر وہ علوم میں آگے نکلنے کی

Marfat.com

کوشش کریں گے تو قرآن مجید اور رسولؐ کے واضح احکام کی تعمیل کریں گے اور ان کو دنیاوی فوائد کے ساتھ ساتھ اخروی برکتیں بھی حاصل ہوں گی۔ یعنی دنیا میں عزت و وقار اور آخرت میں سرخروئی اور نجات۔

قرآن مجید اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اسوہ کا علم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے قرآن مجید میں مختلف علوم کے بارے میں بنیادی حقائق مذکور ہیں۔ دور حاضر کے محققین نے انہیں جدید سائنسی معیار پر پرکھا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھیں Morriss Bueaille کی کتاب

THE BIBLE, THE QURAN AND SCIENCE.

تاریخ عالم میں آپ کی شخصیت کے علاوہ کوئی اور ایسی شخصیت دکھائی نہیں دیتی جو مجموعہ حسنات ہو۔ آپ کی سادگی، تحمل، فیاضی، کفائت شعاری، انسانیت، اعلیٰ حوصلگی، استقلال، حلم، عجز، شفقت، رافت، جرات، علوہمت، انصاف پسندی وغیرہ کو مفصل طور پر بیان کرنے کے لئے ضخیم مجلدات درکار ہیں۔

میں آخر میں صرف اتنی بات کہنی چاہتا ہوں کہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر امت مسلمہ کی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم جزوی اختلافات کو چھوڑ کر قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا مرکز و محور بنائیں۔ عربی زبان کو جہاں تک ممکن ہو سیکھنے کی کوشش کریں۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر پھیلانے کی خاطر پوری کوشش کریں۔ ہر دائرہ حیات میں حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ قرآن و سنت کو نافذ کرنے کے لئے علمی اور عملی سطح پر پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ سرگرم عمل ہوں اور بالخصوص مجھے نوجوانوں سے یہ کہنا ہے کہ دینی تعلیم کے حصول اور اپنی پیشہ ورانہ تعلیم پر پوری پوری توجہ دیں کیونکہ یہی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا پیغام ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوہ حسنہ اور تواضع و انکساری

مولانا محمد اجمل خان

حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے کسی گوشے پر کلام کرنا اور اس کا حق ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

آج کی سیرت کانفرنس میں علمائے کرام' مشائخ عظام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر علمی' تحقیقی مقالات پیش فرما رہے ہیں۔ اس ضمن میں میرے مقالہ کا عنوان "اسوہ حسنہ اور تواضع و انکساری" ہے۔ مجوزہ موضوع کی وسعت و اہمیت اور بے بہا وقعت کی بناء پر یہ موضوع نہایت تفصیل کا متقاضی ہے۔

اللہ جل شانہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع' فروتنی' عاجزی' انکساری اور رحم و شفقت کے اعلیٰ و ارفع اوصاف سے مزین فرمایا۔

آپ کی بات میں نہ تو غرور تھا اور نہ چال ڈھال میں اکڑپن' نہ رہن سہن میں تکلفات نہ کھانے پینے میں تصنع اور نہ زرق برق لباس اور نہ محلات میں قیام تھا۔

ہر اس آدمی سے محبت جسے خلق خدا سے لگاؤ تھا' ہر اس متکبر و سرکش سے نفرت تھی جو خدا کا باغی اور مخلوق کا دشمن تھا۔

آپ کے انقلابی پیغام نے رشتوں کے معیار بدل دیے۔ دشمنی اور عداوت کے پیمانے بدل گئے۔ آپ نے نسل انسانیت میں ایک نیا ربط و ضبط نئی رشتہ داری اور

Marfat.com

نیا بھائی چارہ پیدا کر دیا۔ جس کی بنیاد مساوات' رواداری' نیکی اور باہمی تعاون پر استوار ہے۔ اسی انقلابی پیغام نے لسانی' علاقائی اور برادری کے بت پاش پاش کر دیے۔ نئے معیار تعظیم و تکریم نے بڑے بڑے قریشیوں اور مکیوں کو پیچھے ہٹا دیا اور حبشہ' فارس اور روم کے باسیوں کو اپنے دامن شفقت میں لے لیا۔ آپؐ کے انقلاب نے اللہ کے آگے اکڑے ہوئے سروں کو جھکا دیا۔ نفرتیں اور کدورتیں پیار و محبت میں بدل دیں۔ آپ نے ایسا معاشرہ قائم کیا۔ جس میں نہ کوئی ظالم تھا اور نہ ظلم۔ اس معاشرے میں ہر شخص اپنی ذات کے لیے کچھ لینے کے بجائے کچھ دینے کی زیادہ تمنا رکھتا تھا۔ آپ نے واضح کیا کہ بندے کی خوبی یا اس کا وصف تواضع و انکساری ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

من تواضع للہ رفعہ

جو شخص اللہ کی رضا کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بلند فرما دیتے ہیں۔

آپؐ نے تکبر اور غرور کی مذمت اس انداز میں بیان فرمائی۔

لا یدخل الجنہ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر

وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تواضع اور انکساری میں سب سے بڑھ کر تھے۔ بہت کم گو تھے مگر آپ کی کم گوئی کبر کی وجہ سے نہیں تھی جب بات کرتے تو بہت مختصر کرتے بہت روتے تھے۔

آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ کوئی آزاد' غلام یا کنیز' فقیر و مسکین ملتا تو اس کے پاس کھڑے ہو جاتے اور اس سے پوچھتے کہ تمہیں کوئی تکلیف اور ضرورت تو نہیں ہے۔۔۔ کبھی کسی کنیز' غلام' فقیر' مسکین کی حاجت روائی سے روگردانی نہیں فرماتے تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ گھر میں کیا کام کرتے تھے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ جس طرح ایک عام آدمی اپنے گھر میں جو کام کرتا ہے یعنی اگر کپڑا پھٹا ہوتا تو خود سی لیتے جوتا پھٹ جاتا تو اسے ٹھیک فرما لیتے۔ بکری کا دودھ اپنے دست مبارک سے دودھ لیتے تھے۔ حتی کہ ہر کام خود کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی بلند حوصلہ تھے۔ آپؐ جب گھر میں تشریف لے جاتے تو عام لوگوں کی طرح کام کاج میں مصروف ہو جاتے اکثر کپڑے وغیرہ خود ہی سی لیتے۔ گھر کی چیزوں کو خود اٹھاتے اور رکھتے۔ خادم کی مدد فرماتے۔ قمیص میں پیوند لگا لیتے' چادر پھٹ جاتی تو اسے سی لیتے۔ سواری کے سامنے چارہ خود ڈال دیتے۔ خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے' آٹا خود گوندھ لیتے۔ بازار سے سودا سلف خود اٹھا کر لے آتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اے لوگو! مجھے خدا کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو عجز و انکسار کی تلقین کروں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ اتنی نرمی اور انکساری کے ساتھ پیش آؤ کہ کوئی کسی پر ممتاز نہ رہے۔ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور تم سب آپس میں اللہ کے لئے بھائی بھائی بن جاؤ"۔

حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ جب کوئی بیمار ہو جاتا تو آپؐ اس کی عیادت فرماتے اور غذا اور دوا میں تعاون فرماتے تھے۔ جنازے کے پیچھے چلتے' غلام کی دعوت قبول فرما لیتے۔ گدھے پر سواری فرماتے۔ میں نے خود حضورؐ کو فتح خیبر کے دن گدھے پر سوار دیکھا جس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی۔

تواضع اور انکساری کا عالم یہ تھا کہ جب آپ سے کوئی شخص مصافحہ کرتا تو جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا آپ اپنا ہاتھ مبارک نہ کھینچتے اور اپنا منہ مبارک اس وقت تک اسکی طرف سے نہ پھیرتے تاوقتیکہ وہ خود اپنا منہ نہ پھیر لیتا۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے تواضع کی انتہاء فرما دی۔ غزوہ خندق میں صحابہ کرامؓ کے ہمراہ خندق کھودنے میں کام کیا---- کدال چلائی---- مٹی سے بھری ٹوکریاں اٹھائیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر میں سب کے ہمراہ برابر کام فرمایا۔ سفر و حضر میں کسی کام میں اپنی ذات کو مستثنیٰ نہ فرمایا۔ درج ذیل واقعہ اس بات کی تائید کرتا ہے کہ ایک بار آپؐ سفر میں تھے آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو ایک بکری بنانے کا حکم دیا ایک شخص بولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبح کرنا میرا ذمہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرکے میں لاؤں گا سب ساتھی کہنے لگے اے اللہ کے سچے اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب کاموں کے لیے ہم لوگ کافی ہیں۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں آپؐ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم لوگ سب کام کرو گے۔ لیکن میں یہ بات نامناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے آپ کو تم لوگوں سے ممتاز کروں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتے جو اپنے آپ کو دوسرے ساتھیوں سے ممتاز اور بلند سمجھے۔

ایک بار ہوازن کی قیدیوں میں آپؐ کی رضاعی بہن بھی آئیں۔ آپؐ نے اسے پہچان لیا اس کا اتنا اعزاز کیا کہ اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اگر تو پسند کرے تو میرے پاس ٹھہر جا میں پوری طرح تیری دلجوئی اور عزت کروں گا اور اگر چاہے تو اپنے قبیلہ میں واپس چلی جا۔ اس نے اپنے قبیلے میں جانے کو ترجیح دی۔ آپؐ نے اسے بہت ہدیے اور تحفے دے کر رخصت کر دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ اپنے ساتھیوں میں گھل مل کر بیٹھتے۔ کبھی ممتاز جگہ پر نہ بیٹھتے کوئی انجان آتا تو نہ پہچان سکتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟

صحابہ کرامؓ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں کوئی اونچی جگہ بنا دی جائے تاکہ کوئی ناواقف آئے۔تو پہچان لے لیکن آپ نے کبھی اس بات کو پسند نہ فرمایا۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ بحیثیت مسلمان کے ہمیں تکبر اور غرور کبھی بھی اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ عاجزی اور انکساری کا راستہ اپنانا چاہیے تکبر اور غرور اللہ جل شانہ کو پسند نہیں ہے۔ عاجزی اور انکساری کو اللہ تعالی پسند فرماتے ہیں۔

آج اگر ہم اپنے معاشرے میں طائرانہ نظرڈالیں تو یہ بیماری عام نظر آتی ہے۔ اگر کسی کو کوئی معمولی عہدہ مل جائے۔ کسی کا کاروبار چل پڑے' تھوڑا سا سرمایہ اکٹھا ہو جائے' تھوڑی سی شہرت مل جائے اس میں غرور و تکبر اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے سوا کسی کو انسان ہی نہیں سمجھتا۔ عام آدمی سے بات کرنا وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔ بدقسمتی سے دنیادار کے ساتھ دیندار بھی اس مرض میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ کسی سے بات کرنا تو درکنار سلام مسنون کا جواب دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالی کو عاجزی بہت پسند ہے اور تکبرو غرور سے بے حد نفرت ہے۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف آیات میں ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔۔ اے پیغمبرؐ عام لوگوں کی سطح پر رہ کر ان کے دکھ سکھ سے غریبوں کو نہ دھتکارنا۔ سرداروں کی خاطر عوام کا ساتھ نہ چھوڑنا۔۔۔۔ رنگ و نسل علاقہ کی بنیاد پر کسی کو منفرد مقام نہ دینا۔ بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک بزرگی کا دارومدار تقوی پر ہے اور یہی قرآن و سنت کا ماحاصل ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عاجزی اور انکساری اور تواضع نصیب فرمائے اور تکبر اور غرور سے بچائے۔ آمین یا رب العالمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسوہ حسنہ اور خدمت خلق

مولانا عبدالحکیم شرف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وانک لعلی خلق عظیم

اور بے شک آپؐ خلق عظیم پر ہیں۔

حضرت ملا جیون استاذ سلطان عالمگیر فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ خلق عظیم وہ طریقہ زندگی ہے جس سے اللہ بھی راضی ہو اور مخلوق بھی اور یہ بہت نادر ہے (۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقہ زندگی کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہیں' آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں معروف رہتے' اس کی بارگاہ میں دعاؤں اور التجاؤں کا سلسلہ جاری رکھتے' رات کو اتنا طویل قیام کرتے کہ پائے مبارک میں ورم آ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے کمبل اوڑھنے والے! رات کو قیام کیجے مگر تھوڑا وقت (آرام بھی کیا کریں) (73/ 201)

دوسری طرف کھانے پینے اور آرام کرنے کے مختصر وقت کے علاوہ مخلوق خدا کی راہنمائی میں صرف فرماتے ہیں' غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا' ان کے شکوک و شبہات دور کرنا' صحابہ کرام کو قرآن پاک کی تعلیم دینا' ان کی تربیت اور تزکیہ فرمانا' ان کے احوال کی نگرانی فرمانا' آنے والے وفود کا استقبال کرنا اور انہیں دعوت اسلام دینا' مدینہ منورہ میں مجاہدین کے دستے روانہ کرنا اور بعض اوقات بنفس نفیس غزوات

Marfat.com

میں شرکت فرمانا' صدقات اور چندے کا وصول کرنا اور مستحقین میں تقسیم فرمانا' نماز پنجگانہ' جمعہ اور عیدین میں امامت کرانا اور خطبات میں انہیں احکام اسلامیہ سے باخبر فرمانا' بیماروں کی عیادت کرنا' یتیموں' بیواؤں اور غلاموں کی خبرگیری فرمانا' حاجت مندوں کی حاجت روائی فرمانا' اہل خانہ کی دیکھ بھال کرنا اور ان کی ضروریات کا پورا کرنا' مختصر یہ کہ خدمت خلق کے ہر شعبے میں ذمہ داریوں کو نبھانا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے۔

اس وقت موضوع سخن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی خدمات ہیں۔ آپ نے اعلان نبوت سے پہلے حلف الفضول میں شرکت فرمائی۔ ہوا یہ کہ شہر زبید کا ایک شخص اپنا مال تجارت مکہ معظمہ لایا جو عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا اور قیمت ادا نہ کی' زبیدی نے اپنے حلیفوں سے مدد کی اپیل کی' مگر کسی نے بھی امداد نہ کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر بنو ہاشم' زہرہ اور بنو اسد بن عبدالعزیٰ' عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے' اس اجتماع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں فیصلہ کیا گیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی امداد کریں گے' طاقت ور سے کمزور کا اور مقیم سے مسافر کا حق دلائیں گے۔ یہ بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کا وہ چارٹر تھا جس کے تحت زبیدی کا مال اسے دلایا گیا۔ نبی اکرم صلی علیہ وسلم اعلان نبوت کے بعد فرمایا کرتے تھے:

> "آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا آل حلف الفضول کہہ کر پکا
> تو میں مدد دینے کو حاضر ہوں۔ (3)

حلف الفضول کا معاہدہ اعلان نبوت سے بیس سال پہلے ماہ ذیقعدہ میں ہوا بہت سے مظلوم اس سے مستفیض ہوئے۔ (4)

یہ بھی اعلان نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ قریش کے مختلف قبائل نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے لئے تیاری کی تو ہر قبیلے نے اپنے طور پر پتھر جمع کئے' جب تعمیر حجر اسود کے مقام تک پہنچی تو ہر قبیلے کا مطالبہ تھا کہ ہم اسے نصب کریں گے' نوبت

58686

Marfat.com

یہاں تک پہنچی کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہوگئے' بنو عبدالدار اور بنو عدی نے خون سے بھرے ہوئے پیالے میں ہاتھ ڈبو کر معاہدہ کیا کہ ہم مرجائیں گے لیکن کسی دوسرے قبیلے کو حجر اسود نصب کرنے کا اعزاز حاصل کرنے نہیں دیں گے۔ چار پانچ دن جھگڑا چلتا رہا۔ آخر ایک دن مسجد میں جمع ہو کر میٹنگ کی کہ اس اختلاف کا خاتمہ کیسے کیا جائے؟ قریش کے معمر ترین فرد ابو امیہ ابن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ اس دروازے سے سب سے پہلے آنے والے شخص کو اختیار دے دو کہ وہ فیصلہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دروازے سے داخل ہوئے۔ سب ایک زبان بول اٹھے ہم اس امین پر راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے صورت حال بیان کی اور فیصلے کی فرمائش کی۔ آپؐ نے فرمایا: ایک کپڑا لاؤ' کپڑا لایا گیا' آپ نے حجر اسود اس پر رکھ دیا اور فرمایا' ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارا پکڑے اور سب مل کر کپڑے کو اٹھاؤ' سب نے مل کر کپڑا اٹھایا اور حجر اسود کے مقام تک لے آئے' تب حکمت عملی سے قریش کے قبائل خونریز حادثے سے بچ گئے۔ (5)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی تو آپ اور آپ کے چچا حضرت عباسؓ تعمیر کے لئے پتھر اٹھا کر لاتے تھے (6) اسی طرح جب ہجرت کے بعد مسجد قباء تعمیر کی گئی تو آپؐ نے بنفس نفیس اس میں حصہ لیا' سب سے پہلا پتھر قبلہ کی طرف آپؐ نے رکھا دوسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رکھا' ان کے بعد صحابہ کرام تعمیر میں مصروف ہوگئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بھاری پتھر اٹھا کر لاتے کہ صحابہ کرام انہیں اٹھانے سے عاجز رہ جاتے اور جب مسجد نبوی شریف تعمیر کی گئی تو آپ نے اس میں بھی عملاً" حصہ لیا۔ (7،8)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک رات اہل مدینہ (کوئی آواز سن کر) خوف زدہ ہوگئے۔ لوگ آواز کی طرف گئے تو دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خوف اور گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔

Marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ سے اجتماعی معاملات میں گراں قدر عملی خدمات کے چند نمونے ہیں۔ آئندہ سطور میں انفرادی اور اجتماعی خدمات کی چند مثالیں پیش کی جائیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امہات المومنین کی ضروریات کا خاص خیال فرماتے تھے عصر کے بعد ایک ایک ام المومنین کے حجرے میں تشریف لے جاتے اور ان کی خیریت دریافت فرماتے۔ حضرت اسود نے حضرت ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شانہ اقدس میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

کان یکون فی مهنه اهله تعنی خدمه اهله

آپ اپنے گھر والوں کے کام کاج اور خدمت میں مصروف رہتے تھے' جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

(9)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اہل مدینہ کے خدام (برکت اور شفاء حاصل کرنے کے لئے) برتنوں میں پانی لے کر حاضر ہو جاتے' آپؐ ہر برتن میں دست اقدس ڈبو دیتے' بعض اوقات سرد صبح ہوتی اس کے باوجود ان برتنوں میں دست مبارک ڈالتے (اور کسی کو فیض و برکت سے محروم نہ فرماتے)۔ (10)

آپؐ کے اخلاق عالیہ اور لطف و کرم کا یہ عالم تھا کہ بقول حضرت انسؓ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی بچی آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ (11)

انہی سے روایت ہے کہ ایک خاتون کی عقل میں کچھ فتور تھا' اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپؐ سے ایک کام ہے' آپؐ نے فرمایا: اے ام فلاں! تم جس گلی میں چاہو ہم تمہارا کام کرنے کے لئے تیار ہیں' وہ آپؐ کو ایک راستے پر لے گئے اور اس نے اپنی درخواست پیش کی۔ (12)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ بیمار کی عیادت کرتے'

Marfat.com

جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے' مملوک کی دعوت قبول فرماتے۔ (13) ایک یہودی بچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' وہ بیمار ہوگیا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے' اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اسے فرمایا: اسلام لے آ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا' وہ بھی پاس ہی تھا' اس نے کہا ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو' وہ اسلام لے آیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اسے آگ سے نجات عطا فرمائی۔ (14)

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دعوت اسلام کا مشن آپ کی نگاہ سے کسی وقت بھی اوجھل نہیں ہوتا تھا۔

حضرت علی مرتضیٰؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کا انتقال ہوا تو آپ ان کی قبر میں لیٹ گئے اور ان کے لئے دعا فرمائی:

"اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی کے طفیل اور مجھ سے پہلے انبیاء کے طفیل' بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (15)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ کسی سائل کو انکار نہیں فرماتے تھے' ایک خاتون نے بارگاہ رسالت میں چادر لا کر پیش کی جس کے کناروں پر انہوں نے کڑھائی کی ہوئی تھی' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالی' جب باہر تشریف لائے تو وہ چادر زیب تن فرمائی تھی۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یہ کتنی اچھی چادر ہے' مجھے عطا فرما دیں' صحابہ کرام نے انہیں کہا آپ نے اچھا نہیں کیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حاجت تھی اور آپ اسے استعمال میں بھی لے آئے تھے۔ آپ کو پتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کسی سائل کو) رد نہیں فرماتے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم' میں نے چادر پہننے کے لئے نہیں مانگی' میں نے تو اس لئے مانگی ہے کہ میرا کفن بنے (آپ نے انہیں چادر عطا فرما دی) اور وہ ان کا کفن بنی۔ (16)

Marfat.com

اور اگر کوئی چیز حاضر نہ ہوتی تو قرض لے کر سائل کی حاجت پوری فرما دیتے' ایک شخص نے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا' اس وقت ہمارے پاس کوئی چیز موجود نہیں ہے' ہمارے نام پر ضرورت کی چیز خرید لو' جب مال آئے گا تو ہم ادا کر دیں گے' حضرت عمرؓ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دی یہ بات آپؐ کو پسند نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

"آپ خرچ کریں اور اس بات کا خوف نہ کریں کہ رب عرش آپ کو کمی آنے دے گا۔"

یہ سن کر آپ مسکرائے اور چہرہ انور پر بشاشت کے آثار دکھائی دینے لگے (18)

امام احمد رضا خان بریلوی کیا خوب کہتے ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ایک سفر میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بکری کا گوشت پکانے کا حکم دیا۔ ایک صحابی نے کہا میں اسے ذبح کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں اس کی کھال اتاروں گا۔ تیسرے نے کہا میں اس کا گوشت پکاؤں گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ایندھن اکٹھا کر کے لائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ کام کرنے کے لئے ہم جو حاضر ہیں' فرمایا ہمیں علم ہے' لیکن ہمیں تمہارے درمیان ممتاز ہو کر بیٹھنا پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند فرماتا ہے جو اپنے دوستوں میں ممتاز ہو کر بیٹھے۔ (19)

آپ کی نوازشات سے ہر محتاج امداد فیض یاب ہوتا تھا۔ آپؐ نے ایک کنیز دیکھی جو راستے میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپؐ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے بتایا میرے آقا نے آٹا خریدنے کے لئے دو درھم دیے تھے وہ مجھ سے گم ہو گئے ہیں آپؐ نے اسے دو درھم عطا فرما دیے۔ کچھ دیر بعد پھر اس طرف سے گزر ہوا تو وہ بدستور بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اب کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا ڈرتی ہوں

Marfat.com

کہ دیر سے واپس گھر جانے پر مار پڑے گی۔

آپؐ اس کے ساتھ اس کے مالک کے گھر تشریف لے گئے اور دروازے پر پہنچ کر سلام کیا صاحب خانہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان' آپ کیسے تشریف لائے؟ آپؐ نے صورت حال بیان کی تو انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ کی تشریف آوری کی خوشی میں یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ (20)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمتہ اللعالمین ہیں اس لئے آپؐ کی رحمت اور احسان سے صرف مسلمان ہی نہیں غیر مسلم بھی مستفیض ہوئے۔ آپؐ کی امانت اور دیانت کے نہ صرف غیر مسلم معترف تھے بلکہ فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی امانتیں مشرکین مکہ کے پاس رکھنے کی بجائے حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے' یہاں تک کہ جب آپؐ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تو اس وقت بھی مشرکین کی امانتیں آپؐ کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ایک ایک امانت اس کے مالک کو سپرد کرنے کے بعد مدینہ طیبہ چلے آنا۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰؓ تین دن اور تین راتیں مکہ معظمہ میں رہے اور امانتیں ادا کرکے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ (21)

حضرت ثمامہ ابن اثالؓ مشرف با اسلام ہونے کے بعد عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ گئے تو مشرکین نے انہیں گرفتار کرلیا اور کہنے لگے ثمامہ! تم صحابی ہوگئے ہو؟ یعنی اپنے آباؤاجداد کا دین چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہوگئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں' بلکہ میں نے بہترین دین' دین محمد کی پیروی کی ہے۔ حضرت ثمامہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر یمامہ سے غلے کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں پہنچے گا۔ یمامہ پہنچ کر پابندی لگا دی کہ یمامہ سے غلہ مکہ مکرمہ نہ جانے پائے۔ مکہ معظمہ میں قحط پیدا ہوگیا۔ مجبور ہو کر مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ آپؐ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ آپؐ نے ہم سے قطع رحمی کی ہے آباء کو تلوار

Marfat.com

سے قتل کیا ہے اور بیٹوں کو بھوک سے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثمامہ کو حکم دیا تو انہوں نے غلے سے پابندی اٹھا لی۔ (22)

مختصر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمتہ العالمین سے اپنوں اور بیگانوں سب کو فیض یاب فرمایا۔ خوش قسمت حضرات نے آپ کی دعوت اسلام کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنے اور خلق خدا کی خدمت کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیا۔ آج کل اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ کریں اور ملک پاک کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حواشی

1_ قرآن پاک سورۃ القلم 468 /68
2_ شیخ احمد المعروف ملا جیون: نورالانوار (مجتبائی دہلی) ص 6
3_ نور بخش توکلی، علامہ: سیرت رسول عربی (فرید بک سٹال، لاہور) ص 40
4_ عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی، امام: الروض الانف (طبع لاہور) ج 1 ص 91
5_ محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکواۃ شریف عربی ص 518
6_ عبدالملک بن ہشام، امام: السیرۃ النبویۃ مع شرح سہیلی ج 1 ص 32_131
7_ محمد بن اسماعیل بخاری، امام: بخاری شریف عربی ج 1 ص 215
8_ عبدالرحمن سہیلی، امام: الروض الانف ج 2 ص 11
9_ عبدالملک بن ہشام، امام: السیرۃ النبویۃ ج 2 ص 12
10_ علی بن احمد سمہودی، امام: وفاء الوفاء ج 3 ص 899
11_ محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: بخاری شریف عربی ج 1 ص 170
12_ عیاض بن موسیٰ، قاضی: شفاء شریف ج 1 ص 65,66
13_ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: مدارج النبوۃ فارسی ج 1 ص 42

Marfat.com

14_ ابن کثیر، علامہ : البدایۃ والنھایۃ ج 6 ص 40-39
15_ عبدالملک بن ہشام امام: السیرۃ النبویۃ ج 2 ص 10
16_ ایضاً ج 2 ص 3

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نظام معیشت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی فلاح' معاشرتی استحکام' سماجی بہبود اور معاشی آسودگی کے ایسے ضابطے اور راہنما اصول متعین فرمائے کہ ان کے نفاذ و اجراء سے انسانی معاشرہ شرف آدمیت کے تحفظ اور احسن تقویم ہونے کے مرتبہ کو پالیتا ہے اور اگر ان اصولوں سے صرف نظر کیا جائے یا انحراف کی جسارت کی جائے تو حسن معاشرت ہی نہیں شرف انسانی بھی اسفل السافلین کا روپ دھار لیتا ہے۔ کامرانیوں کا ایک ہی جلوہ مستقیم ہے جو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ہے اور یہ سیرت ساری نسل آدم کے لئے مقام طمانیت بھی ہے اور اسوہ حسنہ بھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ** "بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ موجود ہے" ایک پہلو یا خاص رخ کی نشاندہی نہیں کرتا بلکہ ایک عمومیت اور ہمہ گیریت کی خبر دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تم سب کے لئے ہر دور میں اور ہر حال میں راہنمائی کا احسن معیار اور پیروی کا نمونہ کامل ہے۔ "رسول اللہ" کہہ کر واضح کر دیا گیا کہ انسان کو جب بھی کسی معاشرتی یا معاشی' تہذیبی یا فکری' نظریاتی یا عملی راہنمائی درکار ہوگی تو جامع الصفات اور مربوط تر سیرت ایک ہی ہوگی جو عقدہ کشائی کرے گی اور یہ بھی کہ ذات نبوت جو حل بھی پیش کرے گی بہتر اور احسن حل پیش کرے گی۔ اب محفوظ ترین راہنمائی موجود ہو اور ہر لمحہ دستگیری کی صلاحیت بھی ہو اور مرکزیت کا شہکار بھی ہو اور

Marfat.com

یہ کہ اس سے بہتر راہنمائی ممکن ہی نہ ہو تو دربدری کیوں؟ انسان رسوائیوں سے نجات چاہے یا آسودگیوں کی تمنا رکھے' تحفظ ذات کا مرحلہ ہو یا تعبیر سیرت کا' باہمی تعلقت کا گھمبیرپن ہو یا اجتماعی کفالت کا' کیوں نہ ذہن کو یکسوئی اور عمل کو یکسانی مہیا کی جائے' معاشی مسائل' معاشرتی اضطراب کا سب سے قوی محرک ہوتے ہیں' ان کو پابند آداب نہ بنایا جائے تو معاشرتی بہبود کے سب منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو احتیاج کو کفر کے قریب قرار دیا تھا اسی لئے آپ نے اس اساسی مسئلہ پر بہرپہلو توجہ دی تاکہ خواہش نفس بے لگام نہ ہو جائے اور معاشرتی رعنائیوں کو پامال نہ کر دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا پیغام حیات جامع بھی ہے اور بے لاگ بھی' اس میں نہ محدودیت ہے اور نہ پسند و ناپسند کا استثنی اس لئے کہ یہ دین فطرت کا پیغام ہے اور فطرت اپنے مظاہر میں کسی حدبندی یا مصلحت کا شکار نہیں ہوتی۔ اسلامی تعلیمات کا مقصود مادی خوشحالی و معاشرتی بہبود بھی ہے اور روحانی آسودگی و ذہنی بالیدگی بھی۔ انسانی معاشرت کا بغور جائزہ لیا جائے تو مختلف اور متنوع اہداف کے درپے یہی مقاصد نمایاں نظر آتے ہیں۔ کہیں مال و زر کی ہوس کا سکہ جاری ہے تو کہیں اپنے اندر کے انسان اور اس کی صلاحیتوں کے احیاء کی کوششیں ہیں۔ ان حوالوں سے ہی تہذیبیں اپنا رخ کردار متعین کرتی ہیں یعنی مادی تہذیب اور روحانی تہذیب' اسلام اس ثنویت کا قائل نہیں وہ ان کی یکجائی چاہتا ہے اسی لئے داخل و خارج میں ہم آہنگی معاش و معاد میں آشتی اور مادہ و روح میں توازن اسلام کا امتیازی وصف ہے۔ انسان کے اندر موجود اخلاقی و روحانی جذبوں کی تسکین کے ساتھ اس میں موجود حیوانی تقاضوں اور مادی احتیاج کو بھی ضروری تحفظ دیا گیا ہے۔ چونکہ مقصود ارفع و اعلیٰ ہے اس لئے ان تقاضوں اور ضرورتوں کو اخلاق عالیہ کا سایہ عطا کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بسا اوقات خورونوش کے دباؤ کے تحت اپنا شرف بھول جاتا ہے خواہش شکم کبھی اس قدر منہ زور ہو جاتی ہے کہ حیوانات کی سطح پر لے آتی ہے۔ زندگی کے تحفظ اور بقا کی

Marfat.com

خاطر وہ کئی غلط اندازے لگا لیتا ہے اور بقائے حیات کے فریب میں کئی نامحمود حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ یہ قوتوں کا اندھا پن ہے۔ اسے زندہ رہنا ہے اور زندہ رہنے کے لئے بھوک پیاس لگتی ہے۔ اسلام زندگی کا کارواں روکنا نہیں چاہتا بلکہ وہ اپنی تعلیمات کو یوں ترتیب دیتا ہے کہ وہ انسان کے لئے حیات بخش قرار پاتی ہیں۔ تسلسل حیات کے لئے تمام سہولتوں کی فراہمی اسلام کا ہدف ہے کہ **"ولقد مکنا کم فی الارض و جعلنا لکم فیھا معایش"** (الاعراف : 10) کہ ہم نے تمہیں زمین پر متمکن کیا اور تمہارے لئے معیشت کے سامان بھی اسی سرزمین پر مہیا کئے۔ اس لئے اس تلاش و جستجو کو عین عبادت جانو اور **"وابتغوا من فضل اللّٰہ"** اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ سمجھا دیا گیا کہ اسلامی نظام معیشت میں مادی آسودگیوں کی تلاش کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہوئے جاری رکھو کہ اس سوچ سے مادی آسائشوں میں روحانی تسکین کا سامان ہوتا ہے۔ مادی احتیاج کو روح کی تسکین کا حوالہ دے کر اسلامی نظام معیشت کی بنیاد واضح کر دی گئی۔ نامقبول تصادم سے بچاؤ کے کچھ ضابطے مقرر کئے گئے اس سلسلے میں ایک اساسی قانون بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے وقت ہی فیصلہ فرما دیا تھا **"نحن قسمنا معیشتھم فی الحیاۃ الدنیا"** (الزخرف : 32) کہ ہم نے دنیا کی زندگی میں معاشی سہولتوں کو تقسیم کر دیا تاکہ یہ سب کے لئے ہوں اور کوئی ہوس کا بندہ اس پر ذاتی قبضہ کی کوشش نہ کرے۔ یہ بھی انتباہ فرما دیا کہ اگر ایسا نہ ہوا اور اگر معاشرہ معاشی عدم توازن کا شکار ہو گیا جس کے نتیجے میں معاشی وسائل چند ہاتھوں میں مرتکز ہو گئے اور افراط زر کا اندھا عفریت معاشرے میں دندنانے لگا تو ایسے معاشرے اور ایسی بستیاں قہر الٰہی کی سزا پاتی ہیں اور قانون فطرت کا تاوان اپنا رنگ دکھاتا ہے ارشاد ہوا **"وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا"** (القصص : 58) اور کتنی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جن کی معیشت میں فساد آ گیا۔ یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ دولت کی فراوانی تو استحکام کا باعث ہوتی ہے دولت مند ملک یا افراد تو معاشی فارغ البالی کی بنا پر شاہراہ ترقی کی طرف بہتر طریق اور قابل اعتماد انداز سے بڑھ سکتے ہیں پھر

Marfat.com

آخر کیا وجہ کہ قرآن مجید ایسی فارغ البال قوموں کی تباہی کے واقعات دوہرا رہا ہے۔ غور کیا جائے تو ان کی خوشحالی کے تذکرے کے ساتھ ہی جواب دے دیا گیا۔ قرآنی نظام حیات اور فرامین نبوی کے مطابق انسانیت کی آسودہ حالی صرف معاشی خوش حالی پر مبنی نہیں ہے۔ یہ تو ایک ریت کی دیوار ہے جس کو استحکام اخلاقی قوتوں نے عطا کرنا ہے جب بھی ان میں قوت اخلاق کی نفی ہوگی یہ تعمیر زمیں بوس ہو جائے گی۔ دل بیٹھ جائے تو مضبوط سے مضبوط جسم بھی تھرانے لگتا ہے اور وجود پر بوجھ بن جاتا ہے۔ اسی طرح معاشی پختگی اخلاقی قوت پر منحصر ہے۔ قومیں جب دولت کی چمک دمک سے اس قدر چندھیا جاتی ہیں کہ انہیں بنیادی ضابطے بھی نظر نہیں آتے تو ان کی ترقی کے راستے جلد ہی مسدود ہو جاتے ہیں اور وہ چند ساعتوں میں ہی کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آگرتی ہیں۔ معاشیات کو اخلاق آشنا نہ کیا جائے تو یہ خوشحالی نہیں بدحالی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تقسیم دولت کا وہ نظام جاری فرمایا جس میں قومی معیشت قانون کی ہی پابند نہ ہوئی بلکہ اخلاقی تقاضوں کی بھی پابند ہوگئی۔ معاشی مسائل میں تقویٰ کو مدار عمل بنایا گیا جس سے شجر حسنات کی آبیاری ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کے نظام معیشت کی خشت اول اسی تقویٰ پر استوار ہوئی تاکہ اجر کا مطالبہ کرنے والوں کو اجر آخرت کا تصور راستی کا درس دیتا رہے۔ اس نظام کا ایک نمایاں وصف محنت کا وقار اور پیمانہ محنت کا تحفظ تھا۔ واضح کر دیا گیا کہ معاشی تگ و دو کا اصول یہ ہوگا کہ **"وان لیس للانسان الا ماسعی"** (النجم: 39) کہ انسان کے لئے صرف وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی ہے۔ محنت ایک پیمانہ ہے جس سے اجر ملاپا جاتا ہے دیکھنا یہ ہے کہ جو مفادات انسان کو حاصل ہو رہے ہیں کیا ان کا وزن اس کی محنت کے تناسب سے ہے کیا ایسا تو نہیں کہ اس میں دوسروں کی محنت کا استحصال ہو رہا ہو۔ کیا یہ اوروں کی محنت کا پھل تو نہیں جو بلا محنت حاصل کرلیا گیا ہے۔ اسلام نے یہ اصول دے کر ہر انسان کو مکلف بنا دیا کہ وہ اپنا خود محاسبہ کرے اور اپنی محنت کے ترازو میں اپنے معاوضے کو تولے اور جو محنت کا ثمر ہو اس پر

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جو اس کی محنت سے زائد ہو اسے قوم کو لوٹا دے کہ یہ اس کا حق نہیں- رزق حلال کا تصور محنت کے حوالے سے بھی قائم کیا گیا ہے کہ جب یہ پیمانہ قائم نہ رہے تو معاشرتی فساد رونما ہوتا ہے اور جلب زر اور حصول دولت کا ایک شیطانی سلسلہ پورے معاشرے پر محیط ہو جاتا ہے کہ یہ افراد کا عمل نہیں رہتا سب کا عمل ہوتا ہے پھر ایسے معاشرے سے توفیق الٰہی کا سایہ اٹھ جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے برملا ارشاد فرمایا تھا "**ان اللّٰہ تعالٰی طیب لا یقبل الا طیبا**" بے شک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور وہ طیبات کو ہی قبول کرتا ہے- آنحضرت ﷺ نے ایک درماندہ حال' غبار آلود انسان کا تذکرہ فرمایا جس کے بال بکھرے ہوئے' لمبے سفر اور مسلسل تھکن سے پریشان انسان جس کی بظاہر دعا قبول ہونا چاہیے کہ ایسوں پر کرم ہوا کرتا ہے مگر فرمایا اس معاملہ میں ایسا نہیں ہوا- وہ پکارتا رہا اے میرے پروردگار' اے میرے رب مگر حال یہ تھا کہ "**مطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام و غذی بالحرام**" اس کا کھانا' اس کا پینا حرام کے مال سے' لباس حرام کی کمائی اور جو غذا جسم میں اتاری گئی حرام و ناجائز مال سے تو متنبہ کرتے ہوئے تہدیدا" فرمایا "**فانی یستجاب له**" اس کی دعا کیسے قبول کرلی جائے' ظاہری قرینہ تو قبولیت کا تھا مگر رزق حرام نے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دیا اگر اسلامی معاشرہ کے افراد دست دعا بلند کرتے ہوئے اپنی ذات کا محاسبہ کرلیا کریں تو وہ بے یقینی اور مایوسی کی شکل پیدا نہ ہو جو آج مسلم معاشروں کو اندوہناک بنا رہی ہے-

حضور اکرم ﷺ نے طیبات کی تلاش پر نہ صرف زور دیا بلکہ ان کے تحفظ کا اہتمام بھی فرمایا اسی لئے تو کسی کے حق ملکیت پر دست درازی کرنے والے کے بارے میں قرآن مجید کا یہ پیغام سنایا کہ ایسے انسان کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیوں؟ جواب ارشاد ہوا "**جزاء بما کسبا**" (المائدہ : 38) ان کے لئے کے بدلے کے طور پر وہ ہاتھ جو حدود آشنا نہیں' وہ قوت جو دوسروں کے حقوق کو پامال کرتی ہے اسے کاٹ دیا گیا تاکہ وست درازی کا راستہ ہی مسدود ہو جائے- ناحق مال کھانے پر وعید دی گئی کہ

Marfat.com

"لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" (النساء : 29) ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ' ہاں جس کا حق ہے جس کی ملکیت ہے وہ خود ایثار کرنا چاہے تو یہ اخوت اسلامی کا وہ درخشندہ باب ہوگا جو معاشرہ میں توازن لائے گا فرمایا **"لا یحل مال امری ء الا بطیب نفس منه"** (سنن البیہقی) کہ کسی انسان کا مال دوسرے پر حلال نہیں مگر جو وہ خود خوش دلی سے دے دے۔ اور اگر کوئی جابر و ظالم اس سے بغیر رضا کے چھینتا چاہے تو اس کے دفاع کا اسے حق حاصل ہے حتیٰ کہ اگر وہ اس حفاظت مال میں جان بھی دے دے تو خسارے کا سودا نہیں کہ ارشاد یہ ہے : **"من قتل دون ماله فهم شهید"** (صحیح مسلم الکتاب الایمان) مسلم معاشرے کی یہ ذمہ داری قرار دی گئی کہ وہ گردش زر میں حق انسانی کی عظمت قائم کرے۔ ایسا نہ ہو کہ چند بندگان ہوس تمام ذرائع معاش پر قبضہ کرلیں اور باقی افراد کو محروم کر دیں۔ اسلامی تصور معیشت کا امتیازی وصف ہی یہ ہے کہ اس میں کسی گروہ یا کسی فرد کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ محنت کے پیمانے میں سب کو جانچا جاتا ہے اور محنت کے دربار میں سب کو اپنا استحقاق اسی حوالے سے ثابت کرنا ہے۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ جدوجہد باہمی میں سارے معاشرے کو کسی نہ کسی صورت شریک ہونا ہے۔ کوئی آجر بن کر آئے گا تو کوئی اجیر مگر یہ ادائیگی محنت کے رخوں کا فرق ہے انسانی وقار و عظمت کا نہیں اس لئے اس حوالوں سے معاشرے کی تقسیم مناسب نہیں ہے۔ آجر کو حکم دیا گیا کہ **"اعطو الاجیراجره قبل ان یجف عرقه"** (سنن ابن ماجہ) اجیر کو اس کا اجر پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرے۔ محنت حاضر ہو تو اجر موخر نہیں ہونا چاہیے کہ یہ ناحق استیصال بھی ہے اور معاشرتی اعتماد کا دشمن بھی۔ اجیر کو حکم دیا گیا کہ اپنی محنت کی میزان میں اجر وصول کرے پورا اجر لے نہ کم نہ زیادہ۔ کم ملے تو پورا حق لینے پر اصرار کرے اور معاشرہ اس کا معاون بنے۔ زیادہ ملے تو انکار کرے کہ خیرات انسانی وقار کے لئے زہر قاتل ہے۔ ہاں اگر ایسے چند افراد موجود ہوں جو کسی حادثے' مصیبت یا ناگہانی افتاد کی وجہ سے محنت کے اہل نہ رہے ہوں تو ان کا حق' قوت و صلاحیت

Marfat.com

رکھنے والوں کے اجر میں رکھ دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے **"و فی اموالھم حق للسائل و المحروم"** (الذرایت : 19) اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے۔ حق کہہ کر دونوں جانب انتباہ کر دیا گیا کہ دینے والا اسے احسان یعنی حسن عمل کے حوالے سے دے اس پر معاشرتی تفوق اور سماجی برتری کی کوئی بنیاد نہ رکھے کہ یہ ادائیگی حق تھی نہ کی جاتی تو حقوق پامال ہوتے جو لائق مواخذہ ہیں۔ لینے والے کو بھی باور کرا دیا گیا کہ یہ نظام ربوبیت کے نفاذ کا نتیجہ ہے اسی لئے حق سے زیادہ نہ لے۔ اسے کاروبار نہ بنائے' حق زیست کے لئے استعمال کرے اور اگر دولت والے اس نظام الٰہی کی پاسداری نہیں کرتے جبکہ یہ روز اول سے نافذ کر دیا گیا تھا۔ ارشاد ہوا تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا بھیجا جا رہا تھا کہ جائیے **"ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین"** (البقرہ : 26) اور تمہارے لئے زمین قرار گاہ بھی ہے اور قیامت تک کے لئے سامان زیست بھی۔ اس آیت کریمہ میں لکم کا کلمہ واضح کر رہا ہے کہ اس وسیع و عریض زمین کی ملکیت ساری نسل انسانی کو حاصل ہے اس لئے ہر انسان کو اس زمین سے تاحیات اپنی ضرورتوں کی کفالت کا حق حاصل ہے۔ رزق کی تلاش انسان کا حق ہے اور اسی پر عزت سے رہنا بھی۔ اس لئے کوئی طالع آزما نہ کسی کو حق سکونت سے محروم کرسکتا ہے اور نہ ہی حق رزق سے۔ بلکہ اگر کہیں محرومی کا شائبہ ابھرے تو اس محروم کا چھینا ہوا حق سمجھتے ہوئے اسے ادا کرنا معاشرہ یا حکومت کا فرض بنتا ہے۔ اور یہ کوئی بے جا کی ذمہ داری نہ ہوگی کہ نیابت کا یہی تصور ہے۔ خالق کائنات نے یہ حق دیا ہے اور خالق کی رضا کو عمل میں ڈھالنا اسلامی حکومت کا فرض ہوتا ہے اسی لئے ترغیب و تحریک سے قومی دولت کی واپسی کا مطالبہ کرنا عین اسلامی ضابطہ ہے تاکہ ہر ایک گروہ میں ارتکاز دولت کو یوں پھیلا دیا جائے کہ نظام ربوبیت کا نفاذ ہوسکے۔

ہوسکتا ہے یہ سوال ذہن میں ابھرے کہ کیا یہ تحریک و ترغیب ہی کا عمل ہے اور اگر "سرمایہ دار" اپنے سرمایہ کو اپنے اندر ہی محدود گردش سے محفوظ رکھنا چاہیں تو کیا اخلاقی اپیل یا رحم و کرم کی بھیک پر ہی اکتفا کرنا ہوگا اس سلسلے میں حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ کا عمل بڑا واضح ہے اور تاریخ اسلام کا دور راشد اس کے حکما" نفاذ کی مثال پیش کرتا ہے۔ مانعین زکاۃ سے جنگ اس بات کا ثبوت ہے کہ جب حقوق ادا نہ کئے جائیں تو حکومت کو عملی اقدام کرنا ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ایسے موقعوں پر طاقت کا استعمال بھی جائز ہوگا۔ فرمایا "**توخذ من اغنیاء لھم فترد فی فقرا لھم**" (صحیح مسلم، کتاب الایمان) یعنی ان کے امیروں سے لیا جائے گا اور ان کے غریبوں کو لوٹا دیا جائے گا۔ معاشی تحفظ کی فراہمی قوم کا حق اور حکومت کا فرض ہے۔ وسائل کی دریافت اور عدل کی بنیاد پر اس کی تقسیم جاری رہنا چاہیے اس سے معاشی اضطراب پیدا نہیں ہوتا جو پرسکون اور آسودہ زندگی کے لئے ضروری ہے۔

نظام معیشت میں محنت کا تعین وقار انسانی سے مربوط ہے۔ محنت کش کو یہ یاد دلایا گیا کہ "**خیر الکاسب العامل اذا نصح**" کہ کسب خیر اس محنت کش کے لئے ہے جس کے پیش نظر خیرخواہی ہو۔ یعنی معاوضہ شرط معاہدہ کے مطابق اور محنت تقاضائے مل کے مطابق، مقصود بہرحال تعمیر و خیرخواہی ہو۔ ہر فرد معاشرہ محنت کش ہے وہ کسی نہ کسی حوالے سے محنت کا مکلف ہے اس لئے کوئی شعبہ حیات بھی پسند کیا جائے اس میں رزق حلال کی خواہش رکھی جائے اور ہر شعبہ حیات کو احترام دیا جائے کہ محنت کسی حال میں بھی بے توقیر نہیں ہوتی۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی برتر حیثیت اور رفعت شان کے باوجود نہ کدال اٹھانے میں عار محسوس کی اور نہ پیوند لگانے میں۔ اسی طرح محنت کش کو اپنی ذات کا معتبر حوالہ عطا کر دیا۔ سربراہ ریاست کی حیثیت سے خصوصی مراعات کا تقاضا نہ کیا اور تقسیم کار میں عدل و مساوات کو راہنما اصول قرار دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے متعدد اصول متعین فرمائے جن میں معاشی آسودگی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ پوری ریاست میں سکونت کے مسئلہ کو یوں حل فرما دیا کہ کوئی بے گھر نہ رہا۔ قطائع کے زیرعنوان قطعات کی تقسیم کا حال تاریخ اسلام کا روشن باب ہے۔ ایک گھر سب کے لئے اور زائد کسی کے لئے بھی نہیں۔ اور قطعات کو مقامی تقاضوں سے مربوط کیا تاکہ حالات سے صرف نظر نہ ہو۔ رہا سرکاری ملازمین کا

Marfat.com

مسئلہ تو ان کے لئے بھی ایک گھر ہی پر اصرار کیا گیا۔ ہاں مختلف مراکز پر عارضی رہائش کا اہتمام بھی ہوا کہ فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے دوسرے شہروں میں بھی قیام کرنا ہوتا تھا مگر یہ عارضی قیام حق ملکیت کا موجب نہ تھا۔ تعیناتی میں تبدیلی کے ساتھ ہی مکان خالی کرنا ہوتا تھا۔ کفالت کے لئے ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ اہل منصب کسی معاشی گھٹن کا شکار نہ ہو اور ناجائز ذرائع پر اعتماد نہ کرنے لگے اور اگر پھر بھی کسی نے ایسی جسارت کی تو سختی سے پابند آداب بنایا گیا۔ ایک عامل نے جب مال غنیمت پیش کیا تو کچھ علیحدہ رکھ لیا، پوچھا یہ کیوں، تو کہا غنیمت کا مال تو میں نے حاضر کر دیا ہے یہ مال لوگوں نے محبت سے مجھے تحفہ دیا تھا۔ رحمت عالمین ﷺ نے اس استدلال اور توجیہ کو پسند نہ فرمایا اور تہدیداً" فرمایا جاؤ اپنی ماں اور باپ کے گھر بیٹھ جاؤ پھر بتانا کون تحفہ لاتا ہے۔ واضح کر دیا گیا کہ اصحاب منصب کے تحائف ذاتی نہیں ہوتے منصب کے حوالے سے ہوتے ہیں اس لئے ان کو اپنا قرار دینا دیانت دارانہ طرز عمل نہیں۔

نظام معیشت میں وصولیوں کا نظام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کبھی تو حکام کی بدعملی، کاہلی اور بدی کی قوتوں سے نباہ کی بنا پر محاصل میں کمی آتی ہے اور کبھی تخمینہ کاری کی نارسائی غیر متوازن کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تخمینہ کاری کا ایک مستقل محکمہ تشکیل دیا تھا جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا کام تھا کہ آمدنی کے ذرائع، حصول کی کمیت اور برداشت کی حیثیت متعین کرتے اور اس کی اساس پر حکومتی واجبات کی حدبندی کرتے۔ یہ نظام بڑے مستحسن طریق سے جاری رہا لیکن ایک مرتبہ شکایت کا موقعہ ملا حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو اہل تبوک نے شکایت کی کہ ہم پر محاصل کا طاقت سے بڑھ کر بوجھ لادا گیا ہے۔ آپؐ نے ان کی شکایت کو نہایت خندہ پیشانی سے سنا اور فرمایا میں خود تخمینہ لگاتا ہوں۔ چنانچہ تخمینہ کاری کا پورا عمل آپ کی زیر نگرانی دوبارہ عمل کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ شکایت درست تھی۔ کتنا زیادہ وصول کیا گیا اس کا بھی حساب ہوا اور آخر آپؐ نے بیس وسق کے حساب سے شکایت کنندگان کو لیا ہوا

Marfat.com

مسئلہ تو ان کے لئے بھی ایک گھر ہی پر اصرار کیا گیا۔ ہاں مختلف مراکز پر عارضی رہائش کا اہتمام بھی ہوا کہ فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے دوسرے شہروں میں بھی قیام کرنا ہوتا تھا مگر یہ عارضی قیام حق ملکیت کا موجب نہ تھا۔ تعیناتی میں تبدیلی کے ساتھ ہی مکان خالی کرنا ہوتا تھا۔ کفالت کے لئے ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ اہل منصب کسی معاشی گھٹن کا شکار نہ ہو اور ناجائز ذرائع پر اعتماد نہ کرنے لگے اور اگر پھر بھی کسی نے ایسی جسارت کی تو سختی سے پابند آداب بنایا گیا۔ ایک عامل نے جب مال غنیمت پیش کیا تو کچھ علیحدہ رکھ لیا، پوچھا یہ کیوں، تو کہا غنیمت کا مال تو میں نے حاضر کر دیا ہے یہ مال لوگوں نے محبت سے مجھے تحفہ دیا تھا۔ رحمت عالمین ﷺ نے اس استدلال اور توجیہ کو پسند نہ فرمایا اور تہدیدا" فرمایا جاؤ اپنی ماں اور باپ کے گھر بیٹھ جاؤ پھر بتانا کون تحفہ لاتا ہے۔ واضح کر دیا گیا کہ اصحاب منصب کے تحائف ذاتی نہیں ہوتے منصب کے حوالے سے ہوتے ہیں اس لئے ان کو اپنا قرار دینا دیانت دارانہ طرز عمل نہیں۔

نظام معیشت میں وصولیوں کا نظام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کبھی تو حکام کی بدعملی، کاہلی اور بدی کی قوتوں سے نباہ کی بنا پر محاصل میں کمی آتی ہے اور کبھی تخمینہ کاری کی نارسائی غیر متوازن کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تخمینہ کاری کا ایک مستقل محکمہ تشکیل دیا تھا جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا کام تھا کہ آمدنی کے ذرائع، حصول کی کمیت اور برداشت کی حیثیت متعین کرتے اور اس کی اساس پر حکومتی واجبات کی حدبندی کرتے۔ یہ نظام بڑے مستحسن طریق سے جاری رہا لیکن ایک مرتبہ شکایت کا موقعہ ملا حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو اہل تبوک نے شکایت کی کہ ہم پر محاصل کا طاقت سے بڑھ کر بوجھ لادا گیا ہے۔ آپؐ نے ان کی شکایت کو نہایت خندہ پیشانی سے سنا اور فرمایا میں خود تخمینہ لگاتا ہوں۔ چنانچہ تخمینہ کاری کا پورا عمل آپ کی زیرنگرانی دوبارہ مکمل کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ شکایت درست تھی۔ کتنا زیادہ وصول کیا گیا اس کا بھی حساب ہوا اور آخر آپؐ نے بیس وسق کے حساب سے شکایت کنندگان کو دیا ہوا

Marfat.com

مسئلہ تو ان کے لئے بھی ایک گھر ہی پر اصرار کیا گیا۔ ہاں مختلف مراکز پر عارضی رہائش کا اہتمام بھی ہوا کہ فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے دوسرے شہروں میں بھی قیام کرنا ہوتا تھا مگر یہ عارضی قیام حق ملکیت کا موجب نہ تھا۔ تعیناتی میں تبدیلی کے ساتھ ہی مکان خالی کرنا ہوتا تھا۔ کفالت کے لئے ضرورتوں کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ اہل منصب کسی معاشی گھٹن کا شکار نہ ہو اور ناجائز ذرائع پر اعتماد نہ کرنے لگے اور اگر پھر بھی کسی نے ایسی جسارت کی تو سختی سے پابند آداب بنایا گیا۔ ایک عامل نے جب مال غنیمت پیش کیا تو کچھ علیحدہ رکھ لیا' پوچھا یہ کیوں' تو کہا غنیمت کا مال تو میں نے حاضر کر دیا ہے یہ مال لوگوں نے محبت سے مجھے تحفہ دیا تھا۔ رحمت عالمین ﷺ نے اس استدلال اور توجیہ کو پسند نہ فرمایا اور تہدیداً" فرمایا جاؤ اپنی ماں اور باپ کے گھر بیٹھ جاؤ پھر بتانا کون تحفہ لاتا ہے۔ واضح کر دیا گیا کہ اصحاب منصب کے تحائف ذاتی نہیں ہوتے منصب کے حوالے سے ہوتے ہیں اس لئے ان کو اپنا قرار دینا دیانت دارانہ طرز عمل نہیں۔

نظام معیشت میں وصولیوں کا نظام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کبھی تو حکام کی بد عملی' کاہلی اور بدی کی قوتوں سے نباہ کی بنا پر محاصل میں کمی آتی ہے اور کبھی تخمینہ کاری کی نارسائی غیر متوازن کر دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تخمینہ کاری کا ایک مستقل محکمہ تشکیل دیا تھا جس کے سربراہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ کا کام تھا کہ آمدنی کے ذرائع' حصول کی کمیت اور برداشت کی حیثیت متعین کرتے اور اس کی اساس پر حکومتی واجبات کی حدبندی کرتے۔ یہ نظام بڑے مستحسن طریق سے جاری رہا لیکن ایک مرتبہ شکایت کا موقعہ ملا حضور اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تو اہل تبوک نے شکایت کی کہ ہم پر محاصل کا طاقت سے بڑھ کر بوجھ لادا گیا ہے۔ آپؐ نے ان کی شکایت کو نہایت خندہ پیشانی سے سنا اور فرمایا میں خود تخمینہ لگاتا ہوں۔ چنانچہ تخمینہ کاری کا پورا عمل آپ کی زیر نگرانی دوبارہ مکمل کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ شکایت درست تھی۔ کتنا زیادہ وصول کیا گیا اس کا بھی حساب ہوا اور آخر آپؐ نے بیس وسق کے حساب سے شکایت کنندگان کو لیا ہوا

Marfat.com

مال واپس لوٹا دیا اور ثابت کر دیا کہ اسلامی نظام معیشت میں عدل ہوتا ہے۔ صرف محصول کی فراہمی مقصود نہیں ہوتی اس سے حکومتی جبر کے راستے بند ہو گئے اور شہریوں کو سکون کی دولت نصیب ہوئی۔

نظام معیشت کے جس جس پہلو کا بھی جائزہ لیا جائے حضور اکرم ﷺ کی عملی راہنمائی موجود ہے۔ آپؐ نے چند سالوں ہی میں اس جزیرہ نمائے عرب کو معاشی خودکفالت کا اہل بنا دیا جو ہمیشہ دوسروں کے نذرانوں اور نوازشوں پر پلتا تھا۔ عصر حاضر میں کامیابی اور کامرانی کے لئے ضرورت صرف اس چشمہ فیض سے متمتع ہونے کے لئے ایک عزم صادق کی ہے۔ عزم صادق ہو تو مسدود راستے بھی استقبال کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وطن عزیز میں نبوی نظام معیشت کے احیاء کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کے نفاذ کے لئے عملی اقدام کا حوصلہ دے۔ آمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہربانی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مولانا محمد صدیق ہزاروی

انسانی زندگی چونکہ ایک معاشرتی زندگی ہے اس لئے باہم ملاقات اور میل جول اس کا لازمی جزو ہے- یہ فطرت و جبلت انسانی کا تقاضا بھی ہے اور باہمی محبت کے فروغ کا ذریعہ بھی-

بنابریں جو آدمی کسی کے ہاں ملاقات کی غرض سے جاتا ہے وہ فطرتی تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ باہمی ملاقات کا سلسلہ نسل انسانیت کے آغاز سے ہی جاری ہے- دوسرے آدمی سے ملاقات کی غرض سے جانے والے شخص کو مہمان کہا جاتا ہے حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کے لئے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے سے ہو یا نہ ہو' جو ہمارے اپنے ہی محلے یا شہر سے ملنے کے لئے آئے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں اس کی خاطر تواضع کرو لیکن دعوت نہیں اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لئے ہمارے پاس آئے وہ بھی مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ یا فتوی والے آتے ہیں- تو یہ یہ حاکم یا مفتی کے مہمان نہیں-" (1)

چونکہ مہمان اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اور اپنا کرایہ خرچ کرکے کسی شخص کے پاس محض اس کی ملاقات کے لئے جاتا ہے جو اس کے خلوص اور محبت کی علامت

Marfat.com

ہے کوئی دینوی غرض سے اس کے پیش نظر نہیں ہوتی اس لئے میزبان کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان کے لئے حتی المقدور ضیافت کا اہتمام کرے۔

مہمان نوازی' ضیافت یا میزبانی اخلاق عالیہ میں شامل ہے اس اعتبار سے یہ حکم شرعی کی محتاج یا اس پر مبنی نہیں اگرچہ اسلامی شریعت میں اس کی تاکید کی گئی اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے امت مسلمہ کو اس کی ترغیب دی گئی ہے اس طرح اس کی عظمت دوچند ہو گئی۔

بعثت نبوی سے پہلے جب اہل عرب احکام شریعت سے نابلد تھے اس وقت وہ جہاں بے شمار خرابیوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے وہاں وہ بہت سی خوبیوں اور اخلاق عالیہ کے بھی حامل تھے بالخصوص سخاوت و فیاضی اور مہمان نوازی ان کا طرہ امتیاز تھی۔ حضرت پیر کرم شاہ الازہری' "بلورغ الارب جلد اول ص 78" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "جزیرہ عرب کا اکثر حصہ لق و دق صحراؤں اور ریگستانوں پر مشتمل تھا۔ بارش بھی بہت کم مقدار میں برستی تھی اور معیشت کے دیگر ذرائع کا بھی فقدان تھا اس لئے اہل عرب کی معاشی حالت اس وقت بڑی ناگفتہ بہ تھی لیکن اس غربت و ناداری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سخاوت و فیاضی کی جو صفت ان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی تفصیلات پڑھ کر انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ان کے اشعار کا بہترین حصہ وہ ہے جس میں انہوں نے اپنی فیاضیوں کا ذکر کیا ہے ان کا یہ دستور تھا کہ رات کو اونچے ٹیلوں پر آگ روشن کر دیتے تاکہ اگر رات کے وقت کسی مسافر کا وہاں سے گزر ہو تو وہ اس کو دیکھ کر ان صحرا نشین بدوؤں کے خیموں تک پہنچ سکے اور جب کوئی بھٹکا ہوا مسافر آدھی رات کے وقت ان کے ہاں پہنچ جاتا تو اس کی خاطر مدارت کی وہ حد کر دیتے ایک

Marfat.com

شاعر اپنے غلام سے کہتا ہے:

او قد فان اللیل لیل قر
وریح یا واقد ریح صر
عل یری نارک من یمر
ان جلبت ضیفا فانت حر

اے واقد! اونچے ٹیلے پر آگ جلا کیونکہ رات بہت ٹھنڈی ہے اور سرد ہوائیں چل رہی ہیں شاید کوئی گزرنے والا تیری آگ دیکھ لے اگر اس آگ نے کسی مہمان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو تو آزاد ہوگا۔ (2)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ قصی نے حجاج کرام کے لئے دعوت و ضیافت کا طریقہ جاری کیا قریش ہر سال حج کے موقعہ پر اپنے مال میں سے ایک حصہ نکال کر حضرت قصی کو دیتے اور وہ اس کے ذریعے ان حجاج کرام کے لئے کھانا تیار کرتے جن کے پاس زاد راہ نہ ہوتا۔ حضرت قصی قریش کو اس بات کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یا معشر قریش انکم جیران اللہ واھل بیتہ و اھل الحرم وان الحجاج ضیف اللہ وزوار بیتہ و ھم احق الضیف بالکرامہ فاجعلوا لھم طعاما و شرابا ایام الحج حتی یصدر وامنکم۔ (3)

اے قریش کے گروہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے پڑوسی اس کے گھر والے اور اہل حرم ہو اور بلاشبہ حجاج اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اس کے گھر کی زیارت کرنے والے ہیں اور وہ اعزاز کے سب سے زیادہ لائق مہمان ہیں پس ان کی واپسی تک ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرو۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے والد حضرت عمرو (ہاشم) نہایت اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز اور فیاض تھے۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑ گیا تو اس موقعہ پر حضرت عمرو (ہاشم) نے شوربے میں روٹیاں چورا کرکے لوگوں کو کھلائیں اسی وجہ سے آپ کا نام ہاشم (چورا کرنے والا) پڑ گیا۔ آپ کی اس فیاضی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک شاعر لکھتا ہے۔

عمرو العلا هشم الثريد لقومه

ورجال مكه مسنتون عجاف

بلند مرتبہ عمرو (ہاشم) نے اپنی قوم اور تمام اہل مکہ کو ثرید بنا کر کھلایا اور مکہ مکرمہ کے لوگ اس وقت قحط کی وجہ سے لاغر ہو چکے تھے۔

خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے بھی نہایت سخی اور مہمان نواز تھے اور یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ جذبہ سخاوت مہمان نوازی کے لئے ضروری ہے جو شخص مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہو اور جود و سخا اس کے پاس بھی پھٹکا تک نہ ہو وہ مہمان نوازی نہیں کر سکتا۔

امام ابو زہرہ مصری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قد كان الجواد خلقه قبل البعث كما اسلم من بعد البعث اذ كل شي فيه قد ازداد خيرا ولقد قالت خديجه رضى الله عنها انك تحمل الكل و تكسب المعدوم

بعثت سے پہلے بھی آپ میں سخاوت کا خلق موجود تھا جس طرح بعثت کے بعد بھی آپ میں مسلسل یہ وصف رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں جو اچھی خوبیاں رکھی تھیں وہ ہمیشہ بڑھتی رہیں۔

Marfat.com

چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ناداروں کا بوجھ اٹھاتے اور محروم طبقہ کے لئے کماتے ہیں۔ (4)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ سخاوت (جو مہمان نوازی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے) اور مہمان نوازی دونوں باتیں اخلاق عالیہ میں شمار ہوتی ہیں اور انسانی فطرت سے ان کا گہرا تعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب باوجود دیگر بے شمار خرابیوں کے فطری اور جبلی طور پر مہمان نواز بھی تھے اور سخی بھی۔

اس اہم تمہیدی گفتگو کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کا جائزہ لینے سے پہلے چند دیگر بنیادی امور کا ذکر ضروری ہے۔

1۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم کے مالک تھے ارشاد خداوندی ہے:

انک لعلی خلق عظیم (5)

اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اخلاق کے عظیم منصب پر فائز ہیں۔

اور سطور بالا میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مہمان نوازی اخلاق عالیہ میں سے ایک اہم خلق ہے لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مہمان نواز تھے اور اس وصف عالی میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔

2۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کے لئے مبعوث ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (6)

بے شک مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

اور جب مہمان نوازی اخلاق حسنہ کا ایک شعبہ ہے تو بطور نبی اور رسول' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مہمان نوازی کے مبلغ و معلم ہی نہ تھے' خود اس پر عمل پیرا بھی تھے۔

Marfat.com

3۔ چونکہ مہمان نوازی کی بنیاد جود و سخا ہے اور جو شخص جتنا بڑا سخی ہوگا اسی قدر وہ مہمان نوازی کے وصف سے بھی موصوف ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جود حقیقی یہ ہے کہ بغیر غرض اور عوض کے ہو اور یہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفت ہے جس نے کسی غرض اور عوض کے بغیر تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں اور تمام حسی اور عقلی کمالات خلائق (مخلوق) پر اضافہ کئے (عطا کئے) اللہ تعالیٰ کے بعد اجود الا جودین (سب سے زیادہ سخی) اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (7)

حدیث شریف میں ہے کہ جب آپؐ سے کوئی سوال کیا جاتا تو آپؐ اس کے جواب میں لفظ "لا" (نہیں) نہ فرماتے۔ (8)

مطلب یہ کہ اگر آپ کے پاس ہوتا تو عطا فرما دیتے اور نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے یا وعدہ فرماتے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو شخص اس قدر جواد ہو وہ اعلیٰ درجہ کا مہمان نواز بھی ہوگا۔

یہی نہیں بلکہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی ایک تاریخی حقیقت ہے کہا جاتا ہے کہ آپ راستے میں بیٹھ کر مہمان کے منتظر رہتے تھے اور جب تک کسی کو مہمان نہ بنا لیتے تنہا کھانا تناول نہ فرماتے۔ قرآن پاک میں آپ کی مہمان نوازی کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے ارشاد خداوندی ہے:

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم المكرمين اذ دخلوا عليه فقالوا سلما قال سلم قوم منكرون فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين (9)

کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمان کی خبر

Marfat.com

نہیں آئی جب وہ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے سلام کیا
آپ نے فرمایا تم پر سلام ہو یہ تو ناآشنا لوگ ہیں پھر آپ اپنے
گھر تشریف لے گئے اور ایک موٹا تازہ بچھڑا (بھنا ہوا) لائے۔

چونکہ یہ مہمان فرشتے تھے جو انسانی شکل میں آئے تھے اس لئے انہوں نے کھانا نہیں کھایا لیکن اتنی بات تو واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے مہمان نواز تھے کہ آپ نے ان (مہمانوں) کے لئے ایک عمدہ اور موٹا تازہ بچھڑا ذبح کیا۔

ان واقعات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ مہمان نوازی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاندانی ورثے میں ملی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں مہمان نوازی کے بہت سے اسباب جمع ہونے کی وجہ سے آپ اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز تھے اور اس میدان میں آپ سبقت لے گئے تھے۔

چونکہ آپ کی مہمان نوازی ہر قسم کی غرض اور عوض سے پاک تھی اس لئے آپ مسلمانوں اور کافروں نیز امیروں اور غریبوں سب کے لئے یکساں مہمان نواز تھے۔

مسلمانوں کی طرح کفار بھی آپ کی مہمان نوازی سے مشرف ہوتے بلکہ جو کافر آپ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرتا وہ آپ کے حسن سلوک سے اس قدر متاثر ہوتا کہ وہ اپنے گھر لوٹنے سے پہلے دولت ایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک کافر' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہوا آپ کے حکم سے اس کے لئے ایک بکری کا دودھ دوہا گیا تو وہ اسے پی گیا پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا تو وہ اسے بھی پی گیا حتیٰ کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح اٹھا تو اس نے اسلام قبول کرلیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے لئے بکری کا دودھ دوہا جائے چنانچہ اس نے وہ دودھ پی لیا جب دوسری بکری کو دوہا گیا تو وہ اس کا دودھ نہ پی سکا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن ایک انتڑی سے پیتا ہے اور

Marfat.com

کافر سات انتڑیوں میں پیتا ہے۔ (10)

مہمان نوازی کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ مہمان سات بکریوں کا دودھ پی گیا لیکن میزبان کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی حالانکہ وہ دینی اعتبار سے مخالف اور دشمن بھی ہے۔

جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپؐ نے ان کو خود اپنے ہاں مہمان بنایا اور بنفس نفیس ان کی خدمت کی (11)

کبھی ایسا ہوتا کہ آپؐ کے ہاں مہمان آتا اور جو کچھ گھر میں موجود ہوتا وہ مہمان کی نذر ہو جاتا اور تمام اہل خانہ فاقہ گزارتے۔ (12)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی کا عالم یہ تھا کہ آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی خبرگیری کرتے تھے۔ (13)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کے سلسلے میں جہاں اپنا اسوہ حسنہ پیش فرمایا وہاں امت کو اس کی تعلیم بھی دی۔

حضرت ابو شریح کعبیؓ فرماتے ہیں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا احترام کرے اس کی مہمانی ایک دن اور رات ہے۔ دعوت تین دن ہے اور اس کے بعد وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کے پاس ٹھہرا رہے حتی کہ اسے ملال میں ڈالے"۔ (14)

اس حدیث میں آپ نے مہمان نوازی کی ترغیب دینے کے ساتھ ساتھ اس کے آداب بھی بیان فرمائے اور مہمان کی ذمہ داری کو بھی واضح کیا۔ آپؐ نے بتایا کہ مہمان کے لئے ایک دن رات (حسب طاقت) پرتکلف کھانے کا اہتمام کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص محض ملاقات کے لئے آتا ہے وہ ایک دن رات سے زیادہ نہیں ٹھہرتا لہٰذا وہ مہمان ہے اور اس کی ضیافت ضروری ہے لیکن جب وہ

Marfat.com

اس کے بعد ٹھہرا رہتا ہے تو یقیناً" اسے کوئی کام ہوگا یا کسی اور مقصد کے تحت وہ میزبان کے گھر میں پناہ لے رہا ہے۔ کیونکہ ملاقات کا مقصد تو حاصل ہوگیا۔

لہٰذا اب وہ ضیافت کا مستحق نہیں البتہ جو کچھ گھر میں پکے اسے کھلا دیا جائے۔

آپؐ نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ تین دن سے زیادہ کسی کے گھر ٹھہرنا مناسب نہیں کیونکہ اب جو کچھ وہ کھائے گا وہ صدقہ ہے اور صدقہ کا استحقاق غرباء و مساکین کو ہوتا ہے۔ بلکہ آپؐ نے واضح الفاظ میں تنبیہہ فرمائی کہ زیادہ ٹھہرنے سے گھر والے پریشان ہوسکتے ہیں ہوسکتا ہے وہ شرم کے مارے یا رکھ رکھاؤ کی وجہ سے مہمان کو دل کی بات نہ بتا سکیں لیکن وہ اس کی وجہ سے پریشان ہوں لہٰذا زیادہ دیر وہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح دیگر اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں بے مثل اور یکتا ہیں اسی طرح مہمان نوازی میں بھی آپ کا کوئی ثانی اور ہم پلہ نہیں ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ حسنہ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ نبیہ الکریم۔

تعلیمات

1۔ مراۃ شرح مشکوۃ جلد 6 ص 54 از حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

2۔ ضیاء النبی جلد اول ص 289 از حضرت پیر کرم شاہ الازہری

3۔ خاتم النبیین جلد اول ص 91' امام ابو زہرہ مصری

4۔ خاتم النبیین جلد اول ص 215' امام ابو زہرہ مصری

5۔ قرآن مجید (4,68)

6۔ کنزالعمال جلد 3 ص 18 حدیث 5217

7۔ سیرت رسول عربی ص 329 از علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

8_ صحیح بخاری جلد 2 ص 892 باب حسن الخلق والسخاء
9_ قرآن مجید (26,51)
10_ صحیح مسلم جلد 2 ص 186 باب المومن یاکل فی معی واحد
11_ شفاء شریف اردو اوزل ص 195 از قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
12_ سیرت النبی جلد 2 ص 15 از مولانا شبلی نعمانی
13_ ایضاً
14_ مشکوٰۃ شریف ص 368 باب الضیافت فصل اول حدیث 2

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امن و سلامتی

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

"امن و سلامتی" کے الفاظ بظاہر دو ایسے سادہ سے الفاظ ہیں جن کو ہم ہر روز بیسوں مرتبہ استعمال کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ میں ایک جہاں رنگ و بو، اور ایک "عالم ہو شربا" پنہاں ہیں۔ یہ الفاظ گاڑی کے دو پہیے ہیں جن پر زندگی کی گاڑی رواں دواں رہتی ہے اور اگر ان میں کوئی ایک پہیہ مخدوش ہو جائے تو زندگی کی گاڑی ڈانواں ڈول ہو جاتی ہے۔ اہل لغت کے نزدیک "امن ـــ خوف کی ضد (Opposite) اور "سلامتی" عافیت کا مفہوم رکھتی ہے (1)۔ نامور امام لغت راغب الاصفہانی فرماتے ہیں:

اصل الامن طمانیہ النفس و زوال الخوف (2)

اصل میں امن نفس کے اطمینان اور خوف کا زائل ہونے سے عبارت ہے۔

جبکہ لفظ السلامتہ (یا سلامتی) کے معنی:

ظاہری اور باطنی آفات سے انسان کا محفوظ ہونا ہے۔ (3)

اپنی ذات کی حفاظت و سلامتی کا یہ احساس و جذبہ جب درجہ بدرجہ اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان تک پہنچا ہے، تو یہاں آ کر وہ ایک "معاشرے" اور ایک "قوم کا روپ" دھار لیتا ہے۔ یہاں "امن" اور "سلامتی" قابل تقسیم نہیں رہتی بلکہ معاشرے کی وحدت اور اکائی کی علامت بن جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں ایک انسان یا

Marfat.com

معاشرے کے کسی ایک فرد کی سلامتی تمام قوم و ملت کی سلامتی ہے اور ایک انسان یا ایک فرد کی ہلاکت پوری قوم اور پوری ملت کی ہلاکت بن جاتی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جو کسی کو ناحق قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے۔ اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا" (4)۔

انسانی زندگی میں "امن و سلامتی" کی اس اہمیت کے پیش نظر ہمیشہ سے انسانیت کی ایسے نجات دھندہ اور کسی ایسی ہستی کی منتظر رہی ہے جو اسے حقیقی امن و سلامتی سے ہم کنار کر دے۔ جو اس کی گلیوں اور بازاروں کو امن و سلامتی کے نعروں سے نہیں بلکہ اس کی مثالوں سے بھر دے۔ جو اس کے شہروں' قصبوں اور راستوں کو اس کی شاہراہ امین بنا دے۔

اس بارے میں سائنس دانوں اور مؤرخین کے مابین اختلاف ہے کہ انسان کب سے اس کرہ ارض پر موجود ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ انسان لگ بھگ ایک ملین (دس لاکھ سال) سے اس کرہ ارض پر آباد ہے۔ اس میں جو بات ہمارے مطلب کی ہے وہ یہ ہے کہ ان ایک ملین سالوں میں انسان کی زندگی میں شاید ایک رات یا ایک دوپہر بھی ایسی نہیں آئی جب اس نے اپنے اس نجات دھندہ یا اپنے مسیحا کا انتظار نہ کیا ہو۔ اس عرصے میں گو اللہ تعالیٰ کے ہزاروں پاکباز نبی اور معصوم پیغمبر آئے جنہوں نے دنیا کو نیکی' راست بازی اور سچائی کا درس دیا' انہوں نے دنیا سے ظلم و جور کو مٹانے کے لئے اپنی حد تک پوری جدوجہد اور تگ و دو بھی کی' مگر دنیا میں تاریکی اور ظلم و جہالت اتنی تھی کہ امن و سلامتی کی بحالی کے لئے ان تمام بزرگوں کی کوششیں کچھ زیادہ بار آور نہ ہو سکیں۔ قدرت نے یہ شرف اور یہ سعادت اس نور مبین اور رحمت اللعالمین کے حق میں لکھ رکھی تھی جس نے فاران کی چوٹیوں اور

Marfat.com

پہلوے حضرت آمنہ سے طلوع کر کے دنیا کو امن و سلامتی سے بھرنا تھا' بقول حالی:

ھوئے پہلوئے آمنہ سے ھویدا
دعائے خلیل و نوید مسیحا

آپؐ جب دنیا میں تشریف لائے--- اس وقت کی دنیا کے نقشے پر ایک نظر ڈالی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس دنیا میں اس وقت بعض بڑے بڑے متمدن اور مہذب ملک بھی تھے' اور بڑے بڑے غیر مہذب اور غیر متمدن مملکتیں اور ریاستیں بھی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مہذب علاقے اور کسی متمدن علاقے میں مبعوث فرماتے تو کہنے والے کہہ سکتے تھے کہ ان علاقوں اور ان ملکوں میں ریاستی اور شہری امن کی بحالی اور انسانی جان و مال کی سلامتی---- اس تعلیم و تربیت اور تہذیبی اور تمدنی شعور کی بنا پر ہے جو آپؐ سے پہلے اس علاقے میں موجود تھا--- قدرت نے آپؐ کو ایسے علاقے میں مبعوث فرمایا جس میں تہذیب و تمدن نام کی کوئی شے بھی موجود نہ تھی۔ اس معاشرے کا ہر ایک فرد دوسرے سے برسرپیکار تھا۔ جانور چرانے پر جو لڑائی شروع ہوتی تھی وہ برسوں جاری رہتی تھی۔ ایک معمولی واقعہ ایسی ایسی خوفناک جنگوں کا سبب بن جاتا تھا' جن میں ہزارہا قیمتی جانیں تلف ہو جاتی تھیں۔

ایسے خطے میں امن قائم کرنا اور جان و مال اور عزت و ناموس کی سلامتی کا کامیاب تصور اور نظریہ دینا' کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر یہ سب دنیا نے دن کی روشنی میں اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا اور اس کو پیغمبر امن و سلامتی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تصور کر کے اس کے سامنے اپنے سر جھکا دیے۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس "امن و سلامتی" کی بحالی کی بہت عرصے پہلے پیش گوئی فرما دی تھی۔ آپؐ نے نامور صحابی حضرت عدی بن حاتم کی مدینہ منورہ آنے کے موقع پر ان سے فرمایا تھا:

"کیا تو نے الحیرۃ (یمن کا ایک مشہور شہر) دیکھا ہے' میں نے عرض کیا' میں کبھی وہاں گیا تو نہیں' مگر مجھے اس کے محل وقوع کا

Marfat.com

> پتہ ہے' فرمایا بہت جلد ایک سوار عورت کسی شخص کی معیت کے بغیر' گھر سے چلے گی اور (بلاخوف و خطر) بیت اللہ شریف کا طواف کرے گی اور ہمارے لیے کسری بن ھرمز کے خزانے کھول دیے جائیں گے میں نے کہا کیا کسری بن ھرمز کے؟ فرمایا ہاں کسری بن ھرمز کے اور دنیا کا مال اتنا پھیل جائے گا کہ لوگ ایسے شخص کو تلاش کیا کریں گے جو ان کے صدقہ و زکواۃ کا مال قبول کرے۔ عدی کہتے ہیں کہ میں نے ابتدائی دو باتیں یعنی عورت کے تنہا سفر کرنے اور کسری کے خزانوں والی نشانیاں تو دیکھ لی ہیں اور میں اس پہلے سوار دستے میں شامل تھا جس نے سب سے پہلے کسری کے خزانوں پر حملہ کیا تھا اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ جلد تیسری نشانی بھی پوری ہوگی (5)۔

مگر یہ سب کچھ راتوں رات نہیں ہوا گو اللہ تعالی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر ایسا کرسکتے تھے' مگر ان کے لئے رحمت مجسم ﷺ نے دن رات محنت اور جدوجہد کی آپ نے دنیا کو خطہ امن اور گہوارہ سلامتی بنانے کے لئے خود بے آرامی گزارہ فرمائی۔ دوسروں کو سکھ اور چین کی نیند سلانے کے لئے آپ راتوں کو جاگتے اور دنوں کو بے آرام ہوتے رہے اور برسوں کی محنت اور تگ و دو کے بعد یہ منزل حاصل ہوئی۔ اور دنیا صحیح معنوں میں امن و سلامتی کا گہوارہ بن گئی۔ یہ منزل کیسے حاصل ہوئی اس کی تفصیل کا نہ تو یہ موقع ہے اور نہ اس کی گنجائش البتہ انتصار کے ساتھ اس کے چند نکات کا ذکر درج ذیل ہے:

1۔ امن و سلامتی کا نظریہ:

قرآن و سنہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی تمام بنیادی ضروریات مثلاً

Marfat.com

پانی٬ ہوا اور مناسب ماحول کی فراہمی وغیرہ کی طرح "امن و سلامتی" کا خزانہ اللہ ہی کے پاس ہے اللہ تعالیٰ کے مجموعہ صفات میں اسلام اور امن کی صفات بھی شامل ہیں۔

"اسلام" کے لغوی معنی ہیں: سلامتی دینے والا٬ اور المومن کا مطلب ہے٬ امن عطا فرمانے والا

اللہ تعالیٰ خود بھی سلام یعنی سلامتی اور امن عطا فرمانے والا ہے اور بندوں کو بھی اسی "امن و سلامتی والے راستے میں دارالسلام (امن و سلامتی والے گھر) کی دعوت دیتا ہے:

اور اللہ تعالیٰ سلامتی والے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے (6)۔

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے امن و سلامتی کے لئے جو پروگرام عطا فرمایا۔ اس کا نام اسلام ہے۔ جس کے معنی بقول علامہ راغب الاصفہانی یہ ہیں:

"اسلام سلامتی میں داخل ہونا ہے٬ جس سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے تکلیف اور اذیت رسانی سے محفوظ ہو جائے" (7)۔

اور اپنے اس پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ہے:

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا" (8)۔

اللہ تعالیٰ نے امن و سلامتی کا یہ خزانہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو عموماً" اور خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر مرحمت فرمایا۔ آپؐ دنیا کی طرف مبعوث ہونے والے آخری نبی اور دنیا کے پہلے "مسلم" (صاحب اسلام) ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کہہ دیجئے کہ میری نماز٬ میری عبادت٬ میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی

Marfat.com

بارے میں خود کو مامون تصور کریں"۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لا یامن الذی لا یامن جارہ بوائقہ (13)

"وہ شخص مومن ہی نہیں' کہ جس کی شرارتوں سے اس کے ہمسائے محفوظ نہ ہوں"۔

2_ بدامنی اور فساد کا قلع قمع:

حضرات ذی وقار! جب اللہ رب العزت "السلام' المومن' ہے کہ تاجدار رسالت حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم "الامن" اور "ہادی سبل السلام" ہیں۔ مسلمانوں کا ہر مسلم "مومن اور امت اسلامیہ کا ہر ایک ملک اصطلاحی طور پر "دارالسلام" ہے۔ تو اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کو یہ بتا دیا جائے کہ "اسلام" تو امن و سلامتی' پیار و محبت اخوت و مساوات اور حقوق انسانی کا علمبردار و محافظ مذہب ہے۔ اسلام دنیا کے امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے کے لئے نہیں' بلکہ دنیا میں ہر ایک شخص کو دنیوی اور اخروی امن و سلامتی عطا کرنے کے لئے آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں امن و سلامتی کا قیام اور اس کی حفاظت و پاسبانی تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی مقاصد بعثت میں سے ایک ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو قتال و جہاد کی اجازت دی گئی تو اس موقع پر اس کے جو مقاصد بیان فرمائے گئے' وہ یہ ہیں:

اگر اللہ ایک کو دوسرے سے نہ ہٹاتا تو عیسائی راہبوں کے صومئے' عیسائیوں کے گرجے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں"(14)۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے ذکر و بیان

Marfat.com

سے غیر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا ذکر مقدم ہے۔ گویا جہاں مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے پروگرام کا نام ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فتنہ یعنی بدامنی' انتشار اور قتل و خونریزی کے خاتمے تک آنحضورﷺ کو تلوار نکالنے اور جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور آپ ان سے لڑیں تاکہ فتنہ ختم ہو جائے اور تمام دین اللہ کے لئے ہو جائے" (15)_

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کے خلاف جو یہ پروپگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ تو جنگ و قتال اور دہشت گردی کا مذہب ہے وہ بالکل باطل ہے۔ اب جبکہ دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہو رہی ہے ہمیں اپنے قول سے نہیں' بلکہ اپنے عمل اور اپنے کردار سے یہ واضح کرنا ہوگا کہ اسلام تو امن و سلامتی باہمی پیار و محبت اور اخوت و ہمدردی کا مذہب ہے اور یہ مذہب دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے' زحمت بنا کر نہیں۔ اسی لئے خود ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حکومت میں مملکت مدینہ میں آخری وقت تک مسلمانوں کے شانہ بشانہ یہودی' عیسائی اور غیر مسلم و کافر (مشرک) موجود تھے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اس وقت آپؐ کی زرہ کچھ "جو" کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدینہ منورہ میں یہودی نہ صرف یہ کہ موجود تھے' بلکہ وہ اتنے محفوظ اور مامون تھے کہ مملکت مدینہ کے سربراہ کی ذات اقدس کو "بلا رہن" قرض نہ دیتے تھے۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے بعد کے ادوار حکومت میں بھی نہ صرف یہ کہ غیر مسلم مملکت اسلام میں موجود رہے بلکہ وہ اعلیٰ ترین عہدوں پر بھی فائز رہے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے کسی موقع پر بھی حسن سلوک کے لئے اپنے اور غیر کی تخصیص نہیں فرمائی۔ آپؐ کا دستر خوان ہر ایک

Marfat.com

کے لئے عام ہوتا تھا۔ نامور سخی حاتم طائی کے بیٹے مدینہ طیبہ میں آئے وہ ابھی اپنے سابقہ دین پر قائم تھے مگر آپؐ نے ان کے ساتھ جو مہر و محبت والا سلوک فرمایا۔ اس نے نوجوان عدی کے دل کو جیت لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اور اسی پیار و محبت کے انداز میں انہیں اپنے دولت خانے پر لے گئے۔ نامور دشمن اسلام ابوجہل کے بیٹے عکرمہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور نہ ارادہ ظاہر کیا۔۔۔ مگر آپؐ نے دیکھتے ہوئے فرمایا:

"خوش آمدید' خوش آمدید مہاجر مسافر کو" (16)۔

2۔ عملی اقدامات:

لئن اخلاق آموز نصائح اور اپنے ذاتی اسوہ حسنہ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لئے جو "باتوں سے نہیں مانتے" رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و سلامتی کی حفاظت و صیانت کے لئے "قوت" کے استعمال کا بھی درس دیا ہے۔ اس لئے کہ جرم ضعیفغ کی سزا مرگ مفاجات کی صورت میں نکلتی ہے۔۔۔۔ حکیم الامت فرماتے ہیں:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہی سبق ملتا ہے کہ امن و سلامتی کے دشمنوں کو پہلے پیار و محبت اور اخلاق سے سمجھایا جائے اور اگر اس طریقے سے بات ان کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر "طاقت و قوت" کا استعمال کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہمیں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے دو صورتوں میں قوت کے مناسب استعمال کا سبق ملتا ہے۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

Marfat.com

ہے" (18)۔

وجہ یہ ہے کہ حقیقی ایمان یا کفر کا فیصلہ کرنا بندوں کا کام نہیں ہے بلکہ یہ خالصتاً" اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ چنانچہ عین ممکن ہے کہ جسے ہم کافر سمجھتے ہوں وہ مومن ہو اور مومن کا دعویٰ کرنے اور اس کی بنا پر دوسروں پر کفر کا فتویٰ جاری کرنے والا خود کافر ہو---- چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"جس شخص نے اپنے کسی بھائی کو کافر کہا تو یہ قول ان دونوں میں سے کسی ایک پر (ضرور) لوٹ آئے گا" (19)۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

"کوئی شخص کسی دوسرے پر کفر کی تہمت لگاتے ہوئے اس پر فسق کا الزام نہیں لگاتا کہ وہ لفظ خود اسی پر لوٹ آتا ہے۔ بشرطیکہ جس کو کہا گیا ہے وہ ایسا نہ ہو" (20)۔

غیر مسلم کے قتل کی ممانعت:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں مملکت اسلامیہ کے داخلی امن و سلامتی کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا مزید اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے کسی غیر مسلم کو بھی ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ آپؐ نے جن باتوں پر سخت ترین سزاوں کی صراحت فرمائی ہے ان میں ایسے غیر مسلم کا قتل بھی شامل ہے جو معاہدے کے تحت مسلمانوں کی مملکت میں رہائش پذیر ہو---- ارشاد نبوی ہے:

"جس نے کسی معاہد (غیر مسلم) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سالوں کے فاصلے سے محسوس ہوگی" (21)۔

غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ کو آسان اور ممکن الحصول بنانے کی غرض

Marfat.com

1_ داخلی امن و سلامتی:

مسلمانوں کا ہر ملک "دارالسلام" یا "دارالامن" کہلاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رہنے والے ہر ایک باشندے کو مکمل طور پر جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت و سلامتی کی ضمانت حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کی ہر حکومت کی اولین ذمہ داری "امن و سلامتی" کا تحفظ ہے اور جو مسلمان حکومت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی، اسے اس علاقے پر تسلط قائم کرنے اور وہاں سے باج (Tax) وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے شام کے اس علاقے کے لوگوں سے وصول کیا گیا جزیہ اس وقت واپس کر دیا جب مسلمانوں کو بوجہ جنگی حکمت عملی اس علاقے سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔

مسلمانوں کے داخلی امن و سلامتی کی بحالی جب مملکت اسلامیہ کے قیام و بقاء کا اولین مقصد قرار پائی تو اس مقصد کے لئے سزاوں کا ایک مستقل نظام تشکیل و ترتیب دیا گیا ہے، چنانچہ آنحضورؐ نے اس مقصد کے لئے حدود، قصاص اور تعزیرات کے ناموں سے سزاوں کے نفاذ کی تاکید فرمائی ہے:

لسانی جرائم اور ان کی سزا:

یہ تو ایسے جرائم ہیں جو واضح طور پر مجسم ہو کر سامنے آتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے جرائم کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ جن سے کسی کا دل و دماغ "مختل" اور پریشانی کا شکار ہو۔ ارشاد فرمایا:

"جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے" (17)_

ایک اور موقع پر فرمایا:

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا یا اس کو مارنا کفر

Marfat.com

بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار (مسلم) ہوں"

(9)_

اور آپ اول المسلمین کی حیثیت سے "امن و سلامتی" کے راستوں کے پیغمبر ہی نہیں بلکہ امن و سلامتی کے راستوں کے ہادی اور قائد بھی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جس سے اللہ تعالیٰ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے" (10)_

پیغمبر امن و سلامتی کے خزانوں کے امین ہونے کی حیثیت سے آپ جب حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھتے تو ایک جملہ خصوصاً" لکھواتے ____ یعنی:

اسلم تسلم (اسلام لے آو بچ جائے گا۔ سلامتی پا لے گا)

غور طلب بات ہے کہ وہ کونسا امن اور کس قسم کی سلامتی تھی کہ جو قیصرو کسریٰ کو کیل کانٹے سے لیس فوجوں کی محبت میں حاصل نہ تھی۔ اور پیغمبر امن و سلامتی اس کی ضمانت عطا فرما رہے تھے۔ یہ دنیا و آخرت کا امن اور دونوں جہانوں کی سلامتی ہے۔ جسے ہر مسلمان باہمی ملاقات کے وقت "سلام" کی صورت میں عام کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے "آپس میں سلام کو عام کرو"۔

اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده (11)

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں"۔

گویا اسلام' صرف کلمہ پڑھ لینے یا نماز ادا کرلینے سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ حقیقی اسلام یہ ہے کہ معاشرے کے لوگ اس کی زبان اور اس کے ہاتھ یعنی اس کے شر سے مکمل طور پر محفوظ ہو جائیں۔ چنانچہ اس حقیقی ایمان کی صراحت اور وضاحت کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

والمومن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم (12)

"مومن وہ شخص ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں خود کو مامون تصور کریں"۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لا یامن الذی لا یامن جارہ بوائقہ (13)

"وہ شخص مومن ہی نہیں، کہ جس کی شرارتوں سے اس کے ہمسائے محفوظ نہ ہوں"۔

2_ بدامنی اور فساد کا قلع قمع:

حضرات ذی وقار! جب اللہ رب العزت "السلام، المومن" ہے کہ تاجدار رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم "الامن" اور "ہادی سبل السلام" ہیں۔ مسلمانوں کا ہر مسلم مومن اور امت اسلامیہ کا ہر ایک ملک اصطلاحی طور پر "دارالسلام" ہے۔ تو اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کو یہ بتا دیا جائے کہ "اسلام" تو امن و سلامتی، پیار و محبت اخوت و مساوات اور حقوق انسانی کا علمبردار و محافظ مذہب ہے۔ اسلام دنیا کے امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے کے لئے نہیں، بلکہ دنیا میں ہر ایک شخص کو دنیوی اور اخروی امن و سلامتی عطا کرنے کے لئے آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں امن و سلامتی کا قیام اور اس کی حفاظت و پاسبانی تاجدار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بنیادی مقاصد بعثت میں سے ایک ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو قتال و جہاد کی اجازت دی گئی تو اس موقع پر اس کے جو مقاصد بیان فرمائے گئے، وہ یہ ہیں:

اگر اللہ ایک کو دوسرے سے نہ ہٹاتا تو عیسائی راہبوں کے صومعے، عیسائیوں کے گرجے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں

Marfat.com

خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں" (14)۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے ذکر و بیان سے غیر مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا ذکر مقدم ہے۔ گویا جہاں مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے پروگرام کا نام ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فتنہ یعنی بدامنی' انتشار اور قتل و خونریزی کے خاتمے تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار نکالنے اور جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور آپ ان سے لڑیں تاکہ فتنہ ختم ہو جائے اور تمام دین اللہ کے لئے ہو جائے" (15)۔

اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کے خلاف جو یہ پروپگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ تو جنگ و قتال اور دہشت گردی کا مذہب ہے وہ بالکل باطل ہے۔ اب جبکہ دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہو رہی ہے ہمیں اپنے قول سے نہیں' بلکہ اپنے عمل اور اپنے کردار سے یہ واضح کرنا ہوگا کہ اسلام تو امن و سلامتی باہمی پیار و محبت اور اخوت و ہمدردی کا مذہب ہے اور یہ مذہب دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے' زحمت بنا کر نہیں۔ اسی لئے خود ہادی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حکومت میں مملکت مدینہ میں آخری وقت تک مسلمانوں کے شانہ بشانہ یہودی' عیسائی اور غیر مسلم و کافر (مشرک) موجود تھے۔ چنانچہ سیرت کی کتابوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اس وقت آپؐ کی زرہ کچھ "جو" کے بدلے ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت تک مدینہ منورہ میں یہودی نہ صرف یہ کہ موجود تھے' بلکہ وہ اتنے محفوظ اور مامون تھے کہ مملکت مدینہ کے سربراہ کی ذات اقدس کو "بلا رہن" قرض نہ دیتے تھے۔ اسی طرح خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے بعد کے ادوار حکومت میں بھی نہ صرف یہ کہ غیر مسلم مملکت اسلام میں موجود رہے بلکہ وہ اعلیٰ ترین عہدوں پر بھی فائز رہے۔

Marfat.com

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے کسی موقع پر بھی حسن سلوک کے لئے اپنے اور غیر کی تخصیص نہیں فرمائی۔ آپؐ کا دستر خوان ہر ایک کے لئے عام ہوتا تھا۔ نامور سخی حاتم طائی کے بیٹے مدینہ طیبہ میں آئے وہ ابھی اپنے سابقہ دین پر قائم تھے مگر آپؐ نے ان کے ساتھ جو مہر و محبت والا سلوک فرمایا۔ اس نے نوجوان عدی کے دل کو جیت لیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اور اسی پیار و محبت کے انداز میں انہیں اپنے دولت خانے پر لے گئے۔ نامور دشمن اسلام ابوجہل کے بیٹے عکرمہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور نہ ارادہ ظاہر کیا---- مگر آپؐ نے دیکھتے ہوئے فرمایا:

"خوش آمدید، خوش آمدید مہاجر مسافر کو" (16)۔

2_ عملی اقدامات:

ان اخلاق آموز نصائح اور اپنے ذاتی اسوہ حسنہ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لئے جو "باتوں سے نہیں مانتے" رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و سلامتی کی حفاظت و صیانت کے لئے "قوت" کے استعمال کا بھی درس دیا ہے۔ اس لئے کہ جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات کی صورت میں نکلتی ہے---- حکیم الامت فرماتے ہیں:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہی سبق ملتا ہے کہ امن و سلامتی کے دشمنوں کو پہلے پیار و محبت اور اخلاق سے سمجھایا جائے اور اگر اس طریقے سے بات ان کی سمجھ میں نہ آئے تو پھر "طاقت و قوت" کا استعمال کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہمیں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے دو صورتوں میں

Marfat.com

قوت کے مناسب استعمال کا سبق ملتا ہے۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1_ داخلی امن و سلامتی:

مسلمانوں کا ہر ملک "دارالسلام" یا "دارالامن" کہلاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں رہنے والے ہر ایک باشندے کو مکمل طور پر جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت و سلامتی کی ضمانت حاصل ہوتی ہے اور مسلمانوں کی ہر حکومت کی اولین ذمہ داری "امن و سلامتی" کا تحفظ ہے اور جو مسلمان حکومت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی، اسے اس علاقے پر تسلط قائم کرنے اور وہاں سے باج (Tax) وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ چنانچہ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے شام کے اس علاقے کے لوگوں سے وصول کیا گیا جزیہ اس وقت واپس کر دیا جب مسلمانوں کو بوجہ جنگی حکمت عملی اس علاقے سے پیچھے ہٹنا پڑا تھا۔

مسلمانوں کے داخلی امن و سلامتی کی بحالی جب مملکت اسلامیہ کے قیام و بقاء کا اولین مقصد قرار پائی تو اس مقصد کے لئے سزاوں کا ایک مستقل نظام تشکیل و ترتیب دیا گیا ہے، چنانچہ آنحضورؐ نے اس مقصد کے لئے حدود، قصاص اور تعزیرات کے ناموں سے سزاوں کے نفاذ کی تاکید فرمائی ہے:

لسانی جرائم اور ان کی سزا:

یہ تو ایسے جرائم ہیں جو واضح طور پر مجسم ہو کر سامنے آتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے جرائم کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ جن سے کسی کا دل و دماغ "مختل" اور پریشانی کا شکار ہو۔ ارشاد فرمایا:

"جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے" (17)_

Marfat.com

ایک اور موقع پر فرمایا:

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا یا اس کو مارنا کفر ہے" (18)_

وجہ یہ ہے کہ حقیقی ایمان یا کفر کا فیصلہ کرنا بندوں کا کام نہیں ہے بلکہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا کام ہے- چنانچہ عین ممکن ہے کہ جسے ہم کافر سمجھتے ہوں وہ مومن ہو اور مومن کا دعوی کرنے اور اس کی بنا پر دوسروں پر کفر کا فتویٰ جاری کرنے والا خود کافر ہو---- چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"جس شخص نے اپنے کسی بھائی کو کافر کہا تو یہ قول ان دونوں میں سے کسی ایک پر (ضرور) لوٹ آئے گا" (19)_

ایک اور موقع پر فرمایا:

"کوئی شخص کسی دوسرے پر کفر کی تہمت لگاتے ہوئے اس پر فسق کا الزام نہیں لگاتا کہ وہ لفظ خود اسی پر لوٹ آتا ہے- بشرطیکہ جس کو کہا گیا ہے وہ ایسا نہ ہو" (20)_

غیر مسلم کے قتل کی ممانعت:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں مملکت اسلامیہ کے داخلی امن و سلامتی کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا مزید اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے کسی غیر مسلم کو بھی ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دی- چنانچہ آپؐ نے جن باتوں پر سخت ترین سزاوں کی صراحت فرمائی ہے ان میں ایسے غیر مسلم کا قتل بھی شامل ہے جو معاہدے کے تحت مسلمانوں کی مملکت میں رہائش پذیر ہو---- ارشاد نبوی ہے:

"جس نے کسی معاہد (غیر مسلم) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا' حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سالوں کے فاصلے سے

Marfat.com

محسوس ہوگی" (21)۔

غیر مسلموں کی جان و مال کے تحفظ کو آسان اور ممکن الحصول بنانے کی غرض سے آپؐ نے معاشرے کے ادنی ترین لوگوں (مثلاً خواتین تک) کو خطرات کے موقع پر غیر مسلموں کو پناہ دینے کی اجازت فرمائی ہے اور یہ اعلان فرمایا:

"مسلمانوں میں سے ادنی ترین فرد بھی کسی غیر مسلم کو پناہ دے سکتا ہے" (22)۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام داخلی طور پر مذہب کے نام پر دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ چہ جائیکہ مسلمانوں پر اپنی طرف سے کفر کے فتوی جاری کرکے ان کے خون سے ہاتھ رنگے جائیں۔

2۔ بیرونی امن:

سیرت طیبہ میں اندرونی امن و سلامتی کے ساتھ ساتھ بیرونی امن و سلامتی کو بھی بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی پر جارحیت نہیں فرمائی۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کے تیرہ مہیب اور خوفناک سال اس بات کی تاریخی شہادت کے لئے کافی ہیں کہ آپؐ نے دشمن کے خلاف حتی الوسع صبر کیا۔ اور آپؐ نے اس وقت دشمنوں کے خلاف اعلان جنگ کیا' جب دشمن نے مدینہ منورہ کے امن و سلامتی کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس کے بعد جو غزوات لڑے گئے وہ تمام کے تمام مسلمانوں کے دفاع کو مضبوط اور محفوظ بنانے کے لئے تھے۔ ایسے حالات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ دشمن کو اپنے داخلی امن و امان کو خراب کرنے کا موقع نہ دینا چاہیے۔ اور باہمت اور جواں مردوں کی طرح اپنے ملک اور اپنی مملکت کی جغرافیائی حدوں کا بھرپور طریقے سے دفاع کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں قرآن کا حکم یہ ہے کہ جو اسلحہ اور سامان جنگ بھی دشمن کے مقابلے کے لئے تیار کیا جاسکتا

Marfat.com

ہو اس کے تیار کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور ان (دشمن) سے مقابلہ کے لئے جس قدر بھی تم سے ہوسکے سامان درست رکھو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب رکھو گے۔ اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر" (23)۔

صاحب روح المعانی نے اس آیت کی تفسیر میں بندوق کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اگر وہ آج زندہ ہوتے اور اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے تو وہ ضرور مشین گنوں، طیاروں، ٹینک اور ایٹم بم وغیرہ کے سب نام لکھ جاتے۔ لہٰذا اسوہ نبوی یہ ہے کہ تیاری تو بے شک اعلیٰ سے اعلیٰ اور عمدہ سے عمدہ سامان جنگ کی ہو، مگر اس کا استعمال بامر مجبوری اس وقت کیا جائے جب دشمن مسلمانوں کے داخلی امن و سلامتی کے لئے خطرہ بن جائے۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

1۔ اسلام دین امن و سلامتی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر امن و سلامتی کی حیثیت سے تمام دنیا میں امن و سلامتی کے داعی ہیں۔

2۔ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے داخلی اور خارجی امن و سلامتی کے تحفظ کے لئے اپنا روشن اور بابرکت اسوہ مبارکہ چھوڑا ہے، جس پر عملدرآمد سے حقیقی معنوں میں امن و سلامتی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

3۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو ایک

Marfat.com

خاندان' ایک وحدت کی طرح جینے کا درس دیا اور اپنے امن و سلامتی کے تحفظ کے لئے یہ سبق بھی دیا کہ ہر فرد دوسرے بھائی کے امن اور سلامتی کو یقینی بنائے اور دوسروں کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے' صرف اسی طریقے سے امت کے ہر فرد کو حقیقی معنوں میں امن و سلامتی حاصل ہو سکتی ہے۔

اس وقت جب کہ دنیا اکیسویں صدی میں داخل ہونے کے لئے تیار کھڑی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام امن و سلامتی عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔ اقبال کے ان الفاظ پر اپنی گفتگو کو ختم کرنا چاہوں گا:

مسلم خوابید اٹھ ہنگامہ آراء تو بھی ہو
وہ چمک اٹھا افق گرم تقاضا تو بھی ہو

حوالہ جات

1_ ابن منظور' لسان العرب' بذیل مادہ

2_ مفردات القرآن ص 21' مطبوعہ تہران

3_ ایضاً'' ص 240

4_ المائدہ (5/ 32)

5_ البخاری' ابن حجر الاصابہ' 2/ 468' ترجمہ 5475

6_ یونس (10 / 35)

7_ مفردات' ص 240

8_ آل عمران (3 / 19)

Marfat.com

9_ الانعام (6 / 163-164)

10_ المائدہ (5 / 16)

11_ البخاری (کتاب الایمان)

12_ الترمذی' کتاب الایمان باب 3' ابن ماجہ' کتاب الفتن' باب 32

13_ البخاری' کتاب الادب' باب 39

14_ الحج (22 / 40)

15_ الانفال (8 / 39)

16_ الترمذی' ابن حجر الاصابہ' 2 / 496' مشکوٰۃ 2 / 304' حدیث 4477

17_ ابن ماجہ' السنن' 2 / 62 (کتاب الحدود' باب (19) من شہر السلاح' حدیث 2575'
مسلم (کتاب الایمان) حدیث (100 / 164)

18_ البخاری 1 / 10 (کتاب الایمان' باب (36)' حدیث 48' مسلم 1 / 81 کتاب الایمان
باب 28

19_ البخاری' 10/514 (کتاب الادب' باب 73) حدیث 6104' مسلم 1/79 کتاب
الایمان حدیث 60 (3)

20_ البخاری' (1/464) (کتاب الادب' باب (44) ما ینھی عن اسباب)' حدیث 6045

21_ البخاری (کتاب الجزیہ' باب 5) حدیث 3166' ابن ماجہ 2/ 97' کتاب الربات باب
32 من قتل معاھدا)' حدیث 2686)

22_ ابن ماجہ 2/96 (کتاب الربات' باب 31) حدیث 2685

23_ انفال (8/60)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

ڈاکٹر محمد افضل ربانی

خلق کی تعریف:

مشہور لغوی ابن منظور نے خلق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

الخلق والخلق : السجیه... وھو الدین والطبع والسجیه وحقیقته انه لصورة الانسان الباطنه وھی نفسه واوصافها و معانیها المختصه بمنزله الخلق لصورتها الظاهرة واوصافها ومعانیها (1)

"خلق اور خلق کا معنی فطرت اور طبعیت ہے۔ انسان کی باطنی صورت کو مع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خلق کہتے ہیں۔ جس طرح اس کی ظاہری شکل و صورت کو خلق کہا جاتا ہے"۔

سید شریف جرجانی اپنی کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں:

الخلق عبارة عن هیئه فی نفس راسخه عنها تصدر الاعمال بسهوله ویسر من غیر حاجه الی فکر رویه (2)

"خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے کرنے کے

Marfat.com

لئے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ خلق یا اخلاق انسان کے مجموعہ اعمال کا نام بھی ہے اور مجموعی رویہ کا بھی۔ خلق یا اخلاق کا اطلاق ان ہی خصائل و اعمال پر ہوگا جو پختہ ہوں اور جن کا صدور بلاتکلف ہو۔ وہ اعمال جو کسی انسان سے اتفاقاً" صادر ہوتے ہیں یا کسی وقتی جذبہ یا عارضی جوش سے ظاہر ہوتے ہیں وہ کتنے ہی اعلیٰ اور عمدہ کیوں نہ ہوں خلق کہلانے کے مستحق نہیں۔

حسن خلق کی اہمیت:

حسن خلق کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس صفت سے متصف گردانا ہے اور سوء خلق کے تمام پہلوؤں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وان لک لاجرا" غیر ممنون o وانک لعلیٰ خلق عظیم o (3)

"بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجر کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔"

قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلیٰ ترین اخلاقی صفات سے متصف کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رء وف رحیم o (4)

"تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آئے ہیں انہیں تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے ان کو ہر لحظہ تمہاری بھلائی کا خیال ہے اور وہ ایمان والوں پر بہت شفیق و مہربان ہیں"۔

Marfat.com

اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس مہربانی اور شفقت و محبت کا ذکر کیا گیا ہے اسے زیادہ وضاحت کے ساتھ ایک اور جگہ نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت و نرمی کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ درشتی و سختی کی نفی بھی کی ہے:

"اللہ کی عنایت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے لئے نرم ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد و پیش سے ہٹ جاتے" (5)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (6)

"میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں"۔

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا (7)

"مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے"۔

آپ کی ذات اقدس نے اخلاق حسنہ کو معیار فضیلت کے طور پر پیش کیا:

ان خیارکم احاسنکم اخلاقا" (8)

"تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن خلق کو حب الٰہی اور حب رسولؐ کا ذریعہ قرار دیا:

احب عباداللہ الی اللہ احسنھم اخلاقا" (9)

"اللہ کے بندوں میں سے اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے جس کے

Marfat.com

اخلاق سب سے اچھے ہوں"۔

قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ان احبکم الی و اقربکم منی فی الاخرۃ مجلسا" احاسنکم اخلاقا وان ابغضکم الی وابعدکم منی فی الاخرۃ اساویکم اخلاقا (10)

"تم میں میرا سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں نشست میں مجھ سے قریب تر وہ ہے جو تم میں خوش خلق ہیں اور مجھے ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں"۔

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

چند صحابہ کرامؓ نے آکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق بیان کیجیے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے: **ان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القران** (11) "آپ کا خلق ہمہ تن قرآن تھا"۔ ذیل میں ہم اخلاق محمدیؐ کو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

راست گوئی:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راست گوئی کے دوست و دشمن سب معترف تھے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "صادق" کہتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر، ساحر، کاہن اور مجنون، سب کچھ کہا مگر کاذب اور دورغ گو کسی نے نہیں کہا۔ ابو جہل

Marfat.com

جیسا کٹر مخالف بھی کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا نہیں کہتا' البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ کہتے ہیں' میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ (12)

قیصر کے دربار میں جب ابوسفیان سے پوچھا گیا کہ تمہارے پاس جس شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے' تم نے اس کے اس دعوے سے پہلے کبھی اس کو دورغ گو پایا تو ابوسفیان نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ (13)

شرم و حیا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سے سخت کلامی نہیں کی۔ بازار میں جاتے تو چپ چاپ گزر جاتے۔ کوئی بات ناگوار ہوتی تو لحاظ کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے تاثرات سے اندازہ لگاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ عادتاً" فحش گو نہ تھے اور نہ تکلف کے ساتھ فحش بات فرماتے تھے۔ اور نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔ (14)_

عربوں میں شرم و حیاء کا لحاظ نہ تھا۔ ننگے نہانا اور ننگے طواف کرنا عام بات تھی (15)_ مگر آپ کو یہ باتیں طبعاً" سخت ناپسند تھیں۔ عرب میں گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتے تھے۔ رفع حاجت کے لئے لوگ میدانوں میں جایا کرتے تھے۔ مگر پردہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آمنے سامنے بیٹھ جایا کرتے تھے اور باتیں بھی کرتے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے اس کی ممانعت فرمائی (16)_ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لئے جاتے تو اس قدر دور نکل جاتے کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے (17)_

Marfat.com

حلم و بردباری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نجاست ڈالی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھینچا، نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اوجھ رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر، کاہن، شاعر اور ساحر کہا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان باتوں پر کبھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سات برس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا (18)۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا مگر اس شخص سے جس نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بدلہ لیا (19)۔

رقت قلبی:

حضرت زینبؓ کا بچہ فوت ہونے لگا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا اور قسم دلائی کہ ضرور تشریف لائیں۔ سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ بھی ساتھ تھے۔ بچے کو حضورؐ کے سامنے لایا گیا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سعدؓ نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کیا؟ آپ نے فرمایا:

لا یرحم اللہ من عبادہ الا الرحماء (20)

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو اوروں پر رحم کرتے ہیں"۔

ایک صحابی نے جاہلیت میں اپنی بیٹی زندہ گاڑ کر مارنے کا واقعہ حضورؐ کے سامنے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائش کرکے اس واقعہ کو دوبارہ سنا تو اتنا روئے کہ روتے روتے چہرہ انور تر ہوگیا (21)۔

تواضع و انکساری:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے تواضع کے ایسے واقعات منقول ہیں کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ غریب سے غریب شخص بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے (22)۔ مفلسوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کے باوجود کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے (23)۔ ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھبراؤ نہیں' میں بادشاہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی (24)۔ گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے' دودھ دوھ لیتے' بازار سے سودا لاتے' غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے کبھی پرہیز نہیں کیا (25)۔

فتح مکہ کے موقع پر تواضع و انکساری کی یہ کیفیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شہر میں داخل ہوئے تو انکساری کی وجہ سے سرمبارک کو اس قدر جھکایا کہ کجاوے سے آکر مل گیا (26)۔

Marfat.com

سادگی و قناعت:

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اہم پہلو سادگی اور قناعت تھا۔ کھانے پینے' پہننے' اوڑھنے' اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا تناول فرماتے' پہننے کو جو مل جاتا پہن لیتے۔ زمین پر' چٹائی پر' فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے (27)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آٹے کو کبھی چھانا نہیں گیا (28)۔

وہ ہستی جس کے ساتھ تمام عرب' حدود شام سے لے کر عدن تک فتح ہو چکا تھا اور مدینہ کی سرزمین زروسیم سے بھری رہتی تھی' اس کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور رات کو تو اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سارا گھر فاقہ کرتا:

كان رسول الله يبست الليالى المتابعه طاويا هو واهله لا يحدون عشاه (29)

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل و عیال مسلسل کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا"۔

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہراتؓ کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کھانے کو کچھ ہے؟ عرض کرتیں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ اچھا میں نے روزہ رکھ لیا (30)۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر (یعنی قیام مدینہ سے وفات تک) کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی (31)۔

شجاعت:

عزم' استقلال' حق گوئی' راست گفتاری جیسی اعلیٰ صفات' شجاعت ہی سے

Marfat.com

پیدا ہوتی ہیں' مصائب و خطرات کے ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے۔ یہی نہیں بلکہ متعدد مواقع پر دشمن کی فوج کے حملوں سے صحابہ کرامؓ کے قدم ڈگمگانے لگے تو اس وقت انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دامن میں آ کر پناہ لی۔ حضرت علیؓ جیسے جری اور بہادر' جنہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے کہتے ہیں کہ جب بدر میں زور کا رن پڑا تو ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی آڑ میں آ کر پناہ لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ شجاع تھے (32)۔

غزوہ حنین کے سخت موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی چند جان نثاروں کے ساتھ بدستور میدان میں ڈٹے رہے۔ اور اپنی سواری کو ایڑ لگا کر بدستور دشمن کی طرف بڑھاتے رہے۔ حضرت براءؓ اس معرکہ میں شریک تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا حنین میں تمہارے قدم لاکھڑا گئے تھے۔ انہوں نے کہا "ہاں"۔ مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے (33)۔

عزم و استقلال:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں عزم و استقلال کا وصف' خصوصیت کے ساتھ ودیعت فرمایا تھا۔ جب قریش مکہ کی ہر تدبیر ناکام ہوگئی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکومت' بادشاہت' مال اور حسن کی دولت پیش کی۔ ایسے موقع پر کسی بہادر سے بہادر انسان کے قدم بھی ڈگمگا جاتے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ ٹھکرا دیا۔ جب قریش کی سخت مخالفت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب نے بھی آپ صلی اللہ ملیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا چاہا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم و استقلال کا سخت امتحان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں' تب بھی میں حق کے اعلان سے باز نہ آؤں

Marfat.com

گا (34)_

صبر:

نبی کریمؐ کے اخلاق و اوصاف میں صبر کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن حالات میں دعوت کا کام کیااور جس طرح مشکلات کو برداشت کیا وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ یہ صبر کی صفت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تکالیف برداشت کیں۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ مجھے بتاؤ جو مشرکین نے سب سے زیادہ سخت برتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یکایک عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈالا اور گلا سخت گھونٹنا شروع کیا۔ مگر عین وقت پر ابوبکر آ گئے۔ اسے کندھوں سے پکڑا اور دھکا دے کر ہٹایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے تھے۔ کیا تم اس شخص کو صرف اس قصور میں مار ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے (35)_

صبر کی سب سے بڑی مثال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر طائف ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے نہ صرف ماننے سے انکار کیا بلکہ اپنے لچوں، لفنگوں اور غلاموں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتے اور آوازے کسنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ کی دیوار تک پہنچا کر چھوڑا (36)_ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ لفنگے لوگ تاک تاک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹخنوں پر پتھر مارتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر کھڑا کر دیتے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھر پتھر برسائیں چنانچہ جب

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجبوراً چلنا شروع کرتے تو وہ پتھر مارتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے خون سے بھر گئے۔ اس موقع پر زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھروں سے بچانے کے لئے خود پتھر کھاتے رہے یہاں تک کہ ان کا سر پھٹ گیا (37)۔ اس موقع پر آپ صلی الذلہ علیہ وآلہ وسلم کا خیرخواہانہ ردعمل داعی کے صبر کا شاندار نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں گے (38)۔

دیانت و امانت:

نبوت سے پہلے مکہ والوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "امین" کا خطاب ملا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاروبار میں بھی دیانت دار تھے اور امانتوں کو محفوظ رکھنے میں بھی بے مثال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ ہجرت کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ تمام امانتیں واپس کر دیں (39)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے مشرکین مکہ کے ہاں تعمیر کعبہ میں حجر اسود رکھنے پر اختلاف پیدا ہوا۔ بالاخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو گا اس کی بات فیصلہ کن ہوگی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بارے میں معلوم ہوا تو سب پکار اٹھے "الصادق الامین" (40)۔

عدل و انصاف:

اگر کوئی شخص کہیں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جائے تو اس کے لئے عدل و انصاف سے کام لینا بہت آسان ہے۔ مگر لوگوں میں رہ کر عدل قائم رکھنا بڑا مشکل ہے۔ سرور

Marfat.com

کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب کے بے شمار قبائل سے بھی واسطہ پڑتا تھا جو ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ایسے میں کسی ایک کے حق میں فیصلے سے دوسرا دشمن بن جاتا' مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر حال میں عدل قائم کیا۔

خیبر کی زمین جب مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی تو ایک دفعہ عبداللہ بن سہل کھجوروں کی بٹائی کے لئے گئے۔ ان کے چچازاد بھائی محیصہ ان کے ساتھ تھے۔ عبداللہ ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ کسی نے ان کو قتل کر کے لاش ایک گڑھے میں ڈال دی۔ محیصہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس استغاثہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم قسم کھا سکتے ہو کہ یہودیوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر یہودیوں سے حلف لیا جائے۔ محیصہ نے جواب میں عرض کیا کہ یہودیوں کی قسم کا کیا اعتبار۔ یہ تو سو دفعہ جھوٹی قسم کھائیں گے۔

خیبر میں یہود کے سوا کوئی اور قوم آباد نہ تھی اس لیے یہ بات یقینی تھی کہ انہوں نے ہی عبداللہ بن سہل کو قتل کیا ہے مگر عینی شہادت موجود نہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلوا دیئے (41)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدل کا یہ اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید ترین دشمن ہوتے ہوئے بھی یہود اپنے مقدمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس لاتے تھے۔

سخاوت:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ خاص طور پر رمضان کے مہینے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی سخی ہو جاتے تھے (42)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام عمر کسی سوالی کو

Marfat.com

"نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا (43)۔

ایک دفعہ خلاف معمول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز کے بعد فورا" گھر تشریف لے گئے اور پھر فورا" ہی واپس تشریف لے آئے۔ صحابہؓ کو تعجب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا پڑا رہ گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے۔ اس لئے کہ گھر جا کر اس کو خیرات کرنے کو کہہ کر آیا ہوں (44)۔

ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا۔ وہ رقم اتنی کثیر تھی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی رقم دارالاسلام میں نہیں آئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو مسجد کے صحن میں ڈلوا دو۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد مین تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف نظر بھی نہیں کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تقسیم فرمانا شروع کیا۔ جو سامنے آتا گیا اسے دیتے گئے۔ جب سب تقسیم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے (45)۔

ایثار:

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی انقلاب برپا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے بے انتہا قربانیاں دیں۔ اور اس عظیم کارنامے کا کوئی بدلہ نہیں لیا۔ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سب کچھ انسانیت کی بھلائی اور بہتری کے لئے دے دیا۔ تاریخ ایسی بے غرضی اور بے لوثی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر معاشی اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی انقلاب کے لئے اپنی کامیاب تجارت قربان کی۔ اس سے حاصل شدہ سرمایہ اپنے مشن پر نچھاور کیا۔ پھر جب اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو دولت کے انبار اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرما دیے۔ مگر اپنے گھر کے لئے فقر و فاقہ اور نہایت سادہ طریقے سے

Marfat.com

زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ گھر والوں کے لئے کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا، کوئی جائیداد نہیں بنائی اور ان کے لئے کوئی مستقل موروثی عہدہ قائم نہیں کیا اور نہ کوئی دربان یا خادم رکھے اور نہ اپنے لئے کوئی ترجیحی حقوق حاصل کئے۔

مہمان نوازی:

مہمان نوازی یوں بھی عرب اخلاق کا حصہ تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طرف خصوصی توجہ تھی۔ اسلام کے دائرہ اثر وسیع ہونے کی وجہ سے اطراف و اکناف سے ضیوف کی آمد رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ مہمان مسجد نبوی میں قیام کرتے۔ جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا اور خود ان کی خدمت میں مصروف رہے (46)۔

اصحاب صفہ کے بارے میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے، وہ ان میں سے تین کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمی کا کھانا ہے وہ ان میں سے پانچ آدمیوں کو ساتھ لے جائے۔ ابوبکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔ لیکن آنحضرتؐ دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے (47)

ایفاء عہد:

آپ کی اس خصوصیت کا بھی سب لوگ اعتراف کرتے تھے۔ وحشی بن حرب جنھوں نے غزوہ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا، طائف میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ اہل طائف نے مدینہ بھیجنے کے لئے ان کو بھی اپنے وفد میں شامل کرلیا مگر ان کو خوف تھا کہ کہیں ان سے انتقام نہ لیا جائے۔ طائف والوں نے ان کو یقین دلایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سفیروں کو قتل نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ دربار نبوت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے (48)۔

Marfat.com

جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس وقت دو صحابی حذیفہ بن الیمانؓ اور ابو حسلؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہم مکہ سے آ رہے ہیں۔ راستہ میں ہمیں مشرکین نے گرفتار کرلیا تھا اور اس شرط پر رہا کیا ہے کہ ہم لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں دیں گے۔ مگر یہ مجبوری کا عہد تھا۔ ہم کافروں کے خلاف ضرور لڑیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، تم اپنا وعدہ پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے واپس چلے جاؤ۔ ہم ہر حال میں وعدہ پورا کریں گے، ہمیں صرف خدا کی مدد درکار ہے (49)۔

قیصر نے اپنے دربار میں ابوسفیان سے جو سوال پوچھے تھے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی بدعہدی کی ہے۔ ابوسفیان نے اس سوال کا جواب بھی نفی میں دیا (50)۔

عفو و درگذر:

انسان کے عفو و درگذر کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے جب اسے اپنے دشمنوں اور ایذاء دینے والوں پر قدرت حاصل ہو اور وہ انہیں معاف کر دے اور یہ اخلاقی معیار کی معراج ہے۔ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو سلوک کیا وہ کسی سے مخفی نہیں، تکلیف و اذیت کی جو صورت بھی اختیار کرسکتے تھے، کی گئی اور تحقیر و تذلیل کا جو حربہ بھی استعمال کرسکتے تھے، کیا۔ لیکن اللہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر فتح عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش حددرجہ سہمے ہوئے تھے۔ انہیں ہردم یہ خیال تھا کہ جانے اب کیا ہونے والا ہے۔ لیکن اس سراپا رحمت و عفو نے ایک ہی اعلان سے سب اندیشوں کو ختم کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (51)

Marfat.com

"تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو"۔

ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر جب گرفتار کر کے لائے گئے اور حضرت عباسؓ ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے گذشتہ جرائم کی پاداش میں ان کے قتل کا ارادہ کیا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور نہ صرف یہ بلکہ ان کے گھر کو امن و امان کا گھر بنا دیا۔ فرمایا کہ "جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کا قصور معاف ہو گا" (52)۔

رحمت و شفقت:

ایک دفعہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنجیدہ ہو کر فرمایا: ابو مسعود! اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے' اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے"۔ حضرت ابو مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سن کر تھرا گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس غلام کو اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہوں۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تمہیں چھو لیتی (53)۔

ایک دفعہ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ بچے کیسے ہیں۔ صحابی نے عرض کیا کہ میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کی آواز آ رہی تھی۔ میں ان کو نکال لایا۔ ان کی ماں نے دیکھا تو بے تاب ہو کر سر پر چکر کاٹنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو (54)۔

بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی وہ خزانہ رحمت تھی جس

Marfat.com

میں دوست و دشمن، کافر و مسلم، بوڑھے بچے، عورت مرد، آقا و غلام، انسان و حیوان ہر ایک صنف ہستی برابر کی حصہ دار تھی۔

صلی اللہ علیہ وسلم!

حواشی

1_ لسان العرب، 10/86

2_ کتاب التعریفات، 45

3_ القلم 3-4

4_ التوبۃ 128

5_ ال عمران 159

6_ موطا، باب حسن الخلق 904: کنزالعمال 3/16

7_ ترمذی، کتاب الایمان، باب فی استکمال الایمان، 5/9، ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ، 4/304

8_ بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق، 7/82

9_ کنزالعمال، کتاب الاخلاق، 3/3

10_ ایضا" 3/10

11_ ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ اللیل، 2/88

12_ ترمذی، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الانعام، 5/261

13_ بخاری، باب الوحی، 1/6

14_ شمائل ترمذی، 304

15_ ترمذی، کتاب التفسیر، 5/276، ایضا" کتاب الحج، باب ماجاء فی کراھیۃ الطواف عریانا، 3/222

Marfat.com

16_ ابوداود' کتاب الطہارۃ' باب کراہیتہ الکلام عندالحاجتہ' 22/1

17_ طبقات ابن سعد' 257/2

18_ مسلم' کتاب الفضائل' باب کان رسول اللہ احسن خلقا' 73/7' ابوداود' کتاب الادب' باب فی الحلم واخلاق النبیؐ' 133-132/5

19_ بخاری' کتاب الادب' باب قول النبیؐ یسروا' 101/7

20_ بخاری' کتاب المرضی والطب' باب عیادۃ الصبیان' 5/7

21_ دارمی' ما کان علیہ الناس قبل مبعثہ' 4-3/1

22_ بخاری' کتاب المرضی' باب عیادۃ المریض' 7.4/7

23_ شمائل ترمذی' باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ' 346

24_ مستدرک حاکم' باب فتح مکہ' 48/3

25_ شمائل ترمذی' باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ' 354.337

26_ سیرۃ ابن ہشام' 48/4

27_ شمائل ترمذی' باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ' 346

28_ بخاری' کتاب الاطعمۃ' باب النفخ فی الشعیر' 241/7

29_ ترمذی' کتاب الزھد' باب معیشۃ النبیؐ' 580/4

30_ مسلم' کتاب الصوم' باب جواز صوم النافلۃ' 160.159/3

31_ ترمذی' کتاب الزھد' باب فی معیشۃ النبیؐ' 579/5

32_ مسند احمد' 126/1

33_ مسلم' کتاب الجھاد' باب غزوۃ حنین' 168/5

34_ سیرۃ ابن ہشام' 285/1

35_ بخاری' کتاب بدء الخلق' باب مالقی النبی واصحابہ من المشرکین بمکۃ' 240/4' ایضا" کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ المومن' 34/6' ایضا" کتاب المناقب' باب مناقب (ابی بکر)' 193/4

Marfat.com

36_ سیرۃ ابن ہشام' 61.60/2

37_ طبقات ابن سعد' 102/1' دار احیاء التراث والعربی

38_ بخاری' کتاب بدء الخلق' باب ذکر الملا ئکتہ' 83/4' مسلم' کتاب المغازی' باب مالقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین' 181/5

39_ سیرۃ ابن ہشام' 129/2

40_ سیرۃ ابن ہشام' 209/1

41_ بخاری' کتاب الایات' باب ماجاء فی القسامتہ' 30/4' ترمذی' کتاب الریات' باب ماجاء فی القیامتہ

42_ بخاری' باب بدء الوحی' 4/1

43_ بخاری' کتاب الادب' باب حسن الخلق' 82/7' مسلم' کتاب الفضائل' باب کان رسول اللہ احسن الناس' 74/7

44_ بخاری' کتاب الصلاۃ' باب یفکر الرجل فی الصلواۃ' 64/2

45_ بخاری' کتاب المغازی' مااقطع النبیؐ من الجوین' 65/4

46_ مسند احمد' 397/6

47_ مسلم' کتاب الاشربتہ' باب اکرام الضیف' 130/6

48_ بخاری' کتاب المغازی' باب غزوۃ احد' 375

49_ مسلم' کتاب الجہاد' باب الوفاء بالعہد' 177.176/5

50_ بخاری' باب بدء الوحی' 6/1

51_ سیرۃ ابن ہشام' 55/4

52_ بخاری' کتاب المغازی' باب این رکز النبی الرایتہ' 91/5' مسلم' کتاب الجہاد' باب فتح مکتہ' 171/5

53_ ابوداود' کتاب الادب' باب حق المملوک' 361/5' ترمذی' کتاب البر' باب النہی عن ضرب الخادم' 335/4 54_ ابوداود' کتاب الجنائز' باب الامراض المکفرۃ' 469/3

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں

مولانا علی اصغر عباسی

گھر کا ذکر آتے ہی گھر والی یعنی بیوی یا بیویوں کا تصور ذھن میں آنا ایک فطری بات ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اپنے گھر میں" کے عنوان کے تحت آپکی زواج مطہرات کا تذکرہ اور ان سے پیش آنے والے واقعات کا ذکر قرین قیاس ہے آپکی ازواج مطہرات میں پہلی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

حضرت حدیجہ رضی للہ تعالیٰ عنہا کی دولت و ثروت اور شریفانہ اخلاق نے آپ کو مشہور و معروف بنا دیا تھا اس لئے ہر شخص آپ سے نکاح کا خواہاں تھا جبکہ کارکنان قضا وقدر کی نظر انتخاب کسی اور پر پڑ چکی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال تجارت لیکر شام سے واپس آئے۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کا پیغام بھیجا اس پیغام کی خدمت پر مقرر ہونے والی -علی بن امیہ کی ہمشیرہ نفیسہ بنت امیہ تھیں اس پیغام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لیا اور شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اگرچہ وفات پا چکے تھے تاہم ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے عرب میں عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے براہ راست اس مرحلے کو طے فرمایا جبکہ اسلام نے بھی والد کو پابند کیا ہے کہ وہ بالغہ سے اجازت لیکر اس کے نکاح کا انتظام کرے۔

Marfat.com

تاریخ معین پر ابو طالب آپکے چچا محترم اور خاندان کے رؤسا جن میں حضرت حمزۃؓ بھی تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر آئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا نے بھی خاندان کے چند بزرگوں کو جمع کیا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپکی زوجیت کے شرف سے ممتاز ہوئیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال تھی اور آپکی عمر 40 سال کی تھی یہ واقعہ بعثت نبوت سے پندرہ سال قبل کا ہے (الاصابہ فی احوال الصحابہ ج 8 ص 160) پندرہ برس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرائض نبوت عطا ہوئے تو سب سے پہلے یہ پیغام آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنایا انہوں نے سنتے ہی صدق دل سے تسلیم کر لیا کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ آپ کے صدق دعوی کا فیصلہ کون کر سکتا ہے؟ صحیح بخاری" باب بدء الوحی" میں ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جو کہ انکی ذہانت اور عقل مندی پر دال ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے آخر میں یوں ہے۔

فرجع بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرجف فؤاده فدخل علی خدیجه بنت خویلد فقال زملونی زملونی فزملوه حتی ذهب عنه الروع فقال لخدیجه واخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجه کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق فانطلقت به خدیجه حتی اتت به ورقه بن اسد بن عبد العزی ابن عم خدیجه وکان امراء تنصر فی الجاهلیه

"یہ آیات (اواعالی آخواہ) لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ حضرت خدیجہ

Marfat.com

بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے کمبل اوڑھا دو تو انہوں نے آپ کو کمبل اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپکا خوف ختم ہو گیا پھر آپ نے یہ کیفیت حضرت خدیجہؓ کے سامنے بیان فرمائی اور پورے واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا خدا کی قسم خداوند قدوس کبھی آپکو رسوا نہیں کرے گا بلاشبہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کے لئے کماتے ہیں آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ لوگوں کیز حوادث پر مدد کرتے ہیں پھر حضرت خدیجہ آپکو ساتھ لیکر چلیں اور ورقہ کے پاس پہنچیں جو کہ اسد بن عبدالعزی کے بیٹے تھے اور حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے اور یہ ورقہ ایسے آدمی تھے جو جاہلیت کے زمانے میں دین نصرانیت قبول کر چکے تھے۔ (بخاری شریف ج 1 ص 2)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ "مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا" تو انہوں نے جواب دیا ہرگز ایسا نہیں ہو گا خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کریں گے آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے وہ ملکات رکھے ہیں کہ آئندہ آپ سے بڑے بڑے کام لینے ہیں اگر کسی کو کوئی عہدہ یا بڑا کام سپرد کیا جائے پھر اس سے پورا نہ ہو سکے تو یہ رسوائی ہے کیونکہ لوگ کہیں گے کہ نااہل تھا اس لئے اس سے یہ کام نہ ہو سکا اسی بنا پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رسوا نہیں کرے گا کہ ایک کام آپ کو سپرد کر کے پھر درمیان میں آپ کو چھوڑ دے اور آپ یہ کام پورا نہ کر سکیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ز آپ کی نصرت اور مدد کرے گا تاکہ آپ اس کام کی تکمیل کر سکیں ساری دنیا آپ کی دشمنی پر آمادہ ہو جائے گی تو بھی کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ آپ کے اندر خصائل

Marfat.com

حمیدہ ملکات فاضلہ اور اخلاق حسنہ موجود ہیں اور جس کے اندر یہ سب جواہرات ہوتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہیں کرتا اور دشمن اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی عظمتیں درج ذیل بیان فرمائیں آپ تو 1) صلہ رحمی کرتے ہیں۔ قرابت داروں کے حقوق ادا فرماتے ہیں۔ 2) آپ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی اپاہج ضعیف اور کمزور کی باربرداری کرتے ہیں " کل" وہ ہوتا ہے جو اپنا بوجھ برداشت نہ کر سکے مطلب یہ تھا کہ آپ عاجز لوگوں کے بار اٹھاتے ہیں اور امداد فرماتے ہیں۔ 3) و تکسب المعدوم یعنی آپ اپنی کمائی میں مفلسوں ناداروں کو شریک کرتے ہیں اور ایک معنی یہ ہیں کہ آپ معدوم کو کماتے ہیں یعنی جو چیز آپ کے پاس نہیں ہے اس کے حاصل کرنے کا کمال اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے مشہور ہے کہ حضور اکرمؐ تجارت میں بڑے صاحب نصیب تھے (4)_ و تقری الضیف کہ آپ مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ 5) و تعین علی نوائب الحق اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کرتے ہیں یہاں حادثات سے خیر کے حادثات مراد ہیں شر کے نہیں یعنی حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آپڑے تو آپ اعانت کرتے ہیں اور اگر کوئی برے کام کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو جائے مثلاً" چوری کرے تو اعانت نہیں کرتے۔

اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولادیں ہوئیں ان میں دو صاحبزادے تھے جن کا بچپن میں انتقال ہو گیا (1)_ حضرت قاسم حضور کے سب سے بڑے لڑکے تھے انہی کے نام پر آپ کی کنیت "ابوالقاسم" تھی۔ 2) حضرت عبداللہ جن کے لقب طیب اور طاہر تھے اس لئے کہ وہ زمانہ نبوت میں پیدا ہوئے۔ اور آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں 1) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو آپ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ 2) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ 3) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ 4) حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت خدیجہؓ کے مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں ایک

Marfat.com

روایت میں ہے

"کہ جہاں میں افضل ترین عورتیں مریم بنت عمران اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں"۔ (صحیح مسلم و بخاری ج 2 ص 332)

امام نووی کے نزدیک ازدواج رضوان اللہ علیھن کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے شادی کی پھر حضرت سودہ سے پھر حضرت عائشہ سے پھر حضرت حفصہ سے پھر حضرت زینب سے پھر حضرت ام حبیبہ سے پھر حضرت ام سلمہ سے پھر حضرت جویریہ سے پھر حضرت صفیہ سے اور پھر حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے **حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:** ازدواج مطہرات میں یہ فضیلت حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد وہی آپ کے عقد نکاح میں آئیں پیغام نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے نکاح پڑھایا اور 400 درہم مہر قرار پائے۔ ان کے متعلق بہت سے واقعات احادیث میں منقول ہیں ایک دفعہ جبکہ تمام ازواج مطہرات آپ کی خدمت میں حاضر تھیں آپ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کس کی موت آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے لمبا ہو گا ازواج مطہرات نے ظاہر مطلب سمجھا اور آپس میں ہاتھ ناپنے لگ گئیں تو سب سے بڑا ہاتھ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا تھا لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو سب کو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی بڑھائی سے آپ کا مقصد سخاوت اور فیاضی تھی حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی فرمانبرداری میں تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا حضرت سودہ رضی

Marfat.com

اللہ عنہا نے اس حکم پر اس طرح عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے بھی گھر سے نہ نکلیں سخاوت اور فیاضی بھی ان کا نمایاں وصف تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حاصل ہے کہ وہ آپ کی کنواری بیوی تھیں 10 نبوی میں آپ کا ان سے عقد نکاح ہوا 500 درہم مہر قرار پائے 9 سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر 18 سال تھی آپ کے بعد 48 سال زندہ رہیں۔ 57ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور دیگر ازواج مطہرات کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت ام المومنین حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

3ھ میں آپ کا حضرت حفصہ سے نکاح ہوا ان کا انتقال شعبان 45ھ میں ہوا ان کے متعلق ہے کہ وہ صائم النہار اور قائم اللیل تھیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ ام المساکین: یہ زینب بنت خزیمہ ہیں چونکہ فقراء اور مساکین کو نہایت فراخی سے کھانا کھلایا کرتی تھیں اس لئے ام المساکین کی کنیت کے ساتھ مشہور ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نکاح کے 3 ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے تھے 63ھ میں ان کا انتقال ہوا طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حدیث کا مخزن تھیں تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی مقابل نہ تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ نے کروایا تھا تو پھر انہوں نے طلاق دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا نکاح ہوا۔ قرآن پاک کی سورہ احزاب میں ان کے نکاح ک تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تھیں ایران جنگ میں آئیں تھیں اور آخرکار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جویریہ سے بڑھ کر کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کی وجہ سے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیے گئے ان کا نام جوہ تھا حضور اکرم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر ان کا نام جویریہ رکھ دیا ان کو عبادت کا خص ذوق تھا اکثر مشغول عبادت رہتی تھیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جوہیہ سے بڑھ کسی عوت کو اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا ان کی وجہ سے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے ان کا نام حجرہ تھا حضور اکرم ﷺ نے بدل کر ان کا نام جویریہ رکھ دیا ان کو عبادت کا خاص ذوق تھا اکثر مشغول عبادت رہتی تھیں۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضرت ابوسفیان بن حرب کی بیٹی تھیں پہلے خاوند کے فوت ہونے کے بعد حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق ان کو پیغام نکاح دیا اور پھر خطبہ نکاح پڑھتے ہوئے آخر میں کہا کہ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا ہے اور 400 دینار مہر مقرر کیا ہے اور اسی وقت 400 درہم خالد بن سعید اموی کے حوالے کر دیئے 44ھ میں آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا نجاشی کی یہ عظمت ہے کہ حضور اکرم نے ان کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر فرمایا۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حی بن اخطب سردار بنو نضیر

Marfat.com

کی بیٹی تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عقل مند بردبار عورت تھیں رمضان المبارک 50ھ میں وفات پائی۔

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابن سعد کے بیان کے مطابق یہ آپ کی آخری بیوی تھیں نکاح کے وقت 500 درہم مہر مقرر ہوا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح دیا تو اپنا وکیل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح کر دیا۔ 51ھ میں مقام سرف میں اسی جگہ انتقال فرمایا جہاں عروسی ہوئی تھی۔

یہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور امہات المومنین کے لقب سے مشہور ہوئیں ازواج مطہرات میں سے دو کا آپ کی حیات میں ہی انتقال ہو گیا ایک حضرت خدیجہؓ اور دوسری حضرت زینب بنت خزیمہؓ جبکہ وصال کے وقت نو ازواج مطہرات موجود تھیں۔

آپ کے متعدد نکاح کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دینی مسائل اور خصوصاً وہ احکام جو عورتوں کے متعلق ہیں وہ ازواج مطہرات کے توسط سے امت کی عورتوں تک پہنچ جائیں گویا ازواج مطہرات مدرسۃ النسوان کے اعضاء و ارکان تھیں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مردوں کو تعلیم دی جاتی تھی جبکہ گھر میں ازواج مطہرات کو اور پھر یہی ازواج مطہرات امت کی معلمات بن گئیں اور امت کی عورتوں تک نبی کی تعلیمات ان کے ذریعہ پہنچیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استحکام پاکستان سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

آج کا موضوع وقت کی اہم ضرورت ہے آج جبکہ ملک اپنے معرض وجود میں آنے کی نصف صدی مکمل کرنے کو ہے اور ہمارا ملک جس ڈگر پر چل رہا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہدایت حاصل کی جائے۔ ہماری اصلاح اور فلاح کا دارومدار اسی پر ہے امام مالک نے فرمایا تھا "اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح اس کے ساتھ ہوگی جس کے ساتھ پہلے لوگوں کی ہوئی"۔ اس لحاظ سے محکمہ اوقاف کے تمام حکام مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ عنوان منتخب کرکے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ معاشرے کو ٹھیک کرنے اور استحکام پاکستان کے لئے ضروری ہے کہ امریکہ' برطانیہ' چین اور دوسرے غیر مسلم ممالک کے افکار کو پڑھا جائے۔ سیرت نبویؐ کا معمولی سا مطالعہ بھی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معاشرے کو پاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا ہمارا معاشرہ کافی خرابیوں کے باوجود اللہ کے فضل وکرم سے اس نہج کو نہیں پہنچا لہٰذا سیرت نبویؐ پر عمل کرنے اور محمد رسول اللہ کی تعلیمات کو عام کرنے سے کوئی وجہ نہیں کہ معاشرے کی اصلاح اور استحکام پاکستان کا مقصد حاصل نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کا معاشرہ تشکیل دینا چاہتے تھے عرب معاشرہ ہر لحاظ سے اس کی ضد تھا۔ آنحضرتؐ کے پیش نظر معاشرے کی بنیاد عقیدہ توحید

Marfat.com

پر تھی یعنی اللہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے وہ پوری کائنات کا خالق و مالک ہے اس کے علاوہ نفع و نقصان کا کوئی مالک نہیں جبکہ عرب کے باشندے ہر قسم کے شرک میں مبتلا تھے۔ عرب معاشرے میں ظلم عام تھا جبکہ آنحضرتؐ کے پیش نظر معاشرہ میں اصل بنیاد ہی عدل تھی۔ ان کے ہاں خاندان اور طبقات کا نظام تھا۔ لڑکیوں کی پیدائش کو ہی باعث ذلت سمجھا جاتا تھا جبکہ محمدؐ نے عورت کو عزت و توقیر بخشی۔ آنحضرتؐ کے مجوزہ معاشرے کی بنیاد مساوات پر تھی۔ معاشی لحاظ سے وہ لوگ سود کے عادی تھے۔ حلال وحرام کی تمیز نہ تھی دوسروں کا مال کھالینا معیوب نہ تھا۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس معاشرے کی چند معاشرتی' سیاسی اور معاشی خرابیوں کی ایک جھلک پیش کی جائے۔ اخلاقی اعتبار سے ان کے اندر بہت سی بیماریاں اور امراض گھر کئے ہوئے تھے اور اس کے اسباب واضح ہیں۔ شراب عام طور سے پی جاتی تھی۔ شراب کی دوکانیں برسرراہ تھیں اور علامت کے طور پر ان پر پھریرا لہراتا تھا۔

عورت کے ساتھ ظلم و بدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی اس کے حقوق پامال کئے جاتے اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے وہ ترکہ اور میراث میں سے کچھ حصہ نہ پاتی تھی دوسرے مال و متاع کی طرح عورت بھی وراثت میں منتقل ہوتی تھی۔ شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کو اجازت نہیں تھی کہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کرسکے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا بھی رواج تھا۔

قبیلے اور رشتہ داریوں کی بنیاد پر عصبیت اور جتھہ بندی عرب میں بڑی سخت تھی۔ اس عصبیت کی بنیاد جاہلی مزاج تھا۔ ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا تھا جس سے بیگار لیا جاتا تھا اور کام پر لگایا جاتا' یہ عوام اور بازاری لوگ تھے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔ "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے فساد مچ گیا" یہ اس وقت کے کائناتی حالات کی مختصر مگر جامع صورت حال ہے۔

Marfat.com

پھر اس پیغام کے ساتھ انقلاب برپا ہوتا ہے **قل یا اهل الکتاب الی کلمته سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ** (اے اہل کتاب ایک کلمے کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی پوجا نہ کریں) اس انقلاب سے دنیا کا نقشہ بدل گیا۔ یہ دراصل پیغام نجات تھا۔

آج کے دور میں مغرب کو انسانی حقوق کے علمبردار ہونے کا دعوی ہے جبکہ ان کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے بڑھ کر حقوق غصب کرنے والا کوئی نہیں رہا۔ انسانوں کا تزکیہ حضورؐ کا اصل مشن تھا۔ اس کے متعلق فرمایا گیا:

لقد من اللہ علی المومنین اذا بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمه وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے گئے انقلاب سے تہذیب سے عاری علاقہ تہذیب و شائستگی کا مرکز بن گیا جو لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ بھائی بھائی بن گئے جہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا وہاں امن و آشتی کے پھل کھل اٹھے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے وہی سیرت طیبہ آج بھی ہمارے پاس اپنی صحیح شکل و صورت میں محفوظ ہے اسی سیرت طیبہ کے بڑے بڑے محقق اور عالم ہمارے درمیان موجود ہیں پھر ہمارے معاشرے میں تبدیلی رونما کیوں نہیں ہوتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ حیات نبوی کے دو واضح دور ہیں: پہلا دور مکی زندگی جو تیرہ سال جاری رہا اور دوسرا دور مدنی زندگی ہے جو دس سال کو محیط ہے۔دونوں ادوار میں انسانی زندگی کا مکمل احاطہ کرلیا گیا۔ پاکستان کے استحکام کے لئے اسی طریق پر تربیت کی ضرورت ہے جس سے حضورؐ نے عرب کے بدوؤں کی اصلاح کی اور مدینے میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تربیت میں محبت و دل سوزی، مزاج د

Marfat.com

نفسیات کا خیال رکھنا' تدریج و ترتیب اخلاق' علم' صبرو تحمیل' حسن گفتار' حسن کردار اہم ہیں لیکن سب سے امتیازی وصف ان کا اپنا عملی نمونہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ کسی بھی بات کا دوسروں کو حکم دینے سے پہلے خود عمل کرتے تھے اور ہمیشہ دوسروں سے بڑھ کر عبادات میں مشغول رہتے تھے۔ عام مسلمانوں کو دن رات میں پانچ وقت فرض نماز ادا کرنے کا حکم دیا جبکہ خود حضور ﷺ اشراق' چاشت اور تہجد ادا کرتے اور حضرت عائشہؓ کے فرمان کے مطابق اس طرح ذکر اللہ میں کھڑے رہتے کہ پائے مبارک میں ورم آ جاتا **"کان یصلی حتی ترم قدماہ"** (آپ نماز پڑھتے یہاں تک کہ پاؤں سوج جاتے)۔

آپ نے روزوں کا حکم دیا عام مسلمانوں پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں مگر خود آپؐ کی کیفیت یہ تھی کہ کوئی مہینہ اور کوئی ہفتہ روزوں سے خالی نہ جاتا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ روزے رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا' کبھی افطار ہی نہ کریں گے۔

اسی طرح زکواۃ و خیرات کا حکم دیا تو خود پہلے عمل کرکے دکھایا۔ حضرت خدیجہؓ شہادت دیتی ہیں "یا رسول اللہ آپ قرضداروں کا قرض ادا کرتے ہیں' غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔

دوسروں کو حکم دیا: **"ومما رزقنھم ینفقون** اور خود کا یہ عالم تھا کہ جو آیا خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے **"انما انا قاسم واللہ یعطی"** آپ نے زہد و قناعت کی تعلیم دی اور ان کا اپنا عالم یہ تھا کہ عرب کے گوشے گوشے سے جزیہ' خراج' عشر اور زکواۃ و صدقات کے خزانے لدے آئے مگر امیر عرب کے گھر میں وہی فقر رہتا تھا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: حضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت بھی کبھی سیر ہو کر آپ ﷺ نے کھانا نہ کھایا۔ دوسروں کو ایثار کا سبق دیا خود ان کا نمونہ یہ تھا کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر عسرت اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ چکی

Marfat.com

پیتے پیتے' ہتھیلیوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینہ پر نیل پڑ گئے تھے۔

آج پاکستان کو جن مسائل کا سامنا ہے اور استحکام پاکستان کے لئے ضروری ہے کہ ان کو حل کیا جائے ان میں دہشت گردی' کرپشن' رشوت' سود' کمزور معاشیات' ذخیرہ اندوزی' افلاس' بے روزگاری' مذہبی کی فرقہ پرستی' مغرب کی اندھی تقلید' بے دینی' آزادی نسواں سرفہرست ہیں۔

پاکستان میں بعض مغرب زدہ طبقے عورتوں کے حقوق کے بارے میں اخبارات' ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ میں پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ عورت کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں حالانکہ اسلام نے جو حقوق عورت کو دیے ہیں اور جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی ہیں ان کو مدنظر رکھا جائے تو استحکام پاکستان میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ عورت کا کردار معاشرے کی تشکیل میں بہت اہم اور اساسی ہے۔ اگر عورت بحیثیت ماں اور بیوی اپنے فرائض کو صحیح سمجھے تو معاشرتی بگاڑ کی صورت ہی پیدا نہ ہو۔ موجودہ دور میں دہشت گردی' تخریب کاری' ڈاکہ زنی' رہزنی اور دیگر اخلاقی اقدار کی پامالی کا سبب نوجوان نسل کی تربیت میں کمی ہے۔ ان تمام چیزوں کا حل یہی ہے کہ نوجوان نسل کی صحیح تربیت کی جائے اور ان کے کردار کا خیال رکھا جائے ان کی ابتداء سے ہی دینی اور اخلاقی خطوط پر تربیت کی جائے تو پاکستانی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی والد نے اپنی اولاد کو ادب سے بڑھ کر تحفہ نہیں دیا"

ان تمام معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کے لئے لوگوں کو مناسب روزگار کے مواقع مہیا کئے جائیں۔ گداگری کو ختم کرنے کے لئے غرباء کا خیال رکھا جائے اور ان کو روزگار دیا جائے اور اس سلسلے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات لوگوں میں عام کی جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اگر کوئی لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اس کو بیچے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کی آبرو قائم رکھے تو یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے وہ اس کو دیں یا نہ دیں"

ذخیرہ اندوزی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا جائے اور اس کے مرتکب کو سزا دی جائے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا **"المحتکر ملعون"**

محنت کش طبقے کو اس کے حقوق دیے جائیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو" اور فرمایا "**خیر الکاسب العامل اذا نصح** کسب معاش کرنے والوں میں سب سے بہتر محنت کش ہے جب تک وہ اخلاص سے کام کرتا رہے۔

معیشت کے میدان میں حضور ﷺ کی تعلیمات کو ہمیشہ مدنظر رکھا جائے۔ حلال و حرام کا خیال رکھا جائے منشیات والی چیزوں سے بچا جائے۔ وسیع معاشی ڈھانچے کے باوجود ہم مکمل طور پر اقتصادی استحصال سے آزاد نہیں ہیں پاکستان کے حالات بتاتے ہیں کہ ہمارا معاشی ڈھانچہ اور اس کے اندر بہنے والی تمدنی روح دونوں ناہمواریوں کا شکار اور خستہ حال ہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات معاشی ناہمواریاں' جاگیردارانہ تسلط' صنعت کاروں کی گرفت' غرباء' آبادی کا دباؤ' غیرضروری انتظامی اور غیر پیداواری اخراجات اور علم و فن کی زبوں حالی ہیں۔

حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کسی آدمی نے آ کر فاقہ کی شکایت کی پھر کوئی آدمی آیا اس نے ڈاکے کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: عدی! کیا آپ نے حیرہ دیکھا ہے میں نے کہا نہیں دیکھا لیکن اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ کی لمبی عمر ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ ایک عورت حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف

Marfat.com

کرے گی۔ اللہ کے علاوہ کسی کا اس کو ڈر نہیں ہوگا۔ حضرت عدی کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں سوچا قبیلہ طے کے ڈاکو کدھر جائیں گے جنہوں نے علاقے میں فتنہ برپا کر رکھا ہے آپ ﷺ نے یہ بھی اس وقت ارشاد فرمایا: اگر آپ کی زندگی لمبی ہوئی تو آپ کسریٰ کے خزانوں کو ختم کریں گے میں نے کہا کسریٰ بن ھرمز اور آپ نے فرمایا کسریٰ بن ھرمز۔ اور آپ کی زندگی اگر زندگی لمبی ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا لے کر صدقہ و خیرات کے لئے نکلے گا مگر کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میں نے اس عورت کو دیکھا جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے خدا کے علاوہ کسی کا ڈر نہ تھا اور میں ان لوگوں میں شامل ہوں جنہوں نے کسریٰ بن ھرمز کے خزانے تقسیم کئے اور اگر آپ لوگ زندہ رہے تو آپ دیکھیں گے جو پیغمبر ﷺ نے مٹھی بھر سونا لے کر نکلنے والے کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ حضور ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب ان کے اپنے ملک میں بھی پریشانی کا عالم تھا۔ حضور ﷺ کا لایا ہوا نظام خوشحالی' امن' سلامتی' محبت' پیار اور آسودگی کا ضامن ہے۔ ہم نے پیغمبر ﷺ سے تعلق توڑ کر پریشانی' چوری' ڈاکے' بھوک' بے حیائی اور ڈر کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ اعجاز رحمانی صاحب نے سچ کہا تھا:

جس قدر ازم بھی ہیں جہل کے
ان سے انسان کو گلہ ہے
دامن مصطفیٰ چھوڑنے سے
آدمی کرب میں مبتلا ہے

قرآن مجید میں ہے **فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم** (پھر جو لوگ پیغمبر ﷺ کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہیے کوئی مصیبت ان پر آن پڑے یا آخرت میں کوئی تکلیف کا عذاب ان کو نہ پہنچے) ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا: **"ولو ان اھل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذنھم بما**

Marfat.com

کانو یکسبون (اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور برے کاموں سے بچے
ر ... ہم ان پر زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو ہمارے پیغمبروں
کو جھٹلایا تو ان کے کاموں کی سزا میں ان کو دھر پکڑا)

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من اقتطع حق امری' مسلم بیمینہ فقد او جب اللہ لہ النار و حرم اللہ علیہ الجنہ** (جس شخص نے کسی مسلمان کا حق قسم اٹھا کر لیا اس پر اللہ جہنم واجب کرے گا اور جنت حرام کرے گا)۔

جدید فکر و فلسفہ کی بدولت اسلام کے خلاف خود مسلمانوں ہی کے ایک طبقہ کے اندر جو ذہنی اور عملی بغاوت پھیل رہی ہے اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

زیادہ سے زیادہ علمی و تحقیقی اداروں کی ضرورت ہے جو نظریہ پاکستان کو اسلامی نقطہ نگاہ سے سمجھائیں اور اسلام اور پاکستان کی خدمت کے لئے ذہین اور صالح الفطرت نوجوانوں کی تربیت بھی کریں۔

باہمی اتحاد ہو' اہل سیاست میں بھی' اہل دین میں بھی اور عوام میں بھی۔ یہ اتحاد صف اور صرف اسلام کے صحیح تصور کے گرد یعنی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

انتخابات میں روپے پیسے' برادری اور گروہ بندی سے بالاتر ہو کر ووٹ دیں۔

دو کام سامنے رکھے جائیں: 1_ ایمان کی تجدید' اسلامی عبادات کی پابندی اور اخلاقی قدروں کا احترام 2_ فلسفہ اور سائنس کے جدید علوم حاصل کئے جائیں اور ملک میں تجرباتی لیبارٹریز کھولی جائیں جن میں نوجوان کام کر سکیں۔

مخلوط مجالس' خواتین کا مردوں کے مابین کثرت سے گھومنا' عریانی یا فحاشی کا رنگ رکھنے والی ثقافت سے پرہیز' جنسی گندگی کو فنون کے ذریعہ پھیلانے کی روک تھام اور بدکاری کا قلع قمع کیا جائے۔

Marfat.com

معاشی ناہمواریوں کا حل نکالا جائے۔ شادی بیاہ کی تقریبات میں مصارف کا پیمانہ مقرر کر کے اچھا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن اس قانون پر عمل کرانے کی ضرورت ہے۔

دفاع کی شدید اہمیت اور وسیع تر مصارف سے بچنے کے لئے ایک تو کالجوں میں طلبہ کو فوجی ٹریننگ دی جائے اور دوسرے یہ کہ عوام میں سے نوجوان عنصر کو دو تین ماہ کی باقاعدہ تربیت چھاؤنیوں میں رکھ کر دینے کے بعد انہیں ریزرو فوج کے طور پر تیار رکھا جائے۔

خیرکم من تعلم القرآن و علمه ہر پڑھا لکھا آدمی کوشش کرے کہ آس پاس رہنے والے ان پڑھ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کی فلاح و اصلاح کا انحصار اسی پر ہے کہ ہم جوہر طور امت محمدیہ کے صرف اس لئے دنیا میں لائے گئے تھے کہ انسان کو فساد سے نکال کر فلاح کے مقام تک پہنچا دیا جائے اور قیام پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور اللہ کا کلمہ بلند کیا جائے۔

پہلے اپنے معاشرے کو قدروں کے بحران سے نکالئے اور پھر اپنے نئے پاکیزہ معاشرے کی تصویر ساتھ لے کر ساری دنیا میں ایمان اور قدروں کے احیاء کا پیغام پہنچاؤ۔

علامہ اقبال نے صحیح فرمایا ہے:

کھول کر آنکھیں مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

الحواشی

1۔ کلبی' کتاب الاصنام' ص 33
2۔ الزخرف: 19'

Marfat.com

3_ کلبی' کتاب الاصنام' ص 34

4_ صاعد اندلسی' طبقات الامم' ص 43

5_ سبعہ معلقات' حلقہ شعر' قد بت سامرھا' ص 71

6_ البقرہ : 232' النساء : 19

7_ میدانی بحوالہ ابوالحسن علی ندوی' مسلمانوں کے عروج و زوال کا دنیا پر اثر' ص 72

8_ الروم : 61

9_ آل عمران : 164

10_ احمد' المسند' ج 1' ص 255' البخاری' الجامع' الصحیح (کتاب التہجد باب قیام النبی حتی تورم قدماہ)

11_ مشکواۃ المصابیح' ص 178 (باب صیام التطوع)

12_ البخاری' الجامع' الصحیح' ج 1 ص 3

13_ البقرہ : 3

14_ مسند احمد' جلد 2' ص 234' طبرانی' المعجم الکبیر' ج 19' ص 430, 329

15_ الہیثمی' مجمع الزوائد' ج 10' ص 313' ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج 6' ص 60

16_ مشکواۃ المصابیح' ص 209' (باب ما یقول عند الصباح والمساء)

17_ النساء : 29

18_ مسند احمد' ج 5' ص 261

19_ البقرہ : 179

20_ احمد' المسند' ج 1' ص 87' ج 3' ص 304

21_ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' ج 8' ص 320

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شگفتہ مزاجی

پروفیسر سید محمد طاہر قادری

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سرور کائنات فخر موجودات حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جامع الصفات بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ کی سیرت طیبہ کا ہر ہر پہلو اور ہر ہر لمحہ ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔ آپؐ کی سیرت تاابد روشنی کا مینار ہے۔ آپؐ کے اخلاق عالیہ اور صفات جمیلہ میں ہمارے لئے ہدایت اور رہبری کا مکمل سامان موجود ہے۔ ذیل میں ہم آپؐ کی سیرت کے ایک پہلو "آپ کی شگفتہ مزاجی" پر اظہار خیال کریں گے۔

اگرچہ آپ کی مجالس میں ہمیشہ اخلاقیات کا درس ہوتا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم۔ آخرت کا ذکر۔ جنت و دوزخ اور حیات اخروی۔ ثواب و عذاب پر تبصرہ ہوتا۔ گویا ہر وقت وقار۔ سنجیدگی و متانت قائم رہتی۔ صحابہ کرام خود فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب بیٹھتے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ تھوڑی سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔ لیکن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی کی جھلک ان خوشگوار صحبتوں کی بقا کی وجہ تھی۔ آپ شائستہ مزاح اور شگفتہ مزاجی کو بھی تبلیغی و دینی ضرورت سمجھتے تھے ورنہ ان کے قدرتی رعب و جلال کی بنا پر حاضرین کا ان کے قرب میں رہنا مشکل ہو جاتا۔ عربی کے مشہور مقولہ کے مصداق " **مزاح المومنین عبادة** (یعنی مومنین کا باہمی مزاح' اگر ایمان کی حدود کے اندر ہو' عبادت ہے)۔

Marfat.com

اسی طرح **الملح فی الکلام کالملح فی الطعام**" (یعنی کلام میں مزاح ایسے ہے جیسے کھانے میں نمک)

ایک طرف تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و نصیحت میں مصروف رہتے اور دوسری طرف صحابہؓ کے ساتھ ایک بے تکلف دوست اور خوش طبع ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔ ویسے تو آپ کی مجلس میں اکثر دینی تعلیم و پند و نصائح کی وجہ سے یہ ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ نظر آتی۔ مگر کچھ دیر کے لئے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی نظر آتی جس میں ظرافت و مزاح کی باتیں بھی ہوتیں۔ گھر بار کی روزانہ کی باتیں اور قصے کہانیاں بیان ہوتیں۔ آپؐ صحابہؓ سے اور صحابہؓ آپؐ سے آپس میں بے تکلفی سے باتیں کرتے۔ لیکن یہ ظرافت و مزاح اخلاقیات کی حد میں اور اعتدال میں ہوتا اس میں کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات اور غیر سنجیدہ گفتگو نہ ہوتی اور سب کچھ تہذیب کے دائرہ میں ہوتا اور خاص اخلاقی معیار کا حامل ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کی تعریف آپ کی زبان سے یوں ادا ہوئی ہے صحابہ کرامؓ نے آپ سے تعجب سے پوچھا کہ سرکار (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی مذاق کرتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں بے شک۔ مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے (لیکن ہم لوگوں کا آج کل کا مذاق جھوٹ' غیبت' بہتان' طعن و تشنیع اور بے جا مبالغوں سے بھرا ہوتا ہے)۔

1_ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ایک مرتبہ مزاحا **یاذالاذنین**" فرمایا یعنی (اے دو کانوں والے)۔ کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہوگی مثلا" ان کے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہوں گے کہ بات دور سے سن لیتے ہوں گے۔

2_ حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے میل جول میں مزاح فرماتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی (ابو عمیر) تھا۔ وہ جب سرکار دو عالم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (ممولا) ہوتی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا اتفاقاً" وہ چڑیا مر گئی اس کے بعد جب بھی وہ آپؐ کی خدمت میں آتا تو آپؐ خوش طبعی کے طور پر فرماتے "**یا ابا عمیر ما فعل النغیر**"۔(یعنی اے ابو عمیر وہ چڑیا کہاں گئی)۔

3۔ ایک روز ایک شخص نے آپؐ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں آپؐ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا (اونٹنی کا بچہ دوں گا) وہ بولا حضورؐ میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اونٹنیاں ہی اونٹ جنتی ہیں اور ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اس پر وہ خوش ہوگیا۔

4۔ اسی طرح ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی آپؐ سے عرض کیا آپؐ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے بہشت میں داخل فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی بوڑھی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی وہ گھبرائی اور پریشان ہوگئی اور سبب پوچھا آپؐ نے فرمایا کیا تو قرآن نہیں پڑھتی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **انا انشانھن انشاء فجعلنھن ابکارا**" (یعنی بوڑھی عورتوں کو جو بہشت میں داخل کریں گے تو کنواریاں بنا کر کریں گے (واقعہ))۔ اس پر وہ خوش ہوگئی۔

5۔ ایک بدری صحابی زاہر نامی جو بدشکل تھے جنگل کے پھل' سبزی وغیرہ آنحضورؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ وغیرہ لایا کرتے تھے اور جب وہ واپس جاتے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دیا کرتے تھے آپؐ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے زاہر ہمارا جنگل (روستائی' دیہاتی) ہے اور ہم اس کے شہر (شہری) ہیں۔ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے تو زاہر کو اپنی اشیاء وغیرہ فروخت کرتے دیکھا۔ آپؐ پیچھے سے جا کر اپنا دست مبارک ان کی آنکھوں پر رکھ دیا اور گود میں لے لیا۔ انہوں نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دو۔ جب مڑ کر (کنکھیوں) سے دیکھا کہ سرکارؐ ہیں تو تبرک کے طور پر اپنی پیٹھ اور بھی سرکارؐ سے

Marfat.com

لپٹانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپؐ مجھے بیچتے ہیں تو آپؐ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا "تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے"۔

6۔ حضرت محمود بن ربیع انصاری خزرجی صغار صحابہؓ میں سے تھے ان کی عمر پانچ سال تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک کنواں تھا آپؐ نے ایک ڈول میں سے پانی پیا اور پانی کی کلی (بطریق مزاح) حضرت محمود کے چہرہ پر ڈال دی اس کی برکت نے ان کا حافظہ تیز ہوگیا وہ اس قصے کو اکثر یاد کرتے اور دہرایا کرتے تھے اسی وجہ سے صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں۔

7۔ اسی طرح حضرت زینب بنت ام سلمٰی مخزومیہ جو آپؐ کی ربیبہ تھیں آپؐ کے پاس آئیں آپؐ غسلخانہ میں تھے آپؐ نے ان کے چہرہ پر پانی پھینک دیا اس کی برکت سے ان کے چہرہ میں بڑھاپے تک شباب کی رونق قائم رہی۔

8۔ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپؐ نے اس کے شوہر کے متعلق دریافت فرمایا اس نے نام بتایا آپؐ نے فرمایا اچھا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے وہ عورت گھر آئی تو اپنے شوہر کی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی اس کے خاوند نے پوچھا کیا بات ہے عورت نے کہا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت کیا میں نے بتایا تو فرمانے لگے اچھا وہی جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ یہ سن کر اس کے خاوند نے کہا کیا میری آنکھوں میں سفیدی' سیاہی سے زیادہ نہیں ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح فرمایا ہے۔

9۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو ابوتراب (مٹی کا باپ) کا لقب اس لئے دیا کہ آپ ایک روز خاک پر سوئے ہوئے تھے اور آپ کے رخساروں پر مٹی لگی ہوئی تھی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود تو شستہ مذاق فرماتے ہی تھے اپنے صحابہ کرامؓ کے اس طرح کے مذاق سے بھی محظوظ ہوا کرتے تھے۔

Marfat.com

11_ چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے دوران ایک بالکل ہی چھوٹے سے خیمہ میں بیٹھے تھے کہ میں نے باہر سے سلام عرض کیا آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پورا آ جاؤں۔ فرمایا ہاں پورے آ جاؤ۔

12_ حضرت ام سلمیٰ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قریباً ایک سال قبل حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لئے بصرہ گئے۔ حضرت نعمانؓ اور حضرت سویبطؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت سویبطؓ ظریف الطبع تھے۔ سفر کے دوران ایک دن حضرت سویبطؓ نے حضرت نعمان سے کھانا مانگا۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت وہاں موجود نہ تھے حضرت نعمانؓ نے کہا حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر دوں گا۔ حضرت سویبطؓ نے کہا اچھا میں تم سے دیکھ لوں گا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے تو سویبطؓ نے وہاں کچھ لوگوں سے کہا میرے پاس ایک غلام ہے خریدنا چاہو تو لے لو مگر اس میں ایک بات ہے وہ خود کو آزاد کہتا رہے گا لیکن تم اسے ہرگز نہ چھوڑنا۔ لہٰذا دس اونٹوں پر معاملہ طے پا گیا۔ ان لوگوں نے نعمانؓ کے گلے میں چادر ڈال لی یہ چیختے رہے کہ میں آزاد ہوں مگر انہوں نے کہا تمہاری اس بات کا ہمیں علم ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے ان کی جان چھڑائی مال واپس دے دیا۔ مدینہ آ کر یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپؐ سن کر خوب مسکرائے گویا کہ شگفتہ مزاجی کو پسند فرماتے تھے۔

13_ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی۔ اس سادہ دل نے سر جھکا لیا اور خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آپؐ مسکرا دیئے اور فرمایا ہوش کرو کیا تجھے تیری ماں یاد نہیں رہی۔"

14_ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہؓ کھجوریں کھا کر گٹھلیوں کو حضرت علیؓ کے آگے ڈالتے جاتے تھے۔ سرکار

Marfat.com

11۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے دوران ایک بالکل ہی چھوٹے سے خیمہ میں بیٹھے تھے کہ میں نے باہر سے سلام عرض کیا آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پورا آ جاؤں۔ فرمایا ہاں پورے آ جاؤ۔

12۔ حضرت ام سلمی راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قریباً" ایک سال قبل حضرت ابوبکرؓ تجارت کے لئے بصرہ گئے۔ حضرت نعمانؓ اور حضرت سو۔بطؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت سو۔بطؓ ظریف الطبع تھے۔ سفر کے دوران ایک دن حضرت سو۔بطؓ نے حضرت نعمان سے کھانا مانگا۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت وہاں موجود نہ تھے حضرت نعمانؓ نے کہا حضرت ابوبکرؓ کے آنے پر دوں گا۔ حضرت سو۔بطؓ نے کہا اچھا میں تم سے دیکھ لوں گا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے تو سو۔بطؓ نے وہاں کچھ لوگوں سے کہا میرے پاس ایک غلام ہے خریدنا چاہو تو لے لو مگر اس میں ایک بات ہے وہ خود کو آزاد کہتا رہے گا لیکن تم اسے ہرگز نہ چھوڑنا۔ لہٰذا دس اونٹوں پر معاملہ طے پا گیا۔ ان لوگوں نے نعمانؓ کے گلے میں چادر ڈال لی یہ چیختے رہے کہ میں آزاد ہوں مگر انہوں نے کہا تمہاری اس بات کا ہمیں علم ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے ان کی جان چھڑائی مال واپس دے دیا۔ مدینہ آ کر یہ قصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپؐ سن کر خوب مسکرائے گویا کہ شگفتہ مزاجی کو پسند فرماتے تھے۔

13۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا بتاؤ تمہارے ماموں کی بہن تمہاری کیا لگی۔ اس سادہ دل نے سر جھکا لیا اور خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آپؐ مسکرا دیے اور فرمایا "ہوش کرو کیا تجھے تیری ماں یاد نہیں رہی۔"

14۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے کھجوریں کھا رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہؓ کھجوریں کھا کر گٹھلیوں کو حضرت علیؓ کے آگے ڈالتے جاتے تھے۔ سرکار

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاحاً" فرمایا گٹھلیوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ کھجوریں حضرت علیؓ نے کھائی ہیں۔ حضرت علیؓ نے بھی آپؐ ہی کی آغوش میں تربیت پائی تھی برجستہ فرمایا دیکھنے والا یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ میں نے گٹھلیاں چھوڑ دی ہیں جن کے سامنے گٹھلیاں نہیں وہ گٹھلیوں سمیت کھا گئے ہیں۔ آپؐ اور دیگر صحابہؓ اس حاضر جوابی سے بہت ہی لطف اندوز ہوئے۔

15۔ حضرت صہیبؓ جو مشہور صحابی تھے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے آپؐ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے حضرت صہیبؓ بھی کھجوریں کھانے لگے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آنکھ آئی ہوئی ہے اور کھجوریں کھا رہے ہو حضرت صہیبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اچھی آنکھ سے کھا رہا ہوں ایک آنکھ تو درست ہے اس بدیہہ گوئی پر آپؐ مسکرا دیے۔

16۔ ایک دفعہ ایک اعرابی مدینہ منورہ میں آیا۔ اونٹنی کا زانوں باندھ کر مسجد نبویؐ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ فارغ ہو کر باہر آیا اور اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے کہا "اے رب ذوالجلال مجھ پر اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما۔ اور ہم دو کے سوا کسی کو اس میں شریک نہ کرنا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات سنے۔ مسکرائے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم اس دیہاتی اور اونٹ میں سے کسے زیادہ ناسمجھ کہو گے۔ تم نے سنا اس نے کیا کہا" صحابہؓ بھی ہنس دیے اور عرض کیا "جی ہاں سنا"۔

17۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ "یا رسول اللہ مجھے میرے بت نے بہت نفع دیا" صحابہؓ نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا کہ بھلا بت کیسے نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس پر اس صحابیؓ نے کہا "یا رسول اللہ میں نے سفر پر روانہ ہوتے وقت ستوؤں کا ایک بت بنا لیا تھا دوران سفر کھانا ختم ہو گیا تو اسے توڑ کر کھایا مجھے تو بت نے بہت نفع پہنچایا" یہ سن کر سب صحابہؓ ہنس دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرا دیے۔

Marfat.com

18_ ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ نے شتر کی سواری کی خواہش ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا میں تمہارا اونٹ بننے کو تیار ہوں۔ اور آپؐ انہیں کاندھوں پر اٹھا لیا اور حجرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک لے گئے۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا اونٹ کے تو مہار ہوتی ہے میرے اونٹ کے یہ نہیں اس پر آپؐ نے اپنے گیسو انہیں تھما دیے کہ یہ لو یہ مہار ہے۔ اسی دوران حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور حضرت امام حسینؓ سے کہا بھئی تمہیں سواری خوب ملی ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سوار بھی تو خوب ہے"۔

19_ ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ سنا ہے کہ جب دجال ظاہر ہوگا دنیا قحط کا شکار ہوگی۔ مگر دجال اس قحط میں لوگوں کی دعوت کرے گا۔ اور طرح طرح کے کھانے پیش کرے گا۔ میں اگر اس دور میں ہوا پہلے اس کے کھانے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا اور پھر اس سے منحرف ہو جاؤں گا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور فرمایا "اگر تم اس دور میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی نعمتوں سے بے نیاز کر دے گا"۔

20_ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بھی بہت شفقت فرماتے۔ محبت کرتے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے۔ پیار کرتے۔ قریب آتے تو گود میں لیتے اور محبت سے کھلاتے کبھی بچوں کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوئے تو اپنے قدموں کے اندر کے تلوؤں پر بچے کو بٹھا لیتے اور کبھی اپنے سینے پر بٹھا لیتے۔

اسی طرح آپؐ جب بچوں کے قریب سے گزرتے۔ خود سلام کرتے۔ سر پر ہاتھ پھیرتے اور چھوٹے بچوں کو گود میں اٹھا لیتے

جب کوئی صحابہؓ میں سے آپؐ سے ملتا اور ٹھہر جاتا آپ بھی اس کے ساتھ ٹھہر جاتے اور جب تک وہ خود نہ جاتا آپؐ ٹھہرے ہی رہتے۔ اور جب کوئی آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا چاہتا تو آپؐ اپنا ہاتھ دے دیتے جب تک وہ خود ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا

Marfat.com

آپ ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے۔ آپ کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام مسلمانوں کے لئے عام تھی۔ بات کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔

آپ اپنے ساتھیوں کے لطیف اور پاکیزہ مذاق سے بہت محظوظ ہوتے تھے و شگفتگی، برجستگی اور متانت کا حسین امتزاج ہوتی تھی۔ آپ خوش ہوتے تو زیرلب تبسم فرماتے۔ قہقہہ لگانا نبوت کی سنجیدگی کے خلاف تصور فرماتے اور قہقہہ لگانا بے فکروں کا فعل بتاتے اور آپ کو ہر وقت آخرت کا خیال رہتا اور قرآن پاک کی بعض سورتوں کے متعلق آپ فرماتے کہ انہوں نے مجھے قبل از وقت بوڑھا کر دیا۔

آپ کا تبسم اس لئے تھا کہ آپ کے ساتھ مخلوق کی مصلحتیں وابستہ تھیں۔ کسی وقت آپ کے دندان مبارک بھی نظر آ جاتے جو یوں چمکتے جیسے بادلوں کی اوٹ میں سے بجلی چمکتی ہو۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ ہم نے غزوہ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک دیکھے جب آپ نے تبسم فرمایا تھا (ایک آدمی کے تیر کھا کر گر پڑنے پر آپ نے تبسم فرمایا تھا)

مزاح میں جھوٹ نہیں ہونا چاہیے ورنہ اس کی لطافت ختم ہو جائے گی۔ مزاح کا مقصد تعمیر ہے، تخریب نہیں۔ طمانیت ہے، دل آزاری نہیں، تبسم ہے، قہقہہ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شگفتہ طبعی کے جو پاکیزہ نمونے تاریخ نے محفوظ کر رکھے ہیں انہیں پڑھ کر دل مسکراتا ہے۔ قرآن حکیم میں واضح حکم ہے:

"اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ (الحجرات)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اس پھبتی، طنز اور تضحیک کی نفی ہو جاتی ہے جس سے دل آزاری کا پہلو نکلتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں شگفتگی درجہ کمال تک موجود تھی۔ مگر دل آزاری کا ذرا سا بھی شائبہ نہ تھا۔ ہم سب پر اس

Marfat.com

کی تقلید لازم ہے۔

یہ سب کچھ لکھنے کے باوجود ہم یہی کہتے ہیں کہ آپ کی شگفتگی مزاج کا معمولی سا بیان کرسکے ہیں اور جیسا اس کا حق ہے وہ ادا نہیں کرسکے کیونکہ

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحیثیت سربراہ خاندان

ڈاکٹر عبدالرشید رحمت

میں نے اپنی معروضات کو آسانی کے لئے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

1_ اسلام میں معاشرتی زندگی کے حوالہ سے خاندانی زندگی کی اہمیت۔

2_ آپ کا معیار عظمت خاندان وگھریلو زندگی کے حوالہ سے

3_ پرائیویٹ و پبلک زندگی میں خط امتیاز۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ابھی آپ مکہ ہی میں تھے اور دعوت اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا کہ حضرت ابو ذرغفاری نے اپنے بھائی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا جائزہ لینے کے لئے مکہ بھیجا اور انہوں نے واپسی پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو بیان کیا وہ یہ تھا۔

"میں نے تو ان میں یہ دیکھا کہ وہ اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں"۔

دور حاضر کی مادی مغربی تہذیب جو اپنی ظاہری چمک دمک کے حوالہ سے مسحورکن شکل اختیار کر چکی ہے اس میں سب سے زیادہ نقصان معاشرہ کی اس اکائی (Unit) کو پہنچا ہے۔ مغربی طرز زندگی میں اولاد مرد عورت کے تعلق میں استحکام نہیں جس کے اثرات آئندہ نسل پر مرتب ہو رہے ہیں۔ ایسے بچے تمام عمر والدین کی محبت و شفقت سے محروم رہنے کی وجہ سے نفسیاتی طور پر صحت مند نہیں ہوتے جس کی وجہ سے معاشرہ انتشار و خلفشار اور دھینگا مشتی کا مظہر بن جاتا ہے خاندانی تنظیم کی عظیم اور

Marfat.com

انتہائی دشوار ذمہ داریوں سے عہدہ براء ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی جو امت مسلمہ کے لئے اسوہ حسنہ ہے اس میں اس بنیادی پہلو سے حرف نظر کیا جاتا۔ دنیا کے اکثر و بیشتر مذاہب کے بانیوں کے ہاں خاندانی تنظیم کا وجود ہی نہیں ملتا۔ ان کے ہاں عائلی تعلقات کو روحانیت کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جوگی اور ویدانت کے فلسفے اسی طرح جین بت بہ بت اور الدالی مذاہب میں عیسائیت کے ہاں اب بھی تجرد کو عبادت سمجھا جاتا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اس نظریہ کو باطل قرار دیا اور عائلی زندگی یعنی نکاح کو نصف ایمان بلکہ تکمیل ایمان قرار دیا۔

خود رب کائنات نے انسان کے دونوں صنفوں کے جائز ملاپ اور خوشگوار روابط کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (2)

دور حاضر کے کسی بھی انسانی معاشرہ پر نظر دوڑایئے بیوی بچے اور مال و دولت کا حصول ہر شخص کی تمناؤں کا مرکز و محور ہے۔ لیکن یہی وہ دوراہا اور مقام ابتلا ہے جہاں مختلف اقوام و ملل بشمول افراد معاشرہ نے ٹھوکر کھائی اور صحیح (Gmilance) نہ ہونے کی وجہ سے افرط و تفریط کا شکار ہو گئے۔ کبھی انسانی گروہوں کے افراد نے خواہشات کا غلام بن کر عفت و عصمت کے نازک لباس کو تار تار کر کے جنسی بے راہ روی کو اپنا شعار بنا لیا کہ اب خاندان کا وجود خطرہ میں پڑ چکا ہے۔ یونانی و رومی تہذیبی اور اب مغربی تہذیب اس کی زندہ مثالیں ہیں یا پھر کسی انسانی گروہ نے خواہشات نفسیاتی پر قابو پانے کے لئے دوسرا انتہائی راستہ اختیار کیا کہ خواہشات کو سرے سے کچل دیا جائے۔

Marfat.com

قرآن حکیم اور آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ نے اس نازک مسئلہ پر عمل کر کے دنیا کو ایک متوسط اور معتدل راہ دکھائی۔ ارشاد ہوا **ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب** (آل عمران 14)

دوسری آیت میں ارشاد ہوا: کہ دنیا کے حوالہ سے جو کچھ تمہارے ہاں آیا ہے اسے یوں ہی نہ چھوڑ دو۔ (قصص 77) معاشرتی و عائلی زندگی میں قرآن حکیم نے نکاح کو ایک منضبط اور پرمسرت ازدواجی زندگی کا ذریعہ بنانے کے لئے اسے اشتیاق غلیظ مستحکم قول یا مضبوط پیمان وفا قرار دیا ہے جو صحیح النسب اولاد کے حصول کا ذریعہ ہے جو بعد میں انسانی آنکھ کے لئے ٹھنڈک فہم کرتا ہے۔

2۔ عنوان کا دوسرا حصہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفعت کا ایک پہلو آپ کی عائلی و خاندانی زندگی ہے کیونکہ یہ پہلو ہر بڑی ہوتا ہے۔ والسیر کے مشہور فقرہ کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہو سکتا۔ <to him vaiet Man is hero> باسورۃ سمہ کی رائے میں کم از کم یہ اصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں۔ گبن نے لکھاہے۔ تمام پیغمبروں میں سے کسی نے اپنے پیروکاروں کا اس قدر امتحان نہیں لیا جس قدر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے۔ انہوں نے دفعتہ اپنے آپ کو سب سے پہلے ان لوگوں کے سامنے بحیثیت پیغمبر پیش کیا جو ان کو بحیثیت انسان کے اچھی طرح جانتے تھے۔ اپنے غلام' اپنے بھائی اپنے سب واقف کار دوست کے سامنے اور سب نے بلاچوں و چرا آپ کے دعویٰ کی صداقت کو تسلیم کیا۔ (3)

بیوی سے بڑھ کر انسان کی اندرونی کمزوریوں کا واقف کار کوئی نہیں ہو سکتا۔ مگر کیا یہ واقعہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی صداقت پر سب سے پہلے آپ کی بیوی ایمان لائی جو نبوت سے پہلے پندرہ برس تک آپ کی رفاقت میں رہ چکی تھی۔

اس سلسلہ میں آپ کا دوسرا کمال یہ ہے کہ جو ایک عفاف پسند مجرد انسان کے لئے حضور علیہ السلام کی زندگی نمونہ ہے کہ عرب جیسے بے لگام ملک میں پچیس برس تک کمال عفت و عصمت کی زندگی گزارتے ہیں۔ پھر اپنی اصل ازدواجی زندگی ایک بیوہ

Marfat.com

صاب اولاد اپنے سے پندرہ سال بڑی عورت کے ساتھ پچاس سال کی عمر تک گزارتے ہیں اور اس دوران اعلیٰ سے اعلیٰ پیش کش کے باوجود کسی دوسری عورت کی طرف رخ بھی نہیں فرماتے۔ (4)

بیوی اپنے شوہر کے تمام رازہائے دروں سے واقف ہوتی ہے۔ اس کی نگاہوں سے شوہر کا کوئی عیب و ہنر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ نبوت تو بڑی چیز ہے وہ اپنے میاں کی معمولی ولایت کی بھی کبھی قائل نہیں ہوتی۔ یا معاشرت کی معمولی کمزوری بھی ہو تو کسی دعوی کے جواب میں دھجیاں بکھیر کر رکھ دے گی۔ لیکن ذرا غور کیجئے کہ وہ خدیجہؓ جو دو شوہروں کو پہلے بھی دیکھ چکی ہیں اور اب پندرہ سال سے حضور علیہ السلام کی ایک ایک ادا کا تجربہ کر چکی ہیں۔ کتنا عظیم کردار کا حامل اور کیسے عدیم النظیر معاشرت کا مالک ہو گا وہ انسان جس کے متعلق خدیجہؓ صرف انسانیت کی قائل نہیں ہوتی بلکہ نبوت پر ایمان لے آتی ہے اور اپنی عمر کے بقیہ دس سال اس طرح ساتھ دیتی ہے کہ جان و مال سب کچھ قربان کر دیتی ہے کیا یہ حسن معاشرت کا کمال نہیں اور کیا ازدواجی زندگی کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ نہیں (5)

پھر اس انسان کی عظمت، محبوبیت، بلند کردار اور حسن معاشرت کا اندازہ کیجئے جس کے پاس پچپن سال کی عمر کے بعد ایسی بیویاں یکجا ہو جاتی ہیں جو مختلف عمر کی ہیں۔ مختلف قبائل کی ہیں مختلف تمدنوں سے متعلق ہیں مختلف مزاج کی ہیں اور گھروں میں فقرو فاقہ ایک مسلسل مشغلہ ہے۔ لیکن ساری زندگی میں باہمی تلخی کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔۔۔ بقول مولانا امین احسن اصلاحی! گھر کی زندگی ایک عظیم شخص کو جانچنے کی عظیم کسوٹی ہے۔ باہر کی زندگی میں وہ ظاہرداری کی چادر اوڑھ کر نکل سکتا ہے۔ لیکن گھر کی زندگی میں وہ اپنے اوپر اس قسم کا پردہ ڈالے رکھنے میں زیادہ دنوں تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اول تو کوئی شخص اس قسم کی کوشش ہی نہیں کرتا اور اگر وہ کرے تو اس میں کامیاب بھی نہیں ہو سکتا۔ (6)

ہم نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے مصلحین کو دیکھا جو ایک رفیقہ زندگی سے

Marfat.com

بھی نباہ نہ کر سکے۔ بعض تو ساری عمر مقدمہ بازی کرتے رہے۔ پس کیا نو مختلف ازواج سے ایسا غیر معمولی نباہ اس انسان کا آخری کمال نہیں کیا کسی ایک نوع کی رفیقہ زندگی رکھنے والے کے لئے حضور علیہ السلام کی زندگی ایک بہترین نمونہ نہیں؟۔

آیئے اب پیغمبر علیہ السلام کی گھریلو زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ازواج مطہراتؓ کے حوالہ سے آپ کا معمول یہ تھا کہ حضور علیہ السلام تھوڑی دیر کے لئے تمام ازواج کے گھروں میں جاتے اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آتے اور جن کے ہاں شب بسر ہونے کی باری ہوتی وہیں ٹھہر جاتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ سے آغاز کرتے۔ جن کے ہاں حضور علیہ السلام شب باش ہونے کے لئے ٹھہرتے کل بیویاں وہیں جمع ہو جاتیں سب ہنستی بولتی' باتیں کرتیں اور بڑی پر تکلف صحت رہتی۔ اس کے بعد سونے کے وقت واپس چلی آتیں۔(7) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازواج مطہرات سے خاص محبت تھی۔ باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ لیکن دنیوی طریق پر آپ نے کبھی بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔۔۔ اس طرح آپ اپنی تمام ازواج پر شفقت فرماتے تھے کہ بعض اوقات ان کی دلداری کے خیال سے کوئی ایسی چیز کھانی چھوڑ دیتے تھے جو خود آپ کو مرغوب ہوتی تھی۔ آپ اپنی ازواج پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے ان کو اپنے رازوں میں شریک کرتے تھے۔ بعض اوقات اگر بیویوں کی طرف سے ان رازوں کی حفاظت میں کوئی کوتاہی ہوتی تو اس پر آپ ان کو سرزنش بھی فرماتے۔ لیکن سرزنش کرنے میں حضور علیہ السلام کا ایک خاص انداز تھا کہ وہ کسی پر کچھ زیادہ گراں نہ گزرتا۔ (8)--- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کوئی بے رنگ' سپاٹ اور بے نشیب و فراز نہ تھی بلکہ انسانی فطرت جن پاکیزہ تقاضوں اور جن خوبصورت دھلت سے مرکب ہے ان کی دھوپ چھاؤں یہاں موجود ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کی فضا' کو کبھی خشک اور بوجھل نہیں ہونے دیا کہ اس میں کوئی مصنوعی انداز پیدا ہو۔ اس میں آنسوؤں کی چمک بھی

Marfat.com

ہوتی اور تبسم کی ملاوٹ بھی۔ محبتیں بھی کارفرما تھیں اور کبھی کبھار در شک کا کچھاؤ بھی پیدا ہوتا۔ پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے۔ حضور علیہ السلام اس باغ میں آتے تو نسیم سحر کے جھونکوں کی طرح آتے۔ فضاؤں میں عجیب شگفتگی پھیل جاتی۔ یہاں بات چیت بھی ہوتی۔ کبھی کبھی قصہ گوئی بھی اور دلچسپ لطائف بھی وقوع میں آتے۔(9)

دنیا کے بڑے بڑے مصلحین اور معلمین اخلاق کے بارہ میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ان کی تعلیم اخلاق' اصلاح احوال اور معاملات کا مخاطب بالعموم گھر سے باہر کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے اہل خاندان اور اولاد تعلیم و اصلاح کے مخاطب نہیں ہوتے نہ ان کی زندگیوں میں اس تعلیم و اصلاح کا کوئی اثر جھلکتا ہے۔ لیکن آنحضور علیہ السلام نے ہر پہلو سے اپنی ذات اور اپنے اہل خانہ کو تعلیم و اصلاح کا مخاطب اول سمجھا۔ اس سلسلہ میں کسی غفلت و مداہنت کو گوارا نہیں کیا۔ بلکہ آپ کا جو مشن باہر ہوتا تھا آپ اس مشن کو لے کر گھر میں داخل ہوتے تھے اور جس مبارک مشغل میں خود اپنا وقت صرف فرماتے تھے اس مبارک مشغل میں آپ کے گھر والے بھی اپنا وقت بسر کرتے تھے۔

ازواج مطہرات سے شدید محبت کے ساتھ آپ کو اپنی اولاد کے ساتھ بھی گہری الفت تھی۔ بالخصوص اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ الزہرا سے آپ کو بے انتہا چاہت تھی جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

"فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ جب کبھی حضرت فاطمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے تھے اور اپنے قریب بٹھاتے تھے جب کبھی طویل سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے گھر تشریف لے جاتے تھے اور ان کی خیریت دریافت کرتے۔۔۔ حضرت فاطمہؓ کے

Marfat.com

بیٹوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے لئے بھی آپ کے دل میں پیار و محبت کے وہی جذبات موجزن تھے جو حضرت فاطمہؓ کے لئے تھے۔ آپ اکثر ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ ایک بار ایک شخص نے آپ کو دیکھا کہ آپ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے نہایت حیرت کا اظہار کیا اور بولے۔

میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے انتقال پر آپ بہت غمزدہ تھے۔ وفات کے وقت ان کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا لیکن جب قبر سے باہر تشریف لائے تو چہرہ مبارک شگفتہ تھا۔ صحابہ کرام نے وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ زینب سے قبر کی سختی اور تنگی دور کر دی جائے باری تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی۔

ز حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ساری زندگی سادگی وپرکاری کا نمونہ تھی۔ آپ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جملہ ضروریات خود ہی پوری کر لیتے تھے۔ سفر پر جانے سے پہلے آپ قرعہ ڈال لیتے تھے۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا نام نکلتا وہی آپ کی ہم سفر ہوتیں۔ آپ کو تمام ازواج کے مقابلہ میں حضرت عائشہؓ سے زیادہ محبت تھی لیکن آپ نے اس محبت کے سبب حضرت عائشہؓ کے خورد و نوش اور لباس میں کبھی امتیاز نہیں برتا۔ رسول آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام ازواج کے لئے مساوی اور یکساں سامان زندگی فراہم کرتے تھے۔ یہ تقاضہ بشریت تھا کہ حضرت عائشہؓ زیادہ محبوب تھیں۔ خاندان میں بیوی بچوں کے بعد تیسرا طبقہ خدام کا ہے۔ آپ نے ان کے بارہ میں ارشاد فرمایا۔

یہ تمہارے بھائی ہیں جو خود کھاؤ انہیں بھی وہی کھلاؤ جو خود پہنو انہیں بھی وہی پہناؤ۔ آپ نے غلاموں سے انصاف اور حسن سلوک کا ایسا مظاہرہ فرمایا کہ انہیں اپنے والدین بھول گئے حضرت زیدؓ بن حارث جو غلام کی حیثیت سے اس گھر میں آئے تھے۔ آپ نے پہلے انہیں آزاد کیا جب ان کے والد انہیں لینے آئے تو زید نے

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی شفقت و محبت پر والد کو ترجیح دی اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ بعد میں اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح ان سے کر دیا جبکہ زید قریشی النسل نہ تھے۔ اسی طرح زیدؓ کے لڑکے حضرت اسامہ بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے بچوں کی طرح عزیز تھے۔ آپ نے مرض الموت میں بھی غلاموں کا خیال رکھا اور فرمایا: "حقوق اللہ میں نماز کا خیال رکھنا اور حقوق العباد میں غلام اور اپنے ماتحت عملہ کا۔

حضرت انسؓ جنہوں نے آپ کی مسلسل دس سال تک خدمت کی۔ اس دوران آپ نے انہیں یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہ کیا۔

-3 عنوان کا تیسرا حصہ کہ دنیا کے دوسرے رہنماؤں اور لیڈروں کی طرح آپ کی خلوت و جلوت میں کوئی فرق نہ تھا۔ بڑے سے بڑا انسان جو ایک ہی بیوی کا شوہر ہے وہ بھی یہ ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ اس کو یہ عام اجازت دیدے کہ تم میری ہر بات ہر حالت اور ہر واقعہ کو برملا کہہ دو اور جو کچھ چھپا ہے وہ سب پر ظاہر کرو مگر آنحضرت ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں تھیں ان میں سے ہر ایک کو یہ اذن عام تھا کہ خلوت میں جو کچھ دیکھو و جلوت میں سب سے برملا بیان کرو جو رات کی تاریکی میں دیکھو وہ دن کی روشنی میں ظاہر کر دو۔ اس عمل سے آپ کی عظمت مزید نکھر کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ کو اپنے اخلاق و کردار پر کس قدر اعتماد تھا۔

چشم دھرنے شاید ہی کوئی ایسا انسان دیکھا ہو جس نے علی الاعلان یہ کہا ہو کہ میری پرائیویٹ زندگی بھی پبلک لائن کی طرح ہے۔ تم اسے جس طرح دیکھتے ہو ویسے ہی دوسروں کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔ میں اس سلسلہ میں کسی تذبذب یا اندیشہ کا شکار نہیں ہوں۔ آپ نے لوگوں کو اس سلسلہ میں نہیں روکا کہ وہ آپ کی نجی زندگی کا تجسس نہ کریں۔ دنیا میں دوسروں کی بیویاں ان کی گھریلو زندگی کے رازوں کی امین ہوتی ہیں لیکن یہ صرف آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کی خصوصیت ہے کہ وہ پبلک کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ کی گھریلو زندگی کی ہر ادا کو محفوظ رکھتی تھیں اور

Marfat.com

پوری امانت سے اس کو پبلک تک پہنچاتی تھیں۔

ایسا کیوں نہ ہوتا قرآن مجید نے انہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو۔ سورہ احزاب کی ان آیات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جس نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کو سنوارنے اور سدھارنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی طرح آپ کے گھروالوں کو بھی اس لئے چنا تھا کہ وہ اس عظیم مشن کی تکمیل کے لئے آپ کا ہاتھ بٹائیں۔ اور آیت تجسس کے بعد تو انہوں نے کبھی شکوہ و شکایت زبان پر نہ لائے۔ ان کے سامنے دنیا اور اس کی نعمتیں پیش کی گئی تھیں۔ لیکن ان سب نے متفقہ طور پر اسے ٹھکرا دیا۔ اس طرح الطیبات للطیبین کا وہ مژدہ پوری طرح حق ثابت ہوا۔ ان سب نے ہر حالت ہر قیمت پر آپ کی رفاقت کو پسند کیا۔

اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ آنحضور علیہ السلام کی خانگی زندگی کی شہادت کے لئے تنہا خدیجہ کافی نہ تھیں لیکن اس تنہا شہادت پر شبہات وارد ہو سکتے تھے۔ تاریخ ان نو شاہدات و عادلات سے دریافت کرے کہ حضور علیہ السلام کی پرائیویٹ و خاندانی زندگی کیا تھی۔ پرائیویٹ زندگی کا پتہ نہ بیٹی دے سکتی ہے نہ فرزند' نہ خادم نہ خادمہ' نہ دوست نہ دشمن' نہ داماد نہ بہو۔ یہاں کھری اور سچی گواہی صرف بیوی ہی دے سکتی ہے کیونکہ خلوت کی زندگی کی راز دار صرف یہی ہوتی ہے۔ یہ دو ٹوک الفاظ میں بتا سکتی ہے کہ اس کے شوہر کا کیریئر کیسا تھا۔ اہل و عیال سے اس کا سلوک کیا تھا اس کی راتیں کس طرح گزرتی تھیں۔ اپنوں پرائیوں کے ساتھ اس کے انسانی تعلقات کیسے تھے کثیر الازواج مصلحین تو دنیا میں بہت گزرے ہیں لیکن کسی ایسے مصلح کا نام لیجئے جس کی اتنی بیویاں اس کے پرائیویٹ کیریئر کی اس طرح گواہ ہوں۔

(12)

حرف آخر:۔ اس سلسلہ میں آخری قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ دنیا کے عظیم رہنما اپنے گھروالوں سے محض مادی قسم کی محبت رکھتے ہیں وہ اپنے

Marfat.com

ذاتی عیش و آرام سے تعلق رکھنے والی باتوں پر بہت سخت گیر ذاتی عیش رکھنے والی باتوں پر بہت سخت گیر واقع ہوتے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ادنیٰ سی کوتاہی کسی سے سرزد ہو جائے اور وہ اسے نظر انداز کردیں' لیکن مذہب و شریعت کے معاملات میں بڑے روا دار اور فیاض ہوتے ہیں۔ بیوی بچوں میں سے جس کا جی چاہے جس طرح اپنی زندگی گزارے۔ انہیں اس سلسلہ میں کبھی ٹوکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے انہیں ان کوتاہیوں کو نظر انداز کرنا چاہیے جو ان کی ذات کے حوالہ سے ہوں اور ان باتوں پر گرفت کریں جن کا تعلق ان کی آخرت سے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عمل دوسری نہج پر تھا۔

آپ اپنے ذاتی آرام سے زیادہ اس بات کے فکر مند رہتے کہ آپ کے گھر والے اپنی آخرت کی ذمہ داریوں سے غافل نہ ہونے پائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے اہل بیت کی ان ذمہ داریوں کے احساس سے ہمیشہ گرانبار رہتے تھے اور ہر وقت ان کو دنیا کی بجائے آخرت کی کامیابیوں کے لئے ابھارتے رہتے تھے۔ آپ جب شب کی نمازوں کے لئے اٹھتے تو آپ کی خواہش ہوتی کہ آپ کی بیویاں ھی اس سعادت میں حصہ لیں۔ (13)

اس سلسلہ مں صحیح بخای کی ایک حدیث جس کا متن مشکوۃ المصابح میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو۔

عن ام سلمہ قالت استقظ رسول اللہ صلی اللہ وسلم فزعا یقول سبحان اللہ ماذا انزل اللیہ من الخزائن و ماذا انزل من الفتن من یوقظ صواحب الحجرات یرید ازواجہ لک یلبسین رب عاریہ فی الاخرۃ (14)

آخری فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ثواب سے عاری ہوں گی اس کی وضاحت کرتے ہوئے شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ سب کچھ اس لئے فرمایا کہ آپ انہیں عبادت پر ابھارنے اور خدا تعالیٰ کی یاد سے غفلت نہ

Marfat.com

کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ انہیں محض پیغمبر علیہ السلام کی گھر والیاں ہونے کے زعم میں نہ رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نام و نسب کوئی معنی نہیں رکھتا۔

علامہ شرف الدین طیبی نے اپنی شرح مشکوۃ میں اس جملہ حدیث کا یہی مطلب بیان کیا ہے ازواج مطہرات کو یہ زیب نہیں دیتا کہ عبادت الٰہی میں رسول کے اہل ہونے کے زعم میں غافل رہیں۔ دنیا میں حضور علیہ السلام کی ازواج کی نسبت خلعت اوڑھنے سے آخرت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حوالہ جات

1- محمد الغزالی۔ احیاء علوم الدین' طبع مصر کتاب ن ج 2 کاب آداب النکاح' ولی اللہ دہلوی حجتہ اللہ البالغہ' مکتبہ سلفیہ لاہور 1975ء ج ا المبحث التاحث الارتفاقات باب تدبیر المنزل۔

2- سید سلیمان ندوی' خطبات مدراس۔ طبع دار المصنفین اعظم گڑھ (1946) ص 32

3- حوالہ سابق ص 62

4- محمد جعفر شاہ پھلواری' حضور اکرم اور تعدد ازواج' نقوش لاہور (رسول نمبر) ج 4 ص 661

5- حوالہ سابق ج 4 ص 62-661

6- امین احسن اصلاحی' نبی اپنے گھر میں' نقوش لاہور (رسول نمبر) ج 3 ص 385

7- محمد سالم توحیدی' تاجدار مدینہ کی گھریلو زندگی' نقوش لاہور (سول نمبر) ج 4 ص 639

8- امین احسن اصلاحی' نبی اپنے گھر میں' نقوش لاہور (رسول نمبر) ج 4 ص 391

9- م صدیقی' محسن انسانیت' اسلامک پبلیکیشنز لاہور (1969) ص 109-108

10- محمد جعفر شاہ پھلواری' حضور اکرم اور تعدد ازواج' نقوش لاہور (رسول نمبر ج 4 ص 63-662

Marfat.com

11- حوالہ سابق ج 4 ص 663

12- امین احسن اصلاحی' نبی اپنے گھر میں' نقوش لاہور (رسول نمبر) ج 4 ص 394

13- ولی الدین خطیب' مشکوۃ المصابیح ج کتاب الصلوۃ باب التحریض علی قیام اللیل

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور سماجی انصاف

ڈاکٹر نورالدین جامی

دنیا کے مذاہب اور بانیان مذاہب کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان عظیم لوگوں کی زندگیوں کے بعض گوشے بہت مزین مستحکم اور بعض انتہائی بے رنگ ہوتے ہیں۔ مصروف زندگی گزارنے والے رہنما' زعماء بالعموم یک رخ ہوتے ہیں عابد و زاہد لوگ گوشہ نشینی' ترک دنیا اور کنارہ کشی پر عمل کرتے ہیں عوام سے تعلق وقتی اور ہنگامی ہوتا ہے۔ عوامی ربط اور مجلسی آداب سے ان کی زندگی یکسر خالی ہوتی ہے اسی طرح سیاسی جدوجہد کرنے والے عوامی زندگی میں منہمک ہوتے ہیں کہ ان کی خانگی زندگی غیرمتوازن ہو جاتی ہے۔ کسی مشن کے لئے کام کرنے والے افراد میں خاص قسم کی سنجیدگی اور بعض اوقات یبوست بھی آ جاتی ہے غرض عام رہنماؤں کی زندگی میں عدم توازن آ جاتا ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے سرور دو عالمؐ کی زندگی منفرد ہے کہ آپ کی پوری زندگی اعتدال و توازن کا بہترین نمونہ ہے ایک طرف آپ اتنے بڑے فکری و معاشرتی و سماجی انقلاب کے داعی اور تاریخ کا رخ بدلنے والے تھے تو دوسری طرف گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھنے والے اور اس سے لطف اندوز ہونے والے اور شب بیداری کرنے والے تھے۔

آپ سماجی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے سماجی حلقوں سے تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل زندگی کا طرہ امتیاز ہے آپ ازواج مطہرات کے ساتھ کس طرح

Marfat.com

خوش و خرم زندگی گذارتے تھے احباب کی محفل میں آپ کا رویہ کیا تھا عام افراد سے اور باہر سے آنے والے وفود سے آپ کس طرح پیش آتے تھے یہ تمام پہلو احادیث و سیرت کی کتب میں موجود ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے تو سلام میں ہمیشہ پہل کرتے تھے اور فرماتے کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ رہتا ہے۔ بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے اور انہیں سلام کرتے۔ بچوں کو پیار بھی کرتے اور بازار کو ناپسندیدہ جگہ قرار دیتے۔ آپ جہاں جاتے ہر ایک کو سلام کہتے۔ انتہائی خوش مزاج اور متبسم رہتے مسکراتے چہرے سے ملتے اور آپ نے اسے نیکی اور شائستگی قرار دیا۔ صحابہ کی محفل میں بیٹھتے تو عام آدمی فرق نہ کرسکتا تھا۔ نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی۔ اس میں قصے بھی ہوتے اور ہنسی بھی بیماروں کی عیادت کا اہتمام بھی فرماتے۔ مزاح بھی فرماتے حضرت انسؓ کو یاذالاذنین کہہ کر پکارتے تھے اشعار بھی سنتے تھے اور اچھے اشعار کو پسند بھی فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عوام کے ساتھ یہ تعامل ظاہر کرتا ہے کہ آپ سماجی حلقوں سے کس طرح مربوط تھے جماعت اور معاشرے سے شخصی و نجی تعلق کس طرح رکھتے تھے۔ آپ کی ذات میں سماج سے علیحدگی کا شائبہ تک نہ تھا۔ درحقیقت آپ نے جس سماجی و معاشرتی نظام کی بنیاد رکھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ باہم دیگر مربوط رہیں ایک دوسرے کے کام آئیں ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اسے دوسرے الفاظ میں ہم سماجی عدل سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

خالق کائنات نے کائنات کی تخلیق کرتے ہوئے عدل اور توازن کو قائم فرمایا یہی وجہ ہے کہ نظام کائنات میں کوئی بے ربطی یا خلل نہیں اور کائنات کا کوئی حصہ دوسرے سے متصادم نہیں کیونکہ اعتدال خالق کائنات کے آئین قدرت کی شرط اول ہے۔ جس کے تحت عناصر کی ترتیب میں بھی ایک حسین اور پختہ توازن قائم کیا گیا ہے۔ اگر یہ توان نہ رہے تو نظام قدرت ہی درہم برہم ہو جائے کیونکہ نظم عالم کی اساس یہی ہے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یہ کہہ کر آشکار فرمایا کہ اے پیارے

Marfat.com

رسولؐ

و تمت کلمہ ربک صدقا و عدلا لا تبدیل لکلماتہ

(1)

"اور آپ کے رب کی ہر بات واقعیت اور اعتدال کی بنیاد پر پایہ تکمیل کو پہنچی اس لئے کہ کائنات میں اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں"۔

پھر اس توازن اور اعتدال کی خاطر خالق کون و مکاں نے ہر شے کا ایک پختہ انداز مقرر فرما دیا کہ ہر چیز طبعی طور پر متوازن طریقے سے جاری و ساری ہے۔ چنانچہ اعلان ہوا:

انا کل شیء خلقناہ بقدر (2)

"ہم نے ہر شے کو ایک اندازے کے مطابق تخلیق فرمایا"

لیکن جہاں پر عناصر میں یہ اعتدال طبعی اور جبری ہے وہاں پر اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے سے حضرت انسان کے لئے اسے اختیاری اور انتخابی شے بنا دیا تاکہ اگر وہ چاہے تو اسے اختیار کر کے فلاح دارین حاصل کرے اور اگر چاہے تو ترک کر کے دنیا و آخرت کی صعوبتوں کا شکار ہو جائے اس اختیار اور انتخاب کی بنیاد پر انسان کو سماج میں نظام عدل قائم کرنے اور ہر زاویہ زندگی میں عدل و انصاف کو اپنانے کی ہدایت فرمائی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اور کتب سماوی کے نزول کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ عدل و اعتدال کو اپنائیں اور زندگی میں جادہ عدل سے ہٹنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ زندگی میں امن و سکون کا انحصار عدل پر ہے اور عدل ہی کے سہارے سماج کو توازن اور اعتدال کے ساتھ منظم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں یہی بات نظام عدل کی اساس اور بنیاد ہے۔

اسلام اپنے مخصوص مزاج کے اعتبار سے دیگر مذہبوں سے مختلف ہے وہ دنیا اور دین کو دو علیحدہ اضافتیں تصور نہیں کرتا بلکہ انسانی زندگی کو مجموعی طور پر ایک

Marfat.com

ناقابل تقسیم اکائی قرار دیتا ہے۔ وہ ایک مسلمان کے تعلق کو بیک وقت مادی ترقی اور روحانی ارتقاء دونوں سے قائم رکھنا چاہتا ہے وہ انسان کی فطری صلاحیتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے روحانی سرچشموں کی بھی آبیاری کرتا ہے۔

اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مکمل دین ہے جو اپنے ماننے والوں کے لئے زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو میں ہدایت کا ایک جامع ذخیرہ لیے ہوئے ہے خواہ وہ پہلو مسلمان کی انفرادی زندگی سے متعلق ہو یا سماج کی اجتماعی زندگی سے۔ خواہ وہ گوشتہ تجارت و صنعت کا ہو یا تعلیم و اخلاق کا قانون و سیاست کا ہو یا جنگ و حرب کا داخلی امن و امان کا مسئلہ ہو یا خارجہ پالیسی کا اگرچہ زندگی کے ان گونا گوں پہلوؤں اور گوشوں کی تفصیلات و جزئیات جدا جدا ہیں مگر ان میں دو چیزیں مشترک ہیں ایمان باللہ و الرسل اور دوسرا عدل و انصاف مساوات۔ یہ دونوں قدریں آپس میں مربوط ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایمان باللہ انسان کو خدا کے بتائے ہوئے طریقہ عدل اختیار کرنے کے لئے داخلی طور پر مجبور کرتا ہے اور اسے عدل و مساوات کے قیام کا ذریعہ بناتا ہے خواہ خارجی دباؤ کتنا ہی زور آور کیوں نہ ہو۔

اسی طرح اندر کا انسان جو اپنے اندر ملکوتی صفات رکھتا ہے باہر کے انسان کی شیطانی خواہش کے آگے سپرانداز نہیں ہوتا اسلام اپنے ماننے والوں کو صاف صاف تلقین کرتا ہے۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھواقرب للتقوی (3)

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف سے ہٹ جاؤ انصاف کرو کہ انصاف ہی تقوی کے قریب ترین راہ ہے"

اسلام سماج میں عدل و انصاف و ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسلام میں عدل کی صرف ایک ہی قسم ہے جس کو اجتماعی و سماجی عدل کہتے ہیں جسے انگریزی میں

Marfat.com

(Social Justice) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ عدل کی ایک معروف قسم قانونی عدل بھی ہے (Legal Justice) لیکن عدل قانونی عدل کی کوئی مقصود بالذات یا علیحدہ قسم نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک طریقہ ہے سماجی انصاف کے حصول کا۔ چنانچہ قانونی عدل کا طریقہ کار جتنا موثر' سہل' فعال اور مساویانہ ہوگا اس قدر اجتماعی انصاف قائم کرنے میں مدد ملے گی اور معاشرہ چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے نکل کر ترقی و کامیابی کی کھلی شاہراہ پر گامزن ہو سکے گا۔

سماجی و معاشرتی زندگی میں جہاں انسان ہوں گے وہاں ان میں باہمی روابط ہوں گے ازدواجی زندگی کی ابتدا ہوگی اولاد کی تربیت اور بحالی کے مسائل سامنے آئیں گے۔ وراثت کی تقسیم ہوگی۔ رشتہ دار دوست اور دشمن بنیں گے۔ کاروباری لین دین ہوگا آجر اور اجیر قرض خواہ اور مقروض حاکم اور ماتحت زمیندار اور کاشتکار مالک اور کرایہ دار وغیرہ کے تعلقات ہوں گے۔ حقوق املاک کا تحفظ ملحوظ خاطر ہوگا۔ جرائم کا ارتکاب ہوگا حکومت اور شہری کا رشتہ قائم ہوگا۔ بین الاقوامی سطح پر تعلقات کا سلسلہ بھی چل نکلے گا۔ اس طرح انواع و اقسام کے معاملات ظہور پذیر ہوں گے۔ ان تمام معاملات میں سماجی انصاف سے کام لینا ہوگا تاکہ معاشرہ سکون' خوشی اور امن سے ہمکنار ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلامی معاشرہ قائم کیا اس میں سماجی انصاف آپ کی سیرت کا طرہ امتیاز ہے۔ آپ کی ذات کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نہ صرف قانونی عدل قائم کیا بلکہ سماجی انصاف کا بھی بول بالا کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سماجی انصاف سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیم ہے آپ نے جو دین متعارف کروایا اس کا نام اسلام ہے۔ اسلام بلاشبہ دین توحید ہے کیونکہ وہ کائنات کی ساری قوتوں کے درمیان وحدت و یک جہتی کا حامل ہے۔ تمام انبیاء علیہ السلام ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون (4)

"بے شک تمہاری یہ امت ایک ہی جماعت ہے اور میں ان سب

Marfat.com

کا پروردگار ہوں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اسلام کا تعارف کروایا وہ اسلام عبادت اور کاروبار عقیدہ' عمل روحانیت و مادیت معاشی قدروں اور معنوی قدروں دنیا و آخرت اور زمین و آسمان سب کے درمیان وحدت کا قائل ہے۔ اسلام نے فرائض و حقوق قوانین ہدایات اور حدود اور سیاسی اور معاشی امور میں جو راہیں متعین کی ہیں ان کو اگر سمجھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماجی عدل خود بخود واضح ہو جائے۔

سماجی انصاف کا مقصد ایک ایسے نظام کا قیام ہے جو ہر لحاظ سے فطری اور قابل عمل ہے اور جس میں ہر انسان صبر و تشدد کے بغیر قدرتی طور پر اپنی استعداد اور اختیار کے ساتھ دوسروں کی خدمت کر سکے اور دوسرے بھی اس کی خدمات سے پوری طرح مستفید ہوں۔ چنانچہ اسی معیار کے مطابق معاشرتی درجہ بندی کا اہتمام کیا جائے تاکہ ہر کوئی اپنی صلاحیت اور قابلیت کو بروئے کار لا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی انصاف کے حصول کے لئے قانون بھی عطا فرمایا اور ترغیب و تلقین کا طریقہ بھی اختیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظام عدل کو ایک وسیع اور ہمہ گیر انسانی نظام عدل کی شکل دی اور اسے دو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ فرد کے داخل میں انسانی ضمیر اور سماج کی خارجی دنیا میں قانونی ضابطہ بندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو آدمی کے وجدان میں راسخ تاثرات و جذبات کو ابھارا اور دوسری طرف آپ نے انسان کی فطری کمزوری کو بھی پیش نظر رکھا کیونکہ انسان خارجی دنیا میں ایک ایسی قوت کا شدت سے محتاج ہے جو اسے غلط روی سے باز رکھ سکے جیسا کہ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ صاحب امر کے ذریعے اس سے زیادہ اصلاح و درستگی کر دیتا ہے جتنی کہ قرآن کے ذریعے کرتا ہے۔

یزع اللہ بالسلطان اکثر مما یزع بالقرآن (5)

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر معاملہ میں نفس کی اصلاح و درستگی پر بہت توجہ دی اسی لیے آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وہ تھا جس کی قرآن کریم نے ان الفاظ میں صراحت کی ہے۔

وانک لعلی خلق عظیم (6)

"اور واقعی آپ بلند ترین اخلاق کے حامل ہیں"۔

کیونکہ حسن اخلاق ہی دراصل ٹھوس اور پائیدار سماج کی عمارت کا پہلا ستون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماجی انقلاب میں حسن خلق کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ آپؐ نے سماجی انصاف کے ضمن میں جو کوششیں فرمائیں ان کا حاصل یہ کہ کوئی شخص کسی پر ظلم نہ ڈھائے زور آور کمزور کو آنکھیں نہ دکھائے مالدار مفلس کو ذلیل نہ سمجھے طاقت اور مال و دولت کی میزان پر انصاف کو نہ تولا جائے۔

آج کی طرح اس دور کی دنیا میں بھی سماج میں دولت و طاقت کی بنیاد پر تعلقات رکھے جاتے تھے عرب میں علم و تہذیب نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ بدنظمی تھی قبائلی جھگڑے آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے دنیا ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی کی دنیا کی حالت یہ تھی کہ سیاہ ترین اور زیست ترین دور تھا لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے مٹی اور کاٹھ کے بتوں کے آگے سجدہ ریز تھے رہبانیت عام تھی حتی کہ لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی بھی پرستش شروع کر دی تھی۔ روم کی سلطنت میں مذہبی خانہ جنگی عام تھی۔ یورپ کی شمالی اور مغربی قوموں میں جہالت اور ناخواندگی تھی۔ اندلس اس وقت تک منصہ شہود نہیں آیا تھا ربرٹ بریفو Robest Briffautt لکھتا ہے کہ پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی عیسوی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اٹلی' فرنس میں ویرانی اور طوائف الملوکی کا دور تھا۔ (7)

قرآن مجید نے اس دور کی سماجی و معاشرتی حالت کا اظہار اس طرح کیا ہے:

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس

(8)

Marfat.com

"بحر و بر میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہو چکا تھا"۔

پوری دنیا بالعموم اور عرب معاشرہ بالخصوص تاریکی میں تھا۔ یہود و نصاری بھی سرزمین عرب میں بستے تھے مگر علم و ثقافت کے دعویدار ہونے کے باوجود سماجی خیر و بہبود کا پاس نہ رکھنے کی وجہ سے عربوں کے اخلاق و عادات پر اثرانداز نہ ہوسکے۔ مدینہ منورہ، طائف، نجران اور خیبر وغیرہ میں بڑی تعداد میں یہود و نصاری بستے تھے۔ علم و دولت کے ذریعے آس پاس کے عرب قبائل پر حاوی تھے ان سے کام لیتے مگر معاوضہ بہت کم دیتے۔ عرب کے جنوب مین یمن حضرموت کے علاقوں میں اکثر ایرانیوں یا حبشہ کے عیسائی حکمرانوں کا قبضہ رہتا تھا ان کے قلم رو علاقوں مین امن و امان آزادی حریت سماجی انصاف و عدل واجبی حد تک ہی نظر آتا تھا ایسے پر آشوب دور میں سرور دو عالم رحمت بن کر مبعوث ہوئے اور آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں انصاف مہیا فرمایا بالخصوص معاشرتی و سماجی شعبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج کے لئے صالح اصول فراہم کیے۔ ایسے عوامل کا قلع قمع کیا جو اسے بگاڑیں یا محدود یا غیرمفید بنائیں۔ اسلامی معاشرہ اور سماج چونکہ فکری و اخلاقی معاشرہ ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت نسل انسانی کا اصول دیا کہ انسانوں میں تفریق درست نہیں اور نہ ہی رنگ اور وطن اور نہ ہی نسل کی بناء پر فضیلت ہے۔ سورہ الحجرات میں ارشاد باری تعالی ہے:

و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفو ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (9)

"اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب سے بڑا شریف وہی ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو"۔

اسلام سماج میں تقوی کو سربلندی و شرافت کا معیار قرار دیتا ہے اور ایسا معاشرہ چاہتا ہے جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں اور افراد معاشرہ ان سے ہرگز

Marfat.com

تجاوز نہ کریں- سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے مٹانے کی سعی نہ ہو وہ بالاخر ہلاک ہو جاتا ہے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کی نشاندہی کی جو سماج کے لئے مہلک ثابت ہوتے ہیں مثلاً" کبائر بدگمانی، تجسس، حسد، بغض، ناجائز حمایت، غلط سفارش، غیبت اور جھوٹی گواہی وغیرہ ان سماجی اقدار کے لئے سرور کونینؐ نے امربالمعروف و نہی عن المنکر کو ضروری قرار دیا-

حضرت ابو سعید خذری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع قبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان

(10)

"جو شخص تم میں برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اسے قوت بازو سے مٹائے اگر وہ ایسا نہیں کرسکتا تو پھر زبان سے روکے اگر ایسا بھی نہیں کرسکتا تو دل میں برا جانے یہ سب سے کمزور ایمان ہے"-

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ معاشرے کو ہر قیمت پر برائیوں سے پاک رکھنا ہوگا اسلامی معاشرہ خیر و فلاح کا نظام دیتا ہے- پاکیزگی، ضبط نفس، لہو و لعب سے اجتناب، رواداری، فاسد رسوم سے کنارہ کشی اور معاشرتی عدم توازن سے بچاؤ کے اصول نافذ کرتا ہے-

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الساعی علی الارملہ والمسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ و کالذی یقوم اللیل و یصوم النہار (11)

"محتاج بے شوہر عورت اور مسکین کے لئے سعی کرنے والا اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے جو دن بھر روزے رکھتا ہو اور رات

Marfat.com

پھر نماز پڑھتا ہو"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔ آپ نے معاشرہ و سماج کے تمام افراد کا خیال رکھا معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے افراد میں خاندان' میاں بیوی' والدین' اولاد' رشتہ دار سب کو آپ نے سماجی انصاف دیا۔

سماج میں عورت کی حیثیت کا تعین فرمایا اسلام سے قبل عورت کے ساتھ ظلم و زیادتی روا رکھا جاتا تھا طلاق عام تھی مرد کو قانونی حق تھا کہ وہ اپنی بیوی کو فروخت کرے۔ روم کے قانون کے مطابق اگر عورت یہ کہہ دیتی کہ تم میرے شوہر نہیں ہو تو شوہر اسے دریا میں ڈبو سکتا تھا۔ ہندوستان میں ہندومت کی مشہور کتب یجروید' اتھروید' سام وید اور رگ وید کے مطابق عورت کو وراثت کا حق نہیں۔ وہ نکاح ثانی نہیں کرسکتی تھی ستی کی رسم عام تھی عیسائیت میں اسے ناگزیر برائی' شجر ممنوع' پیدائشی وسوسہ' مرغوب آفت غارتگر دلبریا' آراستہ مصیبت اور شیطان کے آنے کا دروازہ کہا گیا ہے۔

عرب میں مرد و زن ننگا طواف کعبہ کرتے تھے عربوں میں بچیوں کو زندہ درگور کردینے کی رسم عام تھی ایک صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور جہالت میں اپنی بیٹی کو زندہ درگور کردینے کا واقعہ سنایا آپؐ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی آپؐ نے فرمایا کیا تجھے ترس نہ آیا۔ سورہ التکویر میں اس رسم بد اور وحشیانہ ظلم کا ذکر موجود ہے۔ (12)

جنگوں میں مفتوحہ اقوام کی جنگی قیدی خواتین سے تمتع اور زنا کا رواج عام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم بد کو بند کیا آپ نے کنیزوں کو غلامی کی دلدل سے نکالا جب مقوقس فرمانروائے مصر نے حضرت ماریہ قبطیہ کو بطور ہدیہ بھیجا تو آپؐ نے ان سے نکاح کیا حضرت ریحانہ بنت زید اور حضرت جمیلہ کو بھی آپؐ نے زیردست رکھا۔ حضرت ریحانہ بنو قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں حضرت جمیلہ بھی کسی جنگ

Marfat.com

میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔ (13)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت مبارک اور کردار مبارک سے کنیزوں و خواتین کو سماج میں وہ مقام عطا کیا جن کے لئے اہل مکہ اور اہل یورپ کو بھی صدیوں انتظار کرنا پڑا۔ آپؐ نے خواتین کو بطور ماں، بیٹی، بہن اور بطور بیوی وہ حقوق عطا فرمائے جو آج کے متمدن دور میں تصور بھی نہیں کیے جاسکتے۔ برطانیہ جیسے ملک میں 1882ء تک خواتین کو جائیداد کا حق نہیں مل سکا تھا۔ 1882ء کے قانون کے مطابق شادی شدہ خواتین کو جائیداد کا حق ملا آخر کار 1935ء کے قانون کے مطابق عورت کی حیثیت کو تسلیم جبکہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے حق ملکیت اور مالی تصرفات کا حق اور خواتین کی وراثت کا قانون دیا۔

للرجال نصیب مماترک الوالدان والا قربون و للنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون (14)

"مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو علم کے میدان میں مساوی حقوق عطا فرمائے۔ الغرض محسن انسانیت حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے ہر فرد کو عدل و انصاف مہیا فرما کر ہمارے لیے قابل تقلید اسوہ حسنہ چھوڑا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپؐ کی حیات طیبہ اور سیرت مطہرہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

حوالہ جات

1_ القران الحکیم : الانعام : 115

2_ ایضا" القمر: 49

3_ ایضا" المائدہ : 8

4_ ایضا" الانبیاء : 92

5_ قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری، الجامع لاحکام القرآن بیروت داراحیاء التراث العربی 1985ء ج دوم ص 325

6_ القرآن الحکیم : القلم : 4

7_ Robert Briffautt "The Making of Humanity p 164

8_ القران الحکیم : الروم : 41

9_ القران الحکیم : الحجرات : 13

10_ خطیب تبریزی مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب، باب الامر بالمعروف و النہی عن المنکر مطبوعہ دہلی ص 436

11_ خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح باب الشفقتہ والرحمتہ علی الخلق ص 422

12_ سنن دارمی باب ما کان علیہ الناس قبل بعث النبی ص 5 مطبوعہ مصر

13_ مولانا صفی الدین مبارک پوری الرحیق المختوم ص 753

14_ القرآن الحکیم : النساء : 7

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواتین کے حقوق سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد گجر خاں غزل کاشمیری

اسلام نے خواتین کو عزت و تکریم سے نوازا اور زندگی کے ہر میدان میں انہیں مختلف حقوق عطا فرمائے۔ ان حقوق کی مکمل تفصیل اور فہرست، کتب سیرت میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ذیل میں ہم خواتین کے چند اہم حقوق بیان کریں گے۔

تعلیمی حقوق:

تعلیم نسواں کے بارے میں اردو میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ عورت کی تعلیم یا اس کے لکھنے پڑھنے کے حقوق کے بارے میں چند نئی معلومات پیش خدمت ہیں:

عائشہ بنت طلحہؓ کہتی ہیں: میری خالہ عائشہ بنت ابی بکرؓ کے پاس لوگ ہر شہر سے آیا کرتے تھے۔ شیوخ حضرات میری اہم حیثیت و مرتبہ کی وجہ سے میرے ہاں ٹھہرتے تھے۔ نوجوان مجھے بہن کہتے تھے۔ لوگ میری طرف ہدایا ارسال کرتے تھے۔ مختلف شہروں سے میری طرف خطوط لکھتے تھے۔ میں عائشہؓ سے کہتی: خالہ جان یہ خط اور تحفہ فلاں آدمی کی طرف سے ہے۔ عائشہؓ مجھے کہتیں: بیٹا تم میری طرف سے اسے جواب لکھوا دو اسے تحفہ بھی ارسال کر دو اگر تمہارے پاس ہدیہ بھیجنے کے لئے کوئی چیز نہیں تو میں دیدوں گی چنانچہ ام المومنین مجھے ہی ہدیہ عطا کر دیتیں۔ (۱)

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بالغ عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے میں کوئی شک نہیں اگر وہ دوسری عورتوں سے لکھنا پڑھنا چاہیں یا اپنے محرموں سے سیکھنا چاہیں' نابالغ لڑکیاں جس سے چاہیں لکھنا پڑھنا سیکھ لیں۔ (2)

قال العلامه الاردبیلی فی الازهار شرح المصابیح قال الخطابی فیه دلاله علی ان تعلیم النساء الکتابه غیر مکروه (3)

ترجمہ۔ علامہ اردبیلی مصابیح کی شرح الازھار میں کہتے ہیں کہ خطابی نے کہا اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ عورتوں کو کتابت سکھانا غیر مکروہ ہے۔

قال الحافظ ابن القیم فی زادالمعاد: فی العین دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابه (4)

ترجمہ۔ حافظ ابن قیم زادالمعاد میں فرماتے ہیں حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ عورتوں کو کتابت کی تعلیم دینا جائز ہے۔

وقال الشیخ ابن تیمیه حج فی منتقی الاخبار' و هو دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابه (5)

ترجمہ۔ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ منتقی الاخبار میں فرماتے ہیں: یہ اس بات پر دلیل ہے کہ عورتوں کو کتابت کی تعلیم دینا جائز ہے۔

قرآن پاک کی آیت ہے: **فاستجاب لهم ربهم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض** (6)_ ترجمہ۔ پس ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی اور کہا میں تم سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا چاہے مرد ہو یا عورت۔ تم ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں میں اس کو پورے وثوق کے ساتھ اور خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ اور کسی چیز میں مساوات ہو یا نہ ہو اور بعض چیزوں میں مساوات اسلامی شریعت کے

Marfat.com

تحفظ اور فطرت انسانی کی معرفت پر مبنی بصیرت سے کام لیتی ہے لیکن ایک چیز ڈنکے کی چوٹ پر کہی جاسکتی ہے کہ رحمت الٰہی اور بخشش الٰہی میں مساوات کامل ہے اور اس میں کوئی تحفظ نہیں ہے کسی قسم کا ریزرویشن اور کسی قسم کا امتیاز نہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ یہ آیت دنیا اور آخرت دونوں پر حاوی ہے۔ آیت یہ نہیں کہتی کہ عورتیں عبادت کرکے دنیا میں کوئی نتیجہ نہیں پائیں گی۔ محنت کریں علم کے لئے اور علم حاصل نہیں ہوگا۔ محنت کریں تربیت میں اور نتیجہ حاصل نہ ہوگا محنت کریں زندگی کو پرلطف بامعنی اور بارونق بنانے میں اور اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلے گا اور سارا اجر آخرت کے لئے اٹھا رکھا جائے بلکہ جس میدان میں تم دونوں محنت کرو گے اس میں اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھو گے۔ امام بخاری کی حدیث صحیح بخاری میں اسی آیت کریمہ کے تحت مروی ہے۔ (7)

علامہ البانی اپنی کتاب الاحادیث الصحیحہ ج 2 ص 136 پر فرماتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کتابت اور قرآن انسان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے:

اقرا باسم ربک الذی خلق 0 خلق الانسان من علق 0

اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم 0

ترجمہ۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کیونکہ تیرا رب بڑی عزت والا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

یہ قراءت اور کتابت اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے جس کا احسان خدا نے انسان پر جتلایا سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور اللہ نے ان کو اپنی اطاعت کے لئے استعمال کرنے کی ترغیب دی' اگر انسان اللہ کی مرضی کے مطابق انہیں استعمال نہ کرتے تو وہ اللہ کی اطاعت کے دائرہ سے نکل جائیں گے۔ جیسا کہ سمع' بصر اور فہم اللہ کی نعمتیں ہیں۔ یہی حال کتابت و قرآن کا ہے۔ والدین کو اپنی بیٹیوں کو اس نعمت کی نعمت سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔ پھر اسلامی اخلاق کے مطابق بیٹیوں کی تربیت

Marfat.com

ایمان کی شروط میں سے ہے۔ جس طرح مسلمان اپنے بیٹوں کو قرآن و کتابت کی نعمت سے سرفراز کرنا پسند کرتے ہیں اسی طرح بیٹیوں کو بھی سرفراز کریں۔ لہٰذا اس معاملہ میں عورت و مرد میں کوئی فرق نہیں۔

اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ جو کچھ مردوں کے لئے واجب ہے وہی عورتوں کے لئے ثابت ہے جو کچھ مردوں کے لئے جائز ہے وہی عورتوں کے لئے جائز ہے۔ نبی پاکؐ کا قول ہے **انما النساء شقائق الرجال** عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ اسے دارمی نے روایت کیا ہے لہٰذا مرد و عورت کے مابین علمی تفریق جائز نہیں۔ ہاں کوئی نص قطعی ہو تو علیحدہ بات ہے اور نص قطعی ہے نہیں بلکہ حدیث کی نص تو مساوات پر دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث کے ہوتے ہوئے اس شخص کے اس شعر کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی جس نے کہا ہے:

ماللنساء وا لکتابہ والعمالہ والخطابہ

ھذا لنا ولھن منا ان یبستن علی الجنابہ

ترجمہ۔ عورتوں کا لکھنے، معاشی محنت کرنے اور تقریر کرنے سے کیا تعلق؟

یہ چیزیں تو ہم مردوں کے لئے عورتیں تو ہماری شب بستری کے لئے ہیں یہ تو عورتوں کے حقوق کو تباہ کرنے والی بات ہے۔ یہ ان کی تحقیر و اہانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تمام امور میں اعتدال و انصاف پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (8)

معاشرتی حقوق:

انسانی جان کے حقوق میں صنف نازک کے حقوق خاص طور پر شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی ان کی صدائے بازگشت سنی گئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے پہلے معلم ہیں جنہوں نے اس کمزور طبقہ کے حقوق کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

Marfat.com

اس کے بالمقابل دو صدیاں پیشتر یورپ کے ایک شاعر کا معروف مقولہ ہے:

"عورت، کتے اور اخروٹ کو جتنا پیٹو اتنا کم ہے"

آپؐ کا دور وہ تھا جب بچی کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ قبیلہ بنو تمیم کے سرا قیس بن عاصم نے اسلام قبول کرنے کے بعد اقرار کیا کہ اس نے آٹھ دس بچوں کو زندہ دفن کیا ہے۔ آپؐ نے بچی کو باعث رحمت قرار دیا۔ ماں کے قدموں تلے جنت بتائی اور بیوی کو گھر کے لئے سکون و راحت کا ذریعہ قرار دیا۔ حقوق میں عورتوں کو مردوں کے برابر قرار دیا۔

آپؐ نے عورت کو وراثت کا حق دار بنایا اس کو حق ملکیت عطا کیا۔ عربوں میں بعض تشدد پسند لوگ اپنی جابرانہ ذہنیت اور متکبرانہ سرشت کا کمال اس میں سمجھتے تھے کہ عورتوں سے حسن سلوک اور صلح جوئی سے کام نہ لیں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ فرد اپنے بیوی بچوں کا نگہبان ہے اس سے ان کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس سے اس بارے میں بازپرس ہوگی۔ (9)

ایک اور جگہ فرمایا:

> "تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے۔ یہ اچھی بات نہیں کہ ایک وقت میں تو اسے کوڑے مارے اور دوسرے وقت میں اس کے ساتھ ہم بستر ہو۔" (10)

ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور کسی صحابی سے نکاح کے لئے مشورہ طلب کیا۔ آپؐ نے فرمایا "وہ تو اپنا ڈنڈا اپنے کندھے سے اتارتا ہی نہیں" یعنی وہ بہت تشدد پسند اور سخت گیر ہے۔ آپؐ نے یہ مشورہ عورت کو ازراہ ہمدردی دیا تاکہ

Marfat.com

وہ اس کے استبداد سے محفوظ رہے۔

آپؐ نے عورت و مرد کے حقوق کے بارے میں فرمایا:

"بے شک تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ ان کا حق یہ ہے کہ ان کے لباس اور خوراک میں بھلائی اختیار کرو جبکہ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر غیروں کو نہ بٹھائیں۔" (11)

عورتوں سے حسن سلوک کے بارے میں فرمایا:

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہے اور میں اپنے گھر والوں میں تم سب سے بہترین ہوں۔" (12)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

"تم میں سے مکمل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہترین ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے ہیں" (13)۔

سچی بات یہ ہے کہ دنیا میں عورت کو حقوق دینے والی ذات صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"ہم لوگ اسلام سے قبل عورت کو کسی شمار میں نہیں لاتے تھے۔ اسلام آیا تو اس نے ان کے بارے میں احکام اتارے، ان کے حقوق مقرر کیے۔" (14)

ایک جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم کو اپنی بیوی میں کوئی عیب نظر آئے تو اس سے نفرت نہ کرو، اگر تم غور کرو گے تو اس میں کوئی دوسری خوبی

Marfat.com

ضرور نظر آئے گی۔ (15)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولزوجک علیک حق (16)

"تیری بیوی کا تم پر حق ہے۔"

شریعت اسلامی کے مطابق اگر کوئی مرد بیوی کے حقوق پورے نہ کرے۔ اس کے نان نفقہ کا خیال نہ کرے تو عورت عدالت کے ذریعے ان کو حاصل کر سکتی ہے۔ بعض شدید حالات میں وہ طلاق کا مطالبہ بھی کر سکتی ہے بلکہ اس کے گھریلو امور کھانا پکانا، کپڑے دھونا، بچوں کی نگہداشت، گھر کی صفائی اور رضاعت وغیرہ کی ذمہ داریوں کی بنا پر ہی اس کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ اگر کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہیں تو ان میں عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خود نبی پاک ﷺ جب کسی سفر پر تشریف لے جاتے تھے تو قرعہ اندازی میں جس بیوی کا نام نکلتا تھا اسے ساتھ لے جاتے تھے۔

صنف نازک کے احترام اور محبت کی مثال نبی پاکؐ کی اس حدیث سے ملاحظہ ہو:

"آپ حضرت اسامہ بن زیدؓ کے بارے میں کہا کرتے تھے "کاش اسامہ لڑکی ہوتی۔ میں اسے اچھے زیورات پہناتا۔ اس کی کنگھی کرتا اور اس کی ناک صاف کرتا۔ (17)

حقوق نسواں کے تحت ایک اور مفلوک الحال طبقہ بیوگان کا ہے۔ اقوام متحدہ کا چارٹر ایک طرف رہا دنیا کے کسی مذہب اور تمدن نے بیوہ کے حقوق بیان نہیں کیے۔ اسے ہر معاشرہ اور تمدن میں نحوست خیال کیا جاتا رہا ہے۔ عربوں کے ہاں بیوہ مرحوم کے بڑے بیٹے کے نکاح میں چلی جاتی تھی۔ یہودیوں کے ہاں بیوہ مرحوم خاوند کے بھائی کی ملکیت میں جاتی تھی۔ ہندوؤں کے ہاں اسے خاوند کے ساتھ ہی ستی ہونا پڑتا تھا۔ یہ رسم مسلمانوں کے آنے سے کم ہوئی۔ لیکن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

اسے وراثت میں حق دار قرار دیا۔ عدت کے بعد اسے نکاح کرنے کی ترغیب دی۔ حدیث شریف ہے کہ:

"کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگا اور اس کی اجازت چپ رہنا ہے اور بیوہ کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہیں ہوگا"۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس طبقہ سے ہمدردی کے عملی مظاہر پر غور کریں کہ سوائے حضرت عائشہؓ کے آپؐ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا قیامت کے روز اس شخص کی طرح ہوگا جیسا اللہ کے رستے میں جہاد کرنے والا' دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو عبادت کرنے والا ہو۔ اصل عبارت یہ ہے:

الساعی علی الارملہ والمساکین کالمجاہد فی سبیل اللہ کالذی یصوم النھار و یقوم اللیل (18)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے روز میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا تو دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے پہلے اندر جانے کی کوشش کر رہی ہے میں پوچھوں گا تو کون ہے؟ تو وہ کہے گی میں ایک بیوہ ہوں جس کے چند ننھے منے بچے تھے۔ (19)

معاشی حقوق:

قرآن پاک میں دینی اور دنیاوی جدوجہد کے لئے کسب کا لفظ آیا ہے۔ اگر کوئی

Marfat.com

مرد و عورت دینی جدوجہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر قیامت کے روز جنت اور اپنی رضا کی شکل میں دے گا۔ اس طرح اگر کوئی مرد اور عورت دنیا میں کسی کاروبار کے لئے یا معاش کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسؒ کے عمل کی جزاء یا اس کی کوشش کا ثمرہ اسی دنیا میں عطاء کرے گا۔ اسلام نے معاشی جدوجہد کا حق بھی عورت کو عطاء کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

للرجال نصیب مما کسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (20)

ترجمہ۔ مردوں کے لئے وہی حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے بھی وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

المراجع

1_ بخاری الادب المفرد حدیث نمبر 111 ص 287

2_ عظیم آبادی ابو الطیب محمد شمس الحق عقود الجمان فی جواز الکتابۃ للنسوان موسسہ المجمع العلمی حدیث اکادمی کراتشی / فیصل آباد 1988ء تحقیق وصی اللہ محمد عباس

3_ الخطابی معالم السنن 364 ج 5 یہ مختصر ابو داؤد منذری کے ساتھ چھپی ہے۔

4_ ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص 262 ج 3

5_ ابن تیمیہ المنتقی مع النیل ص 219 ج 8

6_ آل عمران: 195

7_ ابوالحسن علی ندوی خواتین اور دین کی خدمت ص 37 تا 42 مجلس نشریات اسلام 1 کے 3 ناظم آباد مینشن ناظم آباد کراچی۔ 1401.18ھ

8_ عقود الجمان ص 38

9_ بخاری صحیح کتاب التفسیر باب یا ایھا الذین آمنو اقوا انفسکم واھلیکم نارا"

Marfat.com

10_ ایضاً" کتاب النکاح باب عشرۃ النساء
11_ ایضاً" باب قوا انفسکم واھلیکم نارا"
12_ ابن ماجہ سنن کتاب النکاح باب 50
13_ ابوداؤد سنن کتاب السنتہ باب 17
14_ بخاری، کتاب النکاح باب قوا انفسکم واھلیکم نارا"
15_ مسلم بن الحجاج القشیری صحیح کتاب النکاح باب الوصیتہ بالنساء
16_ بخاری کتاب الصوم باب 51
17_ ابن ماجہ سنن کتاب النکاح باب 49 احمد بن حنبل مسند ص 120 ج 6
18_ تبریزی ولی الدین مشکوۃ المصابیح کتاب الاداب باب الشفقتہ والرحمتہ علی الخلق
19_ ابوداؤد سنن کتاب الاداب باب فضل من عال یتیما"
20_ الاحزاب : 35

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصلاح معاشرہ

ڈاکٹر محمد شریف سیالوی

انبیاء علیہم السلام کی بعثت سے غرض نوع انسان کی حفاظت ہے۔ انسان فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوا ہے وہ ہر حال میں تعاون کا محتاج ہے نیز ضروری ہے کہ اس کے پاس ایسی شریعت اور ضابطہ حیات ہو جو اس کے خالق کا عطا کردہ ہو کیونکہ وہی اس کے مقصد تخلیق اور اس کی استعداد اور صلاحیتوں سے آگاہ ہے۔ اللہ نے بکمال مہربانی انبیاء و رسل بھیج کر نفوس بشریہ کی تکمیل اور تربیت کا سامان فراہم کیا۔ یوں ذہنوں میں اخلاق فاضلہ کی ترسیخ، نیکی کی ترویج اور برائی سے روکنا ہی بعثت انبیاء کا بنیادی مقصد قرار پایا۔ حضور ختمی مرتبت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مشن کی تصریح فرمائی "**انما بعثت لا تمم مکارم اللاخلاق**" (1) (مجھے تو صرف مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے)۔ قرآن مجید میں وظائف نبوت کی جو تفصیل دی گئی ہے اس میں تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیہ بہت نمایاں ہیں۔ ارشاد ربانی ہے : "**لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمہ**" (2) (تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور اپنی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

اخروی اور ابدی سعادت کی شرط حیات دنیا میں ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ

Marfat.com

مزین ہونا ہے۔ دنیا امتحان گاہ ہے اور اس میں کامیابی کا انحصار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔

الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (3)

وہ ذات جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ یہ آزمائش کرے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون اچھا ہے۔

چونکہ انسانی استعداد عقل و فکر اور انسانی تمدن ہر دو ارتقاء پذیر ہیں اس لئے ہر زمانے اور ہر علاقے کے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام ایسی شریعتوں کے ساتھ مبعوث ہوئے جو ان کی تمدنی اور عقلی ضرورتوں کو بتام و کمال پورا کرتی تھیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب نہ تو کوئی نیا نبی آئے گا' نہ ہی کسی نئی شریعت کا اجراء ہوگا اور نہ ہی قرآن کے بعد کوئی اور صحیفہ ہدایت اللہ کی طرف سے نازل ہوگا۔ دین اور شریعت ہر لحاظ سے آپؐ پر مکمل ہوگیا۔ اعلان ہوا:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (4)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور تمہارے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا۔

جیسے اس دور میں انسان ارتقائے فکر کی انتہا کو پہنچ گیا ہے ایسے ہی حضور رسول پاکؐ کی شریعت بھی ابدی صداقتوں اور اصولوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یہ شریعت بلا قید زمان و مکان اور اختلاف رنگ و نسل پوری انسانیت کی فلاح کا عالمگیر اور جامع نظام حیات ہے۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے ہدایت ربانی اور علم بالوحی کے ذریعے ایک

Marfat.com

مثالی معاشرہ تشکیل دیا جو رہتی دنیا تک کے لئے ایک آئیڈیل (Ideal) کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید اور تعلیمات رسول اکرمؐ کے تناظر میں اخلاص و ایثار' اخوت و مساوات' تعاون علی البشر' احسان و مروت' رواداری و دل جوئی' احترام انسانیت' مساوات' ایفائے عہد اور خوش خلقی وہ سماجی قدریں ہیں جو معاشرہ کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیتی ہیں۔ اخوت اسلامی کا جذبہ معاشرہ کو صحت مند اور مستحکم بنا دیتا ہے۔ ایسے معاشرہ کے افراد ایثار پیشہ ہوتے ہیں بقول قرآن مجید:

و یؤثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصہ (5)

اور وہ اپنی ذاتوں پر انہیں (مسلمان بھائیوں) کو ترجیح دیتے ہیں
خواہ ان کے ساتھ شدید فقر و فاقہ ہو۔

اسلامی معاشرہ کی خوبی یہ ہے کہ اس کا ہر فرد روحانی الذہن ہوتا' وہ کائنات کی روحانی تعبیر پر یقین رکھتا ہے۔ زندگی کو بامقصد گردانتا ہے۔ اخلاقی کمال کے حصول کو اصل کامیابی سمجھتا ہے اور اس کی اخلاقی جدوجہد کا رخ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پاک کی طرف ہوتا ہے۔

ہرچند کہ انسانی تاریخ میں کئی معاشرے وجود میں آئے جن کی اساس وطن پرستی' نسلی امتیاز یا معاشی مفاد تھا لیکن اسلامی معاشرہ رنگ و نسل' وطن پرستی اور معاشی مفاد وغیرہ کی محدود وفاداریوں کے تحت وجود میں نہیں آتا بلکہ وحدت نوع انسانی اور ہدایت ربانی کی بنیاد پر اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ اس نوع کی ہیئت عمرانی میں تعلقات باہمی اخوت و برادری کے جذبے پر استوار ہوتے ہیں۔ اس باب میں متعدد اقوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرمایا:

تری المومنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم
کمثل الجسم اذا اشتکی عضومنہ قداعی لہ سائر
جسیدہ بالسھر والحمی (6)

تو مومنوں کو آپس میں رحم' دوستی اور مہربانی میں اپنے دیکھے گا

Marfat.com

جیسے ایک جسم ہو۔ جب بھی کسی ایک عضو کو درد کی شکایت ہوتی ہے تو باقی سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلہ وان اشتکی راسہ اشتکی کلہ (7)

مومن لوگ ایک شخص کی مانند ہیں اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو اس کا کل جسم دکھتا ہے اور اگر اس کا سر درد کی شکایت کرتا ہے تو پورا جسم درد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

المؤمن فی اھل الایمان بمنزلہ الراس من الجسد یالم المؤمن لاھل الایمان کما یالم الجسد فی الراس

ایمان والوں میں ایک مومن ایسے ہیں جیسے سر کا تعلق جسم سے۔ مومن دیگر اہل ایمان کے لئے ایسے ہی درد و الم کا احساس کرتا ہے جیسے پورا جسم صرف سر میں درد سے۔

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا

ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ مل کر ایک دیوار کی طرح ہے جس کا ایک فرد دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔

مومن کا بحیثیت رکن اسلامی ہیئت اجتماعیہ کے کیا کردار ہونا چاہیے رسول کریمؐ فرماتے ہیں:

المسلم اخوا لمسلم لایظلمہ ولا یسلمہ، ومن کان فی حاجہ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ، و من فرج عن مسلم کربہ فرج اللہ عنہ کربہ من کربات یوم القیامہ (9)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے اکیلے چھوڑتا ہے، جو دوسرے بھائی کی حاجت پورا کرنے میں ہوتا

Marfat.com

ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔ جو مسلمان ایک مصیبت دور کرتا ہے اللہ قیامت کی مصیبتوں سے اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے۔

ایمان اور اخوت اسلامی کے باہمی تعلق پر رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد لائق مطالعہ ہے:

لا یؤمن احدکم حتی یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ

(10)

تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

والدین، رشتہ دار، پڑوسی، دوست و احباب، معاشرہ کے مفلوک الحال اور محتاج افراد کے ساتھ احسان و مروت کے سلوک کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس کو اتنا اہم قرار دیا جتنا کہ اللہ رب العزت کی عبادت ہے فرمایا:

واعبدواللہ ولا تشرکوا بہ شیاء، و بالوالدین احسانا و بذی القربی والیتامی والمساکین و الجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (11)

اور اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، والدن، قریبی رشتہ دار، یتیم، مساکین، رشتہ دار، پڑوسی، پہلو میں رہنے والا پڑوسی، پڑوسی دوست، مسافر اور غلاموں اور نوکروں کے ساتھ احسان کرو۔

اس باب میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں جن سے اسلامی معاشرہ کے مزاج اور سماجی شعور کی بلندی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

الساعی علی الارملہ والمساکین کالساعی فی سبیل اللہ واحسبہ قال کالقائم لا یفتر و کالصائم لا یفطر (12)

بیواؤں اور مساکین کی خدمت میں کوشاں شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح اور راوی کا گمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا شخص اس شب بیدار عابد کی طرح ہے اور اس روزہ دار کی طرح جو کبھی افطار نہیں کرتا۔

لا یدخل الجنۃ من لایا من جارہ بوائقہ' لیس المومن الذی یشبع و جارہ جائع الی جنبہ' وما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (13)

جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہیں' وہ مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اس کے پہلو میں کوئی بھوکا رہے۔ جبرئیل مجھے بار بار پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ پڑوسی کو وراثت میں سے حصہ دیا جائے گا۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا و لم یعرف شرف کبیرنا

ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی بزرگی نہ پہچانے۔

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم و حامل القران غیرالغالی منہ ولا الجا فی واکرام السلطان المقسط (14)

بے شک اللہ کی تعظیم میں سے ہے سفید ریش مسلمان کا اکرام' نیز حافظ قرآن اور عدل کرنے والے بادشاہ کا اکرام۔

Marfat.com

انزلوا الناس علی منازلھم' ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

لوگوں سے ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق پیش آؤ۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اذا کنتم ثلاثہ فلا تین جا اثنان دون الاخر حتی تخلطوا بالناس من اجل ان یحزنہ (15)

جب تم تین افراد ہو تو دو الگ ہو کر سرگوشی نہ کریں جب تک کہ لوگوں میں گھل مل نہ جاؤ کیونکہ یہ بات اسے غم میں ڈال سکتی ہے۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی امت کا اخلاق فاضلہ کے ساتھ متصف ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس امت کو امت وسط بنایا گیا اور دعوت حق کے سلسلہ میں وہ پوری انسانیت کے لئے بطور گواہ برپا کی گئی۔

و کذلک جعلنا کم امہ و سطالتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (16)

اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم سب پر گواہ ہوں گے۔

چونکہ سلسلہ نبوت تو ختم ہو چکا ہے اس لئے امت مسلمہ کا فرض ہے کہ اپنے پیغمبر کے مشن کو جاری رکھے۔

کنتم خیر امہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ (17)

تم بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کی خدمت کے لئے برپا کیا گیا تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو' اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

Marfat.com

غلبہ دین حق اور مثالی معاشرہ کا قیام تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں ایک بار مکمل ہو چکا ہے۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (18)

وہ ذات جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا رسول بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے۔

اس کے بعد اب امت کا فرض ہے کہ وہ غلبہ دین حق کے تسلسل کو باقی رکھے اور اگر کسی وقت اسلامی معاشرہ تفکک و انتشار اور شکست و ریخت کا شکار ہو جائے تو نبوی منھاج دعوت سے از سر نو صالح معاشرہ کی تشکیل کے لئے اپنی بھرپور جدوجہد کرے۔ یہ مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے کہ وہ مجموع انسانیت کی فلاح اور بھلائی کے لئے کام کریں' احترام انسانیت کی بحالی اور انسانی برادری کی بنیاد پر اجتماعی اداروں کی تنظیم ان کا دینی فرض ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلامی معاشرہ بھی دیگر معاشروں کی طرح تغیر پذیر ہے۔ مختلف عوامل کے منفی اور مثبت اثرات افراد کے افکار و عقائداور رویوں پر مرتب ہوتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فی زمانہ مسلمانوں کے معاشرہ میں اخلاقی و روحانی قدریں زوال پذیر ہیں۔ اجتماعی ادارے بد نظمی سے دوچار ہیں' مغربی تہذیب اپنے جملہ وسائل اور ابلاغ عامہ کے ذرائع سے عالم اسلام پر مسلط ہو چکی ہے۔ جنس (Sex)' مال کی محبت' اقتدار کی ہوس اور مادہ پرستانہ ذہنیت ایسے مؤثرات ہیں جن کے نتیجے میں سماجی برائیوں کا ایک سیلاب امڈ کر آ رہا ہے۔ ویسے انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے بہت خودغرض واقع ہوا ہے وہ تحفظ ذات' حصول غذا و لباس و مکان' اقرباء کی محبت کا طلب جاہ و شہرت اور ان جیسی لاتعداد خواہشات نفس کی اتباع میں معاشرتی ضابطوں کی پرواہ نہیں کرتا' دوسروں کے حقوق پامال کرتا ہے اور اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ ہر ایسا عمل جو اجتماعی مصالح کے منافی ہو' جس سے کسی دوسرے شخص کی

Marfat.com

عزت و آبرو پامال ہو یا اس کی جائز ملکیت کے حق سے محروم کر دینے کی غیر اخلاقی اور غیر قانونی صورت ہو وہ "منکر" اور "سماجی برائی" کے زمرے میں آتی ہے۔

موجودہ انسانی معاشروں کے تناظر میں سماجی برائیوں کا دائرہ کار معیشت' معاشرت اور سیاست و حکومت تک پھیلا ہوا ہے۔ ان تینوں شعبوں میں سماجی برائیاں افراد کی حق تلفی سے جنم لیتی ہیں۔ حق تلفی اور اپنی حد سے تجاوز کی یہ صورت ظلم اور جرم کے مترادف ہے اور جب تک ان برائیوں کا قلع قمع نہ کیا جائے سماجی انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔

پہلے معیشت کو لیجئے' کسب مال کے طریقوں میں سماجی برائیوں کی طویل فہرست ہے مثلاً" فریب' دھوکہ' جوا' رشوت' چوری' ڈکیتی' ملاوٹ' مصنوعی گرانی' غبن' خیانت' سود' مزدور اور مزارع کا استحصال وغیرہ۔

مال کے استعمال کے حوالے سے اسراف (فضول خرچی)' نمود و نمائش' عیش پرستی' منشیات کا استعمال وغیرہ۔

اسی طرح اختیار اور دولت کا ارتکاز اور اس کے ساتھ بخل اور کنجوسی بھی ایک سماجی برائی ہے۔

● سماجی برائیوں کا ایک بڑا سبب جنس (Sex) ہے۔ مناسب اخلاقی قواعد اور معاشرتی ضابطوں کے خلاف جذبہ جنس کی بغاوت شدید سماجی برائیوں کا پیش خیمہ بنتی ہے مثلاً" فحاشی و عریانی' اغوا' زنا و تہمت زنا' قحبہ گری وغیرہ اور بسااوقات جنسی بے راہروی کے نتیجے میں عائلی اور خاندانی نظام کی عمارت اور نکاح کے قلعہ میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں' گھر اجڑ جاتے ہیں' طلاق کی کثرت اور اس کا غلط استعمال بھی یقیناً" ایک سماجی برائی ہے۔

ہم پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل فرمایا تربیت نفس اور تنظیم ہیئت اجتماعی کے جو اصول مہیا فرمائے ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے سے ہر قسم کی سماجی برائی کو ختم کیا

Marfat.com

جاسکتا ہے۔

"معروف" کی بالادستی قائم کرنا اور "منکر" کو روکنا ملت کا اجتماعی فریضہ بھی ہے اور انفرادی بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من رای منکم منکرا فلغیرہ بیدہ فان لم سیتطع فبلسانہ وان لم فلیمیرہ بیدہ یستطع فبقلبہ و فالک اضعف الایمان (19)

تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے' اگر یہ نہ ہوسکے تو زبان سے' یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے اور وہ کمزور ترین ایمان ہے۔

چونکہ اسلامی معاشرہ مزاج اور ترکیب کے اعتبار سے' افراد کے حیات و کائنات سے متعلق نقطہ نظر کے اعتبار سے عام معاشروں سے قدرے مختلف ہے اس لئے اس کی تعمیر اور اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ نبوی طریقہ کار کی اتباع کی جائے۔ اسلامیان پاکستان کے حوالے سے اصلاح معاشرہ کے لئے ایک جامع پروگرام ترتیب دینے کی ضرورت ہے جس میں علمی اور سماجی تنظیموں کے علاوہ حکومت بھی اپنا کردار ادا کرے۔

میری دانست میں افراد کی اصلاح اور تربیت کے بغیر معیشت' قانون اور سیاست تمام اجتماعی اداروں کی اصلاح پذیری ممکن نہیں۔ سنت الٰہیہ ہے:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر واما بانفسھم (20)

اللہ کسی قوم کی تقدیر نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو نہ بدلیں۔

اس طریق اصلاح میں ضروری ہے کہ مصلح اور داعی اس تحریک کا آغاز اپنی ذات سے کرے اس کا کوئی عمل' اس کا کوئی قول دعوت اصلاح کے مقتضیات کے منافی نہ ہو۔ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام سے پہلے اپنے اخلاق کو دعوی نبوت پر دلیل بنا کر پیش کیا اور فرمایا کہ میں ایک عرصہ تمہارے ہاں رہا' میرے

Marfat.com

شب و روز تمہارے سامنے گزرے' کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا؟ دوستوں اور دشمنوں نے آپ ؐ کی صداقت' امانت داری اور حسن اخلاق کا اعتراف کیا۔ یہی ایک مصلح اور داعی کا کردار ہونا چاہیے اس لئے کہ داعی کے قول و فعل کا تضاد مثبت کوششوں کو بھی غیر مؤثر بنا دیتا ہے۔

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ افراد کی سیرت اخلاقی اور روحانی نمونے پر اس وقت ڈھلے گی جب ایک طرف تو اخلاقی و روحانی نمونہ کمال پیش نظر ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور دوسری طرف ایسا محرک ہو جو اخلاقی و روحانی نمونہ پر ڈھلنے کی جدوجہد میں استقامت عطا کرے اور یہ محرک بعثت محمدیہ کی غرض و غایت میں غور کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ گویا بعثت محمدیہ کی غایت کا اذعان اور اسوہ رسول ﷺ کی جامعیت پر یقین اور اپنی سیرت کو اسوہ رسول ﷺ کے مطابق ڈھالنے کا جذبہ اصلاح معاشرہ کی کوششوں میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

کسی بھی سوسائٹی کے افراد اور اس کی اخلاقی حالت کا نظام تعلیم سے گہرا تعلق ہے۔ یہ تعلیمی عمل بھی ہے جو نئی نسل میں خاص اخلاقی اور سماجی قدریں تخلیق کرتا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں بھی نظام تعلیم و تربیت کا کلیدی کردار ہے۔ اسلامی نقطہ نظر کے مطابق سیرت سازی کا عمل اس وقت نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے جب علم' عقیدہ اور عمل میں مکمل آہنگی اور موافقت پائی جائے۔ علم اور عقیدہ کا تضاد' عقیدہ اور عمل کا تضاد' علم اور عمل کا تضاد یہ وہ صورتیں ہیں جن سے سیرت میں اختلال پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ایک طرف تو اسلامی تعلیمات جن کا تعلق اخلاق اور سلوک سے ہے جو فرد کے احاطہ' علم میں ہونا چاہیے اور پھر حکیمانہ انداز میں اوامر و نواہی پر اخلاص سے پابندی کا عادی بنایا جائے۔

بہت سی سماجی برائیاں ایسی ہیں جو ابتداء عام افراد کے شعور میں نہیں آتیں حالانکہ ان پر اصرار معاشرتی بگاڑ اور فساد پر منتج ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسی کئی برائیاں

Marfat.com

گنوائی گئیں اور ان سے پرہیز کی تاکید کی گئی فرمایا:

لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیر امنہم' ولانساء من نساء عسی ان یکن خیرا منہن (21)

کوئی گروہ کسی گروہ کا مذاق نہ اڑائے' ہوسکتا ہے کہ وہ مرد ان سے بہتر ہوں' اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔

بسااوقات طنز' استہزا اور برے ناموں سے پکارنا کسی بڑی خرابی اور فساد کا سبب بن سکتا ہے۔ روزانہ اخبارات میں سینکڑوں ایسے واقعات رپورٹ کیے جاتے ہیں۔

غیبت بھی ایک سماجی برائی ہے جس سے باہمی اعتماد اور احترام کی صورت حال یقیناً" بگڑ جاتی ہے اس کی قباحت پر اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن مجید کے مطابق غیبت کرنا اپنے حقیقی مردار بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔

یوں تو سماجی برائیوں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ہر سماجی برائی کے اسباب' اثرات اور اصلاح و علاج کے حوالے سے بحث اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں۔ مختصراً" تجویز یہ ہے کہ امیر و غریب' حاکم و محکوم' زمیندار اور مزارع' صنعت کار اور مزدور' افسران بالا اور ماتحت ملازمین غرضیکہ ہر طبقے کے لوگوں میں سادگی اپنانے کا شعور پیدا کیا جائے۔ کھانے پینے میں سادگی' لباس اور سواری میں سادگی' مکانیت اور رہائش میں سادگی اپنائی جائے۔ یہی سادگی اور فقر اختیاری حضور رسول پاک ﷺ کے نزدیک قابل فخر سرمایہ تھا۔ اگر ہم سادگی کو بطور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لیں اور اسوہ فاروقی کو بطیب خاطر قبول کرلیں تو فیشن پرستی' اسراف اور دولت کی نفرت انگیز نمائش جیسی سینکڑوں سماجی برائیوں سے چھٹکارے کی راہ نکل سکتی ہے۔

مصادر و مراجع

Marfat.com

1_ کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال الشیخ علاؤالدین المتقی بن حسام الدین الھندی حدیث رقم 212ھ موستہ الرسالتہ 1989م

2_ القرآن : آل عمران آیت 164

3_ القرآن : الملک آیت 2

4_ القرآن : المائدۃ آیت 3

5_ القرآن : الحشر آیت 9

6_ القرآن : الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الادب' باب تعاون المومنین بعضھم بعض

7_ کنزالعمال حدیث رقم 143/1,494

8_ نفس المصدر حدیث رقم 171/1,473

9_ ریاض الصالحین الامام شرف الدین النووی' باب تعظیم حرمات المسلمین ص

10_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الایمان' باب من الایمان ان یحب الاخیہ

11_ القرآن : النساء آیت 36

12_ مشکوۃ المصابیح لمحی السنۃ ولی الدین' کتاب النفقات

13_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الادب' باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ

14_ ریاض الصالحین' ص 168

15_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الاستیذان

16_ القرآن : البقرہ آیت 143

17_ القرآن : آل عمران آیت 110

18_ القرآن : التوبتہ آیت 33

19_ مسند الامام احمد بن حنبل 49/3 دارالباز للنشر والتوزیع' مکتہ المکرمہ

20_ القرآن : الرعد آیت 11

21_ القرآن : الحجرات آیت 11

22_ القران : النور آیت 19

Marfat.com

1_ کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال الشیخ علاؤالدین المتقی بن حسام الدین الھندی حدیث رقم 212ھ موسسۃ الرسالۃ 1989م

2_ القرآن : آل عمران آیت 164

3_ القرآن : الملک آیت 2

4_ القرآن : المائدۃ آیت 3

5_ القرآن : الحشر آیت 9

6_ القرآن : الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الادب' باب تعاون المومنین بعضہم بعضا

7_ کنزالعمال حدیث رقم 143/1,494

8_ نفس المصدر حدیث رقم 171/1,473

9_ ریاض الصالحین الامام شرف الدین النووی' باب تعظیم حرمات المسلمین ص 121

10_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الایمان' باب من الایمان ان یحب الاخیہ

11_ القرآن : النساء آیت 36

12_ مشکوۃ المصابیح لمحی السنۃ ولی الدین' کتاب النفقات

13_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الادب' باب اثم من لایامن جارہ بوائقہ

14_ ریاض الصالحین' ص 168

15_ الجامع الصحیح الامام البخاری' کتاب الاستیذان

16_ القرآن : البقرہ آیت 143

17_ القرآن : آل عمران آیت 110

18_ القرآن : التوبتہ آیت 33

19_ مسند الامام احمد بن حنبل 49/3 دارالباز للنشر والتوزیع' مکۃ المکرمہ

20_ القرآن : الرعد آیت 11

21_ القرآن : الحجرات آیت 11

22_ القرآن : النور آیت 19

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوصاف حمیدہ فخر دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

پروفیسر غلام سرور رانا

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ارفع و اعلیٰ درجات اور مقامات عطا فرمائے ہیں ان کا کوئی حساب و حد نہیں ہے اور ایک محدود فہم و ادراک رکھنے والا انسان کب ان بلند و بالا منازل کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے خالق کائنات کا مقصد یہی تھا کہ دنیا والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے مکمل رشد و ہدایت اور رہنمائی حاصل کریں۔ انسانی زندگی کا اصل مقصد نفس کی اصلاح اور شخصیت کی تعمیر و تہذیب ہے ارشاد ربانی ہے:

ھوالذی بعث فی الامین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ و
یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمہ

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فاق النبین فی خلق و فی خلق
ولم یدانوہ فی علم ولا کرم

Marfat.com

لے گیا فوق انبیاء پر خلق میں اور خلق میں
کس میں تھا اس کا علم اور کس میں اس کا سا کرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی اور نیا نبی نہیں ہوگا بدیں وجہ آپؐ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں اقتداء کیا جائے اور انہی کو دستور العمل بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کو آپؐ کی ذات اقدس میں حصر فرمایا ہے:

وانک لعلیٰ خلق عظیم

ترجمہ: اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

دراصل اس کا لطف و کرم تمہارے شامل حال ہے اس لئے تم پر انعام و احسان فرمائے۔ نبوت اور حکمت عطا کی۔ فصاحت تامہ عقل کامل' پاکیزہ خصائل' پسندیدہ اخلاق عطا کئے۔ ایک روایت ہے کہ **بعثت لا تمم مکارم الاخلاق** یعنی اچھے کاموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ آپؐ کی ذات اقدس میں تمام محاسن و مکارم اخلاق جمع تھے۔

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (4)

آپؐ کے اوصاف حمیدہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ا_ شخصی اوصاف 2_ معاملاتی اوصاف

ا_ شخصی اوصاف:

Marfat.com

مخصی اوصاف کی چندایک خصوصیات درج ذیل ہیں:

1_ **عزم و استقلال**: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عزم و استقلال کے پیکر تھے۔ ایک دفعہ آپؐ کے چچا ابو طالب نے مشرکین کی مخالفت بڑھ جانے کے باعث آپؐ کو مشورہ دیا کہ بت پرستی کی مذمت چھوڑ دیں۔ آپؐ نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا: بخدا!! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تو بھی میں دین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت سے نہیں رکوں گا تاآنکہ یہ فریضہ تبلیغ و رسالت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے یا میرا دم نکل جائے۔ (5)

1_ **عدل و انصاف**: آپؐ کے عدل و انصاف کا بتقاضائے ارشاد ربانی: **ولا یجرمنکم شنان قوم علی- الا تعدلوا ط اعدلواقف هو اقرب للتقوی** (المائدہ 2:5) ترجمہ: اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو، وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔

عدل کے معنی خواہ عدالت و انصاف اور دادگستری کے لئے جائیں یا اخلاق و صفات میں اعتدال و توسط لئے جائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ہر دو معنی تھے اور دونوں ہی مقصود ہیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ تمیمی نے کہا عدل فرمائیے اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا جو تقسیم فرما رہے ہیں مبنی بر انصاف نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر اگر میں عدل نہیں کروں گا تو دوسرا کون کرے گا۔

2_ **شجاعت**: یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ شجاعت کو تمام اوصاف حمیدہ میں نہایت ہی بنیادی حیثیت حاصل ہے کیونکہ اسی سے راست گفتاری، حق گوئی، عزم و استقلال، بلند حوصلگی اور صبر و ضبط جیسی خوبیوں کے چشمے پھوٹتے ہیں اور انہی اوصاف کی وجہ سے انسان میں مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور انہی محاسن و کمالات کی بدولت انسان کو امتیازی شرف حاصل ہے۔

Marfat.com

یہ امر مسلمہ کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر شجاع اور بے مثال بہادر تھے۔ مختلف غزوات میں آپ کی ثابت قدمی' درندہ صفت دشمنوں کے سامنے بے خوف و خطر جم جانا اور تلواروں کے سائے میں پرچم حق کو بلند و بالا رکھنا ار سنساتے ہوئے تیروں کے سامنے کلمتہ الحق کے لئے سینہ سپر رہنا آپ کی شجاعت اور بہادری کی بین دلیل ہے۔

3_ **فیاضی و سخاوت:** حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے آپؐ کو بستر پر کروٹیں بدلتے دیکھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا طبیعت ناساز ہے یا رب العزت کی طرف سے کوئی نیا حکم صادر ہوا ہے۔ فرمایا: یہ بات نہیں۔ پھر اپنے تکیے کے نیچے سے تین درہم نکال کر دکھائے اور یوں فرمایا: گزشتہ روز کچھ مال آیا تھا اور یہ درہم تقسیم ہونے سے رہ گئے تھے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اسی حالت میں بلاوا نہ آ جائے۔ (اعلام النبوۃ ص 155)

4_ **مروت و حیا:** عرب میں شرم و حیا کا رواج نہایت ہی کم تھا۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہونے میں کوئی قباحت محسوس نہ کرتے تھے۔ حتی کہ بعض قبائل کعبتہ اللہ کا طواف بھی برہنہ حالت میں کرلیا کرتے تھے لیکن آپؐ کے بارے میں حضرت ابو سعیدؓ اس طرح رطب اللسان ہیں: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرھا** یعنی آپ دوشیزہ لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ آپ حیا کو ایمان کا شعبہ قرار دیتے تھے۔ آپ کے بقول حیا ہی انسان کا اصل سرمایہ ہے اگر وہی نہ رہے تو انسان کی مرضی جو چاہے کرے۔

5_ **احکام الٰہی پر عمل کا اہتمام:** اللہ جل مجدہ کی طرف سے جو بھی احکام نازل ہوتے تھے آپ ان پر سب سے پہلے عمل فرمایا کرتے مابعد دوسروں کو عمل کی تلقین فرماتے۔ ارشاد ربانی ہے:

یایھا الذین امنو لم تقولون مالا تفعلون ٥

ترجمہ: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

Marfat.com

6_ دینی معاملات میں میانہ روی: دینی معاملات میں رھبانیت (دنیا کو ترک کرنا) کا اسلوب نہایت ہی ناپسندیدہ تھا۔ اپنے بارے میں خود اس طرح فرمایا:

"میں خداوندقدوس سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں' مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ نماز بھی ادا کرتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور اسی طرح عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں"

مزید فرمایا:

"یہی میرا طریقہ (سنت) ہے۔ جس نے میرے طریقے کو چھوڑا وہ میری امت میں سے نہیں ہے"

7_ تواضع: ایک مرتبہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے کچھ ایلچی آئے حضور اکرمؐ ان کی خاطرمدارت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو صحابہؓ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت کی سعادت ہمیں عنایت فرمایئے۔ فرمایا' انہوں نے ہمارے صحابہ کرام کی بڑی خدمت و تکریم کی ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ان کا بدلہ ادا کر دوں۔ (مدارج النبوۃ)

8_ بے جا مدح سے گریز: ایک دفعہ بعض صحابہ کرم رضوان اللہ علیھم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیمی سجدے کی اجازت طلب فرمائی۔ جو شام و عراق کے سرداروں میں رائج تھا۔ تو حضورؐ نے سختی سے منع فرمایا کہ اگر سجدہ مباح ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ صرف اپنے متعلق ہی نہیں اپنے متبعین اور متوسلین کے متعلق بھی آپؐ کا یہی طرزعمل اور طریق کار تھا۔ ایک دن ایک صحابی نے ایک دوسرے صحابی کی مدح سرائی کی جو آپؐ کو ناگوار گزری۔ (البخاری 4: 127 باب الادب54 مسلم 4:2296 حدیث 3000 ابن ماجہ حدیث 2744 المدح)

9_ سادگی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے' پینے' لباس پہننے اور اوڑھنے

Marfat.com

میں تکلف اور تصنع سخت ہی ناپسندیدہ تھا۔ سادگی اور بے تکلفی حضور رسالت مابؐ کا معمول تھا۔ جو کچھ کھانے کے لئے آ جاتا۔ تناول فرما لیتے۔ جو لباس میسر آتا زیب تن کر لیتے۔ البتہ طبیعت مبارکہ میں نظافت ضرور تھی۔ چنانچہ کسی ایک چیز کو پسند نہ فرماتے جس میں ظاہری یا معنوی طور پر نفاست نہ پائی جاتی ہو۔ کچا پیاز' لہسن اور گوہ کا گوشت کو آپؐ نے حرام قرار نہیں دیا مگر خود کبھی نہیں کھایا۔ ایک دفعہ کمخواب کی بنی ہوئی قبا کسی نے آپؐ کی خدمت اقدس میں بھجوائی جسے آپؐ نے زیب تن فرمایا۔ مگر مابعد اتار کر حضرت عمر فاروقؓ کو بھیج دی کہ اسے فروخت کر کے اپنے کام میں لائیں (البخاری 236:1' کتاب الجمعہ باب 7' مسلم' 1638:3 حدیث 3086) اسی طرح ایک موقع پر کسی نے بہت خوبصورت چادر بھیجی جس پر حاشیہ آرائی ہوئی تھی جسے زیب تن فرمایا بعد میں کسی کے سوال پر اتار کر مرحمت فرما دی (البخاری 123:4' الادب باب 39)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ خوش اخلاقی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی نہ تھا اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے اور مجھے کبھی اف تک نہ فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہ کیا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے مسجد نبوی اور مسجد قباءؓ کی تعمیر اور بعدہ احزاب کے موقع پر خندق کھودنے کے سلسلے میں بھی آپؐ بنفس نفیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ شریک عمل رہے بلکہ دوران خندق جب بھی مشکل مرحلہ آتا تو آپؐ کو ہی بلایا جاتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے کام کاج میں ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹاتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے' گھر میں جھاڑو دیتے' دودھ دوہ لیا کرتے' بازار سے سودا سلف لے آتے' ڈول درست کر لیتے' اونٹ کو اپنے مبارک ہاتھ سے باندھ دیتے' غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ دیتے۔ دوران سفر اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کام بانٹ لیتے تو آپؐ ان کی معاونت فرمانے میں دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے۔ (البخاری :

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ہمارا طرز معاشرت

ڈاکٹر سعید الرحمن

جس عہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت انسانی معاشرے ایک مصنوعی تہذیب اور پرفریب زندگی پر مبنی طرز معاشرت کے خوگر بن چکے تھے۔ تکلفات زندگی معیشات اور سامان آرائش و زیبائش کا حصول ان کی سماجی زندگی کا ہدف اولین بن چکا تھا چنانچہ معاشرے کے اعلیٰ طبقہ کی زندگی عالیشان محلات' ناؤنوش کی مجالس اور دولت و فراغت کے اسباب سے عبارت تھی جبکہ اکثریتی طبقہ بنیادی وسائل سے محرومی کی تصویر بن کر اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ اعلیٰ طبقہ کی نقالی کی کوشش میں وہ اپنے لئے ذہنی اور نفسیاتی پریشانیوں کا ایک اور وسیع و عریض در کھولے ہوئے تھا۔ یوں وہ اپنے آپ کو فراموش کر چکا تھا۔ گویا انسانی سماج کی طرز معاشرت سرمایہ پرستی کی ہوسناکی و سرکشی اور افلاس کی خودفراموشی اور بیچارگی کا نمونہ بن کر رہ گئی تھی۔ جس کے نتیجہ میں اعلیٰ اخلاق اور زندگی کی بلند پایہ اقدار ناقابل عمل تصورات کا درجہ اختیار کر گئے تھے۔ وسائل و اختیارات کے مالک افراد کے لئے یہ امر دقیانوسی خیال ہوتا تھا کہ وہ اعلیٰ اخلاقی اصولوں کے بارے میں کچھ غور و فکر کر سکیں جبکہ وسائل سے تہی دامن افراد کو زندگی کی تلخیاں اور مشکلات اس امر کی مہلت نہیں دیتی تھیں کہ وہ روزمرہ کی ضروریات زندگی کے علاوہ کسی اور معاملہ کے بارے میں سوچ بچار کر سکیں اس عہد کی طرز معاشرت کی

Marfat.com

عکاسی کرتے ہوئے ممتاز مفکر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (1763ء) رقم طراز ہیں :

"کہ عجمی صدیوں سے مختلف اقوام پر حکومت کرتے کرتے' دنیا کی لذتوں میں منہمک رہے آخرت کو یکسر فراموش کرنے اور شیطان کے غالب آنے کی وجہ سے ایرانیوں اور رومیوں نے زندگی کی آسانیوں (سامان آرائش) میں بڑی باریک بینی پیدا کرلی تھی اور اس میں فخر آمیز مسابقت کی کوشش کرنے لگے تھے اور دنیا کے مختلف گوشوں سے ان کے پاس ماہرین فن جمع ہوگئے تھے جو زندگی اور اس کے سامان راحت میں نزاکتیں پیدا کرتے تھے وہ ان پر متواتر عمل پیرا رہتے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں اضافے اور جدتیں کرتے رہتے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ حتی کہ طرز معاشرت اتنا بلند ہوگیا تھا کہ ان کی مقتدرہ میں کسی کا ایک لاکھ درھم (تقریباً ایک ٹن 975 کیلوگرام چاندی کی مالیت) سے کم کا پٹکا یا تاج پہننا سخت معیوب گردانا جاتا تھا۔ اگر کسی کے پاس عالیشان محل' فوارے' باغات' خوش اندام جانور اور خوش رو خدام نہ ہوتے' کھانے میں تکلفات اور لباس و پوشاک میں زیب و زینت نہ ہوتی تو اس کی کوئی وقعت نہ ہوتی' اس کی تفصیل بہت طویل ہے جو کچھ تم اپنے ممالک کے بادشاہوں کا حال دیکھتے ہو' وہی ان کی حالت قیاس کرنے کے لئے کافی ہے"۔۔۔۔ (1)

مندرجہ بالا اقتباس میں رومیوں' ایرانیوں اور زوال یافتہ مغلیہ نظام کے طرز معاشرت کی جو تصویر کشی کی گئی ہے وہ آج ہمارے سماج کی ہی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ ان حالات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوتی ہے اور آپ ایک صحت مند طرز معاشرت کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

Marfat.com

فلما عظمت هذه المصيبه واشتد هذا المرض سخط الله عليهم والملائكه المقربون و كان رضاء تعالى فى معالجه هذا المرض بقطع مادته فبعث نبيا اميا صلى الله عليه وسلم لم يخالط العجم والروم ولم يترسم برسومهم و جعله ميزانا يعرف به الهدى الصالح المرضى من الله من غيرالمرضى وانطقه بذم عادات الاعاجهم وقبح الاستغراق فى الحياة الدنيا والاطمنان بها ونفث فى قلبه ان يحرم عليهم رؤس ما اعتاده الاعاجم و تباهوا بها كلبس الحرير والقسى والارجوان واستعمال او انى الذهب والفضه و حلى الذهب غير المقطع والثياب المضوعه فيها الصور و تزويق البيوت و غير ذلك' وقضى بزوال دولتهم بدولته و رياستهم برياسته وبانه هلك كسرى فلا كسرى بعده و هلك قيصر فلا قيصر بعده

"کہ جب یہ مصیبت بڑھ گئی اور مرض نے شدت اختیار کرلی تو اللہ تعالٰی اور اس کے مقرب فرشتے ان پر ناراض ہوئے' اس وقت اللہ تعالٰی کا منشا یہ ہوا کہ اس (لاعلاج) مرض کا مادہ ہی کاٹ کر علیحدہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا جنہوں نے کبھی ایرانیوں اور رومیوں سے میل جول نہ رکھا تھا اور نہ ہی ان کی طرز معاشرت اختیار کی تھی' اللہ نے ان کو اللہ کی پسندیدہ صالح طرز معاشرت کو ناپسندیدہ طرز معاشرت سے پہچان کے لئے معیار قرار دیا اور ان کی زبان سے عجمیوں کی (ناپسندیدہ) عادات کی مذمت اور دنیوی زندگی میں

Marfat.com

انہماک اور اسپر اطمینان کر کے بیٹھ جانے کی قباحت ظاہر کی اور ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ عجمیوں کے طرز معاشرت کی بنیادی اشیاء کو حرام قرار دیں جن پر وہ فخر بھی کرتے ہیں جیسے ریشمی لباس' ارغوانی کپڑے' سونے چاندی کے برتن' سونے کے زیورات' تصاویر سے مزین کپڑے اور مکانوں کو نقش و نگار اور اللہ نے فیصلہ کیا کہ وہ آپ کی حکومت کے ذریعہ ان (روم و فارس) کی حکومتوں کو ختم کرے اور آپ کی قیادت کی بدولت ان کی لیڈر شپ کو تباہ کرے اور کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگا' اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا (2)۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسد طرز معاشرت کا انسداد کر کے ایسی طرز معاشرت سے دنیا کو روشناس کرایا جس میں افراط و تفریط کی بجائے مساوات' یکسانیت کو ترجیح دی گئی اور ہر ایسے عمل کی حوصلہ شکنی کی جس سے طرز معاشرت کی مذکورہ خوبی مجروح ہوتی ہو۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فرای قبہ مشرفہ فقال : ماھذہ؟ قال لہ اصحابہ : لفلان رجل من الانصار قال : فسکت و جعلھا فی نفسہ حتی اذا جاء صاحبھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم علیہ فی الناس اعرض عنہ : صنع ذلک مرارا حتی عرف الرجل الغضب فیہ والاعراض عنہ فشکا ذلک الی اصحبہ فقال : واللہ انی لانکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' قالوا : خرج فرای قبتک' فرجع الرجل الی قبتہ فھدمھا حتی سواھا بالارض' فخرج

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فلم یرھا فقال : مافعلت القبہ؟ قالوا : شکا الینا صاحبھا اعراضک عنہ' فاخبرتا' فھد مھا' فال اما ان کل بناء و بال علی صاحبہ الا مالا الا مالا یعنی مالا بدمنہ

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے کہ آپؐ نے ایک قبہ (گنبد والا مکان) دیکھا جو نمایاں بنا ہوا تھا' صحابہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں انصاری کا (تعمیر کردہ) ہے آپؐ خاموش رہے اور اس کو اپنے دل میں رکھا' یہاں تک کہ اس کا مالک آ گیا اس نے لوگوں کی موجودگی میں سلام کیا' آپؐ نے توجہ نہ دی' اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا یہاں تک کہ اس شخص کو آپؐ کی ناراضگی اور بے التفاتی کا علم ہوگیا اس نے اس کا تذکرہ آپؐ کے صحابہ سے کیا اور کہا کہ بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض پا رہا ہوں (اس کی کیا وجہ ہے؟)' صحابہ نے بتایا کہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے تو تمہارا گنبدوار مکان دیکھا (اور اس کی بابت دریافت کیا) اسی وقت وہ صاحب اپنے مکان کی طرف گئے اور اسے منہدم کرکے زمین کے ساتھ ہموار کر دیا' بعدازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ نے وہ مکان نہ دیکھا تو دریافت فرمایا کہ مکان کیا کیا بنا؟ صحابہ نے بتایا کہ اس کے مالک نے آپؐ کی بے التفاتی کا تذکرہ کیا تھا تو ہم نے اس کو حقیقت حال بتائی تو اس نے اسے منہدم کر دیا' اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہر تعمیر اس کے مالک کے لئے وبال ہے سوائے اس کے جس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو (3)۔

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرز معاشرت میں یکسانیت کا یہاں تک اہتمام فرمایا کہ آپؐ نے غلاموں کی بابت ان کے مالکوں کو حکم دیا:

اخواکم خولکم جعلھم اللّٰہ تحت ایدیکم، فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و لیلبسہ مما یلبس

"کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے، لہٰذا جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو وہ اسکو وہی کھلائے جو وہ خود کھائے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنے (4)۔

چنانچہ ان ہدایات پر عمل کرنے سے آقا اور غلام تک کے مابین یکساں طرز معاشرت فروغ پا گئی بلکہ بعض صحابہ کرام نے تو اپنے اور اپنے غلاموں کے لباس بالکل ایک جیسے بنا لئے جیسا کہ معرور کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ذر غفاریؓ سے ربذہ میں اس حالت میں ملا کہ ان کا اور ان کے غلام کا لباس ایک جیسا تھا۔

اسی طرح عبادہ بن ولید راوی ہیں کہ میں حضرت ابوالیسرؓ سے ملا، ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا جس نے ستاویزات کا ایک پلندہ اٹھایا ہوا تھا۔ ان دونوں کے بدن پر ایک ایک چادر اور ایک ایک معافری کپڑا تھا۔

اور ان دونوں حضرات نے اس کی وجہ مذکورہ بالا ارشاد کی تعمیل قرار دیا تھا (5)۔

اسلام اگرچہ یہ نہیں چاہتا کہ معاشرے کے تمام افراد کے پاس رزق و مال یکساں نوعیت کا ہو بلکہ وہ اس میں تفاوت کا قائل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"کہ ہم نے ان (انسانوں) کے مابین دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے اور ایک کو دوسرے پر کسی درجہ فضیلت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں" (6)۔

لیکن یہ ضرور چاہتا ہے کہ طرز معاشرت میں زیادہ سے زیادہ برابری اور

Marfat.com

یکسانیت ہو کیونکہ جس معاشرے کے بعض افراد کا طرز معاشرت بہت اونچا ہو کہ ان کے دسترخوان پر قسم قسم کے نفیس کھانے' ان کے جسموں پر متنوع قیمتی و فاخرانہ لباس اور ان کی رہائش کے لئے قیمتی فرنیچر سے مرصع شاندار بنگلے اور کوٹھیاں ہوں اور دیگر افراد کا طرز معاشرت اتنا پست ہو کہ ان کے پاس جسمانی ضرورت کے مطابق خوراک و لباس اور خانگی ضرورت کے مطابق مکانات نہ ہوں تو ایسے معاشرے میں طرح طرح کے اخلاقی' معاشرتی' معاشی اور سیاسی مفاسد جنم لیتے اور اس کو کھوکھلا و بودا بنا کر تباہی و بربادی سے ہمکنار کر دیتے ہیں مثلاً" پسماندہ افراد جن کی تعداد زیادہ ہوتی ہے' حسد یا رشک میں مبتلا ہو کر اپنے پست طرز معاشرت کو بلند کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس میں جائز طریقوں سے کامیاب نہ ہونے کی بنا پر خوشامد' وعدہ خلافی' جھوٹ' خیانت' چوری و ڈاکہ زنی اور عصمت فروشی جیسی بدعنوانیوں اور ناجائز طریقوں کو اختیار کر لیتے ہیں' اسی طرح بلند طرز معاشرت رکھنے والے طبقہ کے اندر فخر و غرور اور تکبر جیسا تمدن دشمن مرض جنم لیتا ہے اور وہ پست طرز معاشرت رکھنے والی اکثریت کے ساتھ حقارت آمیز ناروا سلوک کرتے ہیں اور یوں نہ صرف ظلم و جبر' استحصال و تشدد' منافقت' ریاکاری اور الوہیت و ملوکیت جیسی بنیادی خرابیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ پست طرز معاشرت کی وجہ سے جنم لینی والی برائیوں کے بھی وہ سرپرست ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے **"الناس علی دین ملوکھم"** کہ عوام اپنے بالادست طبقہ کے طرز حیات پر ہوتے ہیں اس بنا پر رسول اکرمؐ نے ایک معتدل طرز معاشرت کی داغ بیل ڈالنے اور اس میں افراط و تفریط کو روکنے کے لئے جہاں ان چیزوں کے استعمال سے منع کیا وہیں آپؐ نے باہمی حقوق کی ادائیگی کو صحت مند طرز معاشرت کی اساس بنایا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کے استعمال سے منع کیا (1) سونے کی انگوٹھی یا چھلہ (2) ریشمی کپڑے (3) دبیز ریشمی لباس (4) وہ کپڑا جس کا تانابانا ریشم کا ہو (5) نرم و

Marfat.com

نازک مرخ گدے (6) چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑے (7) چاندی کے برتن اور آپ نے ہمیں سات باتوں کے بجا لانے کا حکم دیا (1) بیمار کی عیادت (2) جنازوں کے ساتھ چلنا (3) چھینکنے والے کو جواب دینا (4) سلام کا جواب دینا (5) دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنا (6) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا (7) مظلوم کی امداد کرنا" (7)۔

مذکورہ حدیث میں جن چیزوں کے استعمال سے روکا گیا' وہ درحقیقت پرتعیش طرز معاشرت کی نمائندگی کرتی ہیں جن کے استعمال سے ایک طرف حالات سے مقابلہ کرنے اور جدوجہد کرنے کی انسانی فطری صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کی بنیادی سرشت میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے' ارشاد خداوندی ہے:

لقد خلقنا الانسان فی کبد

"ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا" (8)۔

اور دوسری طرف معاشرے میں سرمایہ پرستی کی ہوس پر مبنی تباہ کن طرز معاشرت جنم لیتا ہے جو انسانی سماج میں فساد کا باعث بنتا ہے۔ اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"حرص و طمع سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلے افراد کو تباہ و برباد کیا' اور اسی نے لوگوں کو اس پر ابھارا کہ وہ انسانوں کے خون بہائیں اور حرام باتوں کو حلال و جائز تصور کریں (9)۔

چنانچہ ہوس و حرص پر مبنی طرز معاشرت نے آج ہمارے میں رشوت اور بدعنوانی کا ایسا ناسور جنم ہی نہیں دیا بلکہ اس کو ہمارے نظام ریاست کا غیر معمولی حصہ بھی بنا دیا ہے کیونکہ پرتعیش طرز معاشرت کو اختیار کرنے یا اس کو برقرار رکھنے کے لئے جب دستیاب وسائل ناکافی محسوس ہوتے ہیں تو لامحالہ اختیارات و بالادستی کا ناجائز استعمال اس فاسد راہ کا انتخاب کرتا ہے' اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

رشوت کے لین دین کو آتش گیر مادہ قرار دیا کہ نہ صرف اس سے انسانوں کے سماجی تعلقات پر مبنی تمدن بھسم ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ اس جرم کے مرتکب افراد کا اپنا وہ وجود بھی آگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتا ہے جس کے تعیش کے لئے اس راہ بد کا انتخاب کیا گیا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پر تعیش طرز معاشرت کی تفصیلات کے تذکرہ کے بعد اس کے نقصانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کہ بالادست طبقہ کی پر تعیش زندگی سے ایسے خطرناک معاشی و معاشرتی مرض نے جنم لیا جو تمدنی زندگی کے ہر ایک شعبے میں داخل ہوگیا اور ایسی بڑی مصیبت رونما ہوگئی کہ کوئی شہری، کوئی دیہاتی، کوئی امیر اور کوئی غریب ایسا نہ رہا کہ وہ اس سے دوچار نہ ہوا ہو اور ہر شخص اس کے علاج سے اپنے آپ کو عاجز سمجھنے لگا اور اس پر ایسی پریشانیوں اور غموں نے حملہ کر دیا جو ٹلنے والی نہ تھیں (10)۔

اس خطرناک مرض اور ہمہ گیر مصیبت کا سبب یہ تھا کہ سامان تعیش، عظیم الشان دولت صرف کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور یہ دولت اسی طرح حاصل ہوسکتی کہ کاشتکاروں تاجروں اور دیگر پیداواری طبقات پر عائد ٹیکسوں میں اضافہ کر دیا جائے اور ان کی زندگی اجیرن کر دی جائے۔ پھر اگر وہ ٹیکس کی ادائیگی سے انکار کرتے تھے تو بالائی طبقہ ان کے خلاف فوجی کارروائی کرتا تھا اور انہیں سزائیں دیتا تھا اور اگر وہ ان کے ظالمانہ قوانین کی اطاعت کرتے تو وہ انہیں زیربار کرتے کرتے گدھوں اور بیلوں کے درجے تک پہنچا دیتے جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے مختلف کاموں میں فائدہ اٹھایا جائے پھر ان پر مشقت کا ایک لحہ بھی ترک نہیں کیا جاتا یہاں تک ان کی کیفیت یہ ہوگئی کہ وہ اپنی اخروی سعادت کی جانب بالکل توجہ نہ دے پاتے اور وہ اس کی استطاعت سے

Marfat.com

ہی محروم ہو جاتے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وسیع و عریض ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہ ہوتا جس کو اپنے دین کا کوئی خیال ہو۔ پھر پرتعیش طرز معاشرت کا حصول و بقاء ایسے افراد کے بغیر بھی ممکن نہیں جو متنوع کھانے' پرشکوہ لباس اور عالی شان محلات تعمیر رنے کا پیشہ اختیار کریں اور ان بنیادی پیداواری شعبوں کو نظرانداز کر دیں جن پر انسانی سماج کے نظام کا دارومدار ہے۔

پھر یہ مصیبت معاشرے کے بالائی طبقہ تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ ان سے تعلق رکھنے والے عوام کو بھی ان چیزوں میں امراء کی ریس کرنی پڑتی ہے ورنہ انہیں ان کے ہاں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے ہاں کوئی اہمیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تکاثر یعنی تفاخر کے جذبے کے تحت اپنی دولت کو نمود و نمائش کے اظہار کے طور پر خرچ کرنے اور حرص و ہوس پر مبنی مقابلہ کے جذبہ کے تحت حصول دولت میں اپنے تمام تر جائز و ناجائز ذرائع جھونک دینے کو کسی طرح پسند نہیں کیا' ارشاد ربانی ہے:

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر

"تم کو باہمی کثرت کے مقابلہ نے غفلت میں ڈال دیا یہاں تک کہ تم نے قبروں کو جا دیکھا" (11)۔

درحقیقت تکاثر کا مرض' سماج کے طرز معاشرت کو ناہموار بنا کر ان کے درمیان نفرت کی خلیج حائل کر دیتا ہے' اسی بنا پر طرز معاشرت کو تعیش اور نمود و نمائش سے محفوظ رکھنے کے لئے اسراف و تبذیر سے منع کیا گیا' ارشاد خداوندی ہے:

کلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین

"کھاؤ' پیو اور حد سے زیادہ خرچ مت کرو کہ اللہ تعالیٰ حد سے زیادہ خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" (12)۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے:

ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین و

Marfat.com

كان الشيطان لربه كفورا (13)

"اور بے جا مال مت خرچ کر' بلاشبہ بے جا مال اڑانے والے' شیاطین کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے"۔

طرز معاشرت کو مساویانہ اصول پر قائم رکھنے اور اس میں محنت کے عمل کو بنیادی اہمیت قرار دلوانے کی خاطر اسلام نے سودی کاروبار کو مکمل طور پر حرام قرار دیا اور یہ وہ واحد سنگین ترین جرم ہے جس کے ارتکاب کو اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔

طبقاتی طرز معاشرت کے انسداد کے لئے قرآن حکیم اور اسوہ حسنہ نے اس کے ایک بنیادی سبب تکبر اور فخر و غرور کی سخت مذمت کی ہے کہ اس کے نتیجہ میں انسانی معاشرے کی مساوات ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اپنی بڑائی کے زعم کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں کو کم تر اور حقیر تصور کرنے کی یہ کیفیت بہت سی سماجی برائیوں اور بداخلاقیوں کی بنیاد ہے۔ حتی کہ یہ سماجی و نفسیاتی مرض' قبول حق کے راستہ کی بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے اور افراد کو پیغمبروں کے مقابلہ پر لاکھڑا کرتا ہے کہ وہ اپنے جیسے بشری اوصاف کے حامل ہونے کے سبب ان کی اطاعت کو ناگوار تصور کرتے ہیں کہ اس طرح انہیں عوام الناس کی صف میں کھڑا ہونا پڑے گا۔

حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث میں جہاں ان اشیاء کا ذکر تھا جو پرتعیش طرز معاشرت کا سبب بنتی ہیں وہیں ان امور کا ذکر ہے جن کی تعمیل انسانی سماج میں یکساں طرز معاشرت کے فروغ کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً" مریض کی عیادت' جنازہ کے ساتھ چلنا' چھینکنے والے کو جواب دینا' سلام کا جواب دینا' دعوت قبول کرنا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی تعلقات کے استحکام کے لئے دعوت قبول کرنے کا بھی حکم دیا' لیکن ساتھ ہی آپؐ نے ایسی دعوت کی مذمت کی جو معاشرے میں طبقاتی شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ بنے۔ چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"برا کھانا ہے اس ولیمہ کا کھانا جس کے لئے دولت مندوں کو مدعو

Marfat.com

کیا جائے اور فرمایا کہ ترک کر دیا جائے" (14)

عہد حاضر میں دعوت کے عمل نے یہی منفی انداز اختیار کرلیا ہے کہ وہ طبقاتی شان و شوکت اور بلند طرز معاشرت کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس میں تکلفات' اسراف و تبذیر فیشن اور نام و نمود کے مظاہر اس طرح جزو بن گئے ہیں کہ ایک متوسط فرد کے لئے ان کا نباہنا نہ صرف ایک سماجی مسئلہ بن گیا ہے بلکہ اس کی معاشی تنگدستی اور ذہنی دباؤ کا ایک بہت بڑا سبب بھی ہے۔ یہ امر لائق ستائش ہے کہ حال ہی میں حکومتی سطح پر شادی کی دعوتوں کے اہتمام کے لئے حدود مقرر کرکے اسراف و تبذیر کا راستہ قانونی طور پر روکنے کا فیصلہ کیا گیا ہے' تاہم نام و نمود کے مظاہر کا انسداد بھی ضروری ہے جو معاشرے میں افراد کے طرز معاشرت کے مابین ایک بہت بڑی خلیج کا ذریعہ بن گئے ہیں' جن سے بہت سے دیگر مفاسد جنم لے رہے ہیں اور اس انسداد کے طبقاتی نظام کا تحلیل کیا جانا ضروری ہے۔

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس میں بظاہر نظر آنے والے انفرادی اعمال کو بھی ایک سماجی اور اجتماعی حیثیت دے دی گئی تاکہ افراد کسی طور پر تنگی سے دوچار نہ ہو اور ہر وقت انہیں حسن تعاون حاصل رہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اگر کسی جائز بات پر قسم کھاتا ہے تو دیگر افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی بات کا پاس کریں اور ایسے حالات پیدا نہ کریں کہ وہ اپنی قسم توڑنے پر مجبور ہو جائے۔

الغرض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی طرز معاشرت سے دنیا کو روشناس کرایا جس میں افراد کو باہمی منافرت کے ذریعہ دور کرنے کی بجائے انہیں زیادہ سے زیادہ باہمی تعلق مستحکم کرنے پر زور دیا گیا ہے اور ان تمام بنیادوں کو منہدم کر دیا جو پر تعیش طرز معاشرت کے فروغ کا باعث بن کر بہت سی اخلاقی' سماجی' معاشی اور سیاسی برائیوں کی نشوونما کا موجب بنتی ہیں۔ اور آج ضرورت اسی امر کی ہے کہ موجودہ طبقاتی طرز معاشرت کی جگہ نبوی طرز معاشرت اختیار کی جائے کہ اسی میں فلاح دارین

Marfat.com

ہے۔

حوالہ جات

1_ شاہ ولی اللہ دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ ج 1 ص 105 مطبوعہ لاہور

2_ ایضاً" ج 1 ص 106

3_ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، باب فی البناء، کتاب السلام

4_ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، باب المعاصی من امر الجاھلیۃ، کتاب الایمان

5_ مسلم بن حجاج النیشاپوری، الصحیح، قصہ ابوالیسر، کتاب الزھد

6_ القرآن، سورۃ الزخرف آیت نمبر32

7_ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، باب خواتیم الذھب، کتاب اللباس

8_ القرآن، سورۃ البلد آیت نمبر4

9_ مسلم بن حجاج النیشاپوری، الصحیح، باب تحریم الظلم، کتاب البروالصلۃ والاداب

10_ شاہ ولی اللہ دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ ج 1 ص 115

11_ القرآن، سورۃ التکاثر آیت نمبر1,2

12_ القرآن، سورہ الاعراف، آیت نمبر31

13_ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر27, 26

14_ النووی، یحیٰ بن شرف، ریاض الصالحین بذیل حدیث نمبر264

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح انسانیت و اسوہ حسنہ

ڈاکٹر حاجی ولی محمد

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اترنے کا حکم صادر فرمایا تو آگاہ کیا تھا کہ **اھبطو منھا جمیعا" فا ما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** یعنی (تم سب زمین پر اتر جاو پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے تابع ہو کر چلا ایسے لوگوں کو نہ کسی طرح کا کوئی خوف لاحق ہو گا اور نہ وہ مبتلائے غم ہوں گے۔ اس فرمان خداوندی سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ زمینی زندگی دو قسم کے خطرات کی آماجگاہ ہے۔ لاعلمی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا مستقبل جہاں اٹھنے والے ہر نئے قدم کا پتہ نہیں کہ کس ہلاکت گاہ میں پڑے اور کیسی مہیب تباہی لائے۔ دوسری طرف ماضی کا عفریت جو لحہ لحہ چھین چھین کر گزشتہ کے غار میں پھینکتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر چھن جانے والا سینے میں حسرت کا ایک تازہ داغ چھوڑ جاتا ہے جس کی سوزش وقت لگنے کے ساتھ کم نہیں ہوتی بلکہ داغ پہ داغ لگتا چلا جاتا ہے اور گھاؤ بنتے چلے جاتے ہیں۔ ماضی کے کسی لمحے کو لوٹا لینا بس کی بات نہیں مستقبل میں جھانک کر اٹھنے والے قدم کا انجام دیکھ لینا ممکن نہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے ماضی حسرتوں کا موقع غموں کا ہجوم غموں کی یلغار' مستقبل اندھیروں کا سمندر جہاں کسی قدم کا سیدھا پڑنا یقینی نہیں۔ قدم قدم پہ مہیب خطرات لغزشوں کے اژدھے سوچ کے عفریت ہوس کے مگرمچھ منہ کھولے بیٹھے ہیں ہر طرف خون ہی خون ہے ایسے میں یہ عقل کا پتلا کیا کرے جسے انسان کہتے ہیں۔ جبکہ ماضی پر

Marfat.com

قدرت نہیں اور مستقبل کا ادراک نہیں گویافطرت انسانی طلبگار ہوئی کہ مستقبل کے خطرات اور تباہی و ہلاکت سے تحفظ کی خاطر علم و ادراک کی روشنی ملے ماضی میں ڈھلنے والے لمحات آغوش حسرت میں جانے کے بجائے سرور و نشاط کا تاب بن جائیں۔

دوسرے لفظوں میں انسانی فطرت زمینی زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے نور ہدایت کی محتاج قرار پائی چنانچہ اب غفور نے انسان پر رحم فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے فطرت انسانی کو ہدایت کی روشنی سے بہرہ مند فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارتے وقت ہدایت کے انعام کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ اولاد آدم پر پورا فرما دیا تاکہ اولاد آدم ہدایت خداوندی کی روشنی میں اپنی زندگی کو خوف و غم کی تباہ کاریوں سے بچا سکے۔ رب رحیم نے ہر علاقہ اور ہر قوم میں اپنی نبی بھیجے جو نور ہدایت سے لوگوں پر زندگی کے نشان ہائے راہ واضح کرتے تھے اور ان کے عقیدہ و عمل کی گمراہوں اور تباہ کاریوں پر انہیں آگاہ کرتے تھے اور بدانجامی سے ڈراتے تھے دوسری طرف اپنے اسوہ حسنہ سے عمل کی ایسی راہ متعین فرما دیتے تھے جو فوز و فلاح کی جیتی جاگتی تصویر ہوتی تھی۔ بلکہ انسانی معاشروں نے بار بار یہ تجربہ کر رکھا کہ ان کے اسوہ حسنہ سے ہٹ کر زندگی کی کامیابی کے لئے کوئی امکان سرے سے موجود ہی نہیں یہی وجہ ہے کہ جو بھی نبی آیا اس نے کامیابی کی صرف ایک ہی صورت بتائی یہ کہ اللہ کی ناراضگی سے بچو اور میری اطاعت کرو چنانچہ سورہ شعراء میں حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے سلسلہ دعوت میں ایک بات سب کے ہاں مقرر ذکر ہوئی ہے کہ یہ :- **انی لکم رسول امین ۰ فاتقو اللہ و اطیعون** ○ (الشعراء 25-126 یعنی (بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں اور امین ہوں پس تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور میری اطاعت کرو)۔

معلوم ہوا کہ عرصہ حیات میں ناروا باتوں سے بچتے ہوئے اسوۃ النبی کی اتباع و پیروی ہی کامیابی کی واحد ضمانت ہے اس سے قدم ہٹے گا تو تباہی میں پڑے گا' اہل مدین کے وڈیروں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ۔

Marfat.com

لان اتبعتم شعیبا انکم اذا لخاسرون ○ (الاعراف 90)
(اگر تم نے شعیب کی پیروی کی! تو یقین جانو کہ بس تم خسارے میں پڑ گئے!)

اللہ تعالیٰ نے ان کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

الذین کذبوا شعیبا کان لم یغنوا فیھا الذین کذبوا شعیبا کانو اھم الخاسرون

(جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ایسے تباہ ہوئے گویا کبھی یہاں بسے ہی نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارے میں رہے)

پس معلوم ہوا کہ اسوہ نبوی سے ہٹ کر کامیابی کی کوئی راہ اور کوئی صورت موجود نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کے نبی کی زندگی تمام عملی کوتاہیوں اخلاقی کمزوریوں اور ناروا باتوں سے پاک ہوتی ہے۔ سورہ ھود میں حضرت شعیب کے سلسلہ دعوت میں اس حقیقت کو اور واضح کر دیا ہے فرماتے ہیں:

وما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنه ان ارید الا الا صلاح ما استطعت و ماتو فیقی الا باللہ علیه توکلت و الیه انیب ویا قوم لایجر منکم شقاقی ان یصیبکم مثل ما اصاب قوم نوح او قوم ھود او قوم صالح وما قوم لوط منکم ببعید (ھود 88)

(اور میں یہ نہیں چاہتا کہ خود وہی کام کروں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں' میں تو صرف اور صرف اصلاح چاہتا ہوں جس قدر میرے بس میں ہے اور اس کی توفیق بھی مجھے صرف اللہ ہی دیتا ہے اسی پہ میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیھم السلام کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عصمت و

Marfat.com

حفاظت میں ہوتی ہے۔ جس بات سے وہ لوگوں کو روکتے ہیں وہ عملاً" پہلے ہی اس بات سے بچے ہوتے ہیں۔ ان کے عمل کا معیار حیات انسانی کی اصلاح ہے اس میں وہ اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں کیونکہ استطاعت کی آخری حد یہی ہے اور آن کی استطاعت توفیق خداوندی سے وابستہ ہے توکل اس میں پختگی' استقامت اور تسلسل کی شان پیدا کرتا ہے انابت الی اللہ کا مقام اس کی طہارت و پاکیزگی کو وہ بانکپن عطا کرتا ہے جس کے بعد اسوہ نبوی کی نزاکتیں خلاف اولی کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کی ہر ادا حسین ہوتی ہے اور رب کائنات کی عین رضا ہوتی ہے اسی لیے فرمایا کہ :

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران :31)

کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالٰی تم سب سے محبت کریں گے۔

گویا اللہ تعالٰی کو اپنے نبی کی ادا اس قدر محبوب ہے کہ اس کو اپنانے والا بھی اللہ کو محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اسی لیے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنی نافرمانی کے انجام سے ڈرایا اور فرمایا کہ ۔(اے میری قوم! تمہیں میری نافرمانی اس انجام تک نہ پہنچا دے کہ تم بھی اسی عذاب کی گرفت میں نہ آجاؤ جو قوم نوح علیہ السلام پر یا حضرت ہود علیہ السلام کی قوم پر آیا یا جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم پر مسلط ہوا اور حضرت لوطؑ کی قوم کچھ بھی دور نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ تمام قوموں کی تباہی کا واحد سبب یہی تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہ السلام کی پیروی سے منہ موڑ لیا تھا جبکہ اسوہ نبوت کے سوا اور کوئی روشنی موجود ہی نہیں کہ جس سے انسان راہ حیات میں ایک قدم آگے بڑھ سکے علم وادراک سے تہی دست عقل انسان اس قابل نہیں کہ تنہا اس کی بصیرت ودانست پر بھروسہ کر کے راہ حیات پر گامزن ہوا جائے جن قوموں نے یہ حماقت کی یہ تمام تر تباہی کے گھاٹ اتر گئیں۔

حیات انسانی کا وہ دور جو ابتدائی مراحل سے گذرتا ہوا تجربہ و ترقی کے مراحل

Marfat.com

سے ہمکنار ہوا اس کے اولیں سرے پر اللہ تعالےٰ نے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر انبیا علیہ السلام کی بعثت کا سلسلہ ختم فرما دیا زمان و مکان کی وسعتیں قوموں کا عروج و زوال ان کے مزاج ونفسیات کا تفاوت رنگ و نسل کے امتیازات بود و باش کے طور و طریق فکر و خیال کی بلند پروازیاں ادب وثقافت کی نیرنگیاں رسم ورواج کے تشخصات آب وہوا کے تغیرات اور جغرافیائی حد بندیوں کے تعصبات کے علاوہ سائنسی ترقیات و ایجادات کی بوقلمونیاں یہ سب پیش نظر رہے اور پھر دیکھیں کہ رب کائنات نے ایک ہی برگزیدہ ہستی کو اسوہ حسنہ کی ایسی صفت حمیدہ سے نوازا جو مذکورہ تمام کیفیات و امتیازات کے لئے روشنی کا واحد مینار ہے جس شخص کو جب بھی اور جس حیثیت میں بھی اپنی زندگی کو ناکامیوں' نامرادیوں سے بچانا اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنا مقصود ہو اس کی واحد صورت یہی ہے کہ اپنی زندگی کو ختم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی روشنی سے چمکا لے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی میں زندگی کے ہر معاملے میں ہر چھوٹے بڑے کام میں خاتم النبین ﷺ کی سنت کو اپنائے اور بڑے خلوص و محبت کے ساتھ اپنائے اور بلا لومتہ لائم اپنائے یعنی سوسائٹی کے تقاضے ساتھیوں کا دباؤ اور برادری کے رسم ورواج اور معاشرے کی علوات کے عذر بہانے آڑے نہ آنے پائیں۔ اور جس شخص نے تنہا عقل کی بصیرت پر بھروسہ کرتے ہوئے نبی امی ﷺ کی واقعی سنتوں کو پرانی قدریں گمان کرتے ہوئے اپنی عقل کی دانست کے زور سے ماحول کی چاہتوں کو سنت کہہ کر اپنا لیا یا اس نے اسوہ نبوی کو بے اعتنائی سے نظر انداز کر دیا تو اسے بھی اسی تباہی اور بربادی کی آغوش میں جانا پڑے گا جس میں اس کے پیش رو گئے جنہوں نے اسوہ نبوی کو ٹھکرا دیا تھا اور اپنی خواہش کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اس لیے کہ یہ راستہ ظلمتوں اور اندھیروں کا راستہ ہے عقل خود اندھیروں ہی گم ہے اور روشنی سے حرماں نصیب ہے کیونکہ نور نبوت کے علاوہ راہ حیات میں روشنی کی دوسری کوئی سبیل ہی نہیں نبوت کا منصب ہی حیات انسانی کو روشنی عطا کرنا ہے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسی نورا وهدی للناس (الانعام 92)

(تو کہہ کس نے نازل کی وہ کتاب جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے جو لوگوں کے لیے ہدایت اور نور تھی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

الی النور" (ابراہیم)

ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں) یہی حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قوم کے بارے میں فرمایا:

ولقد ارسلنا موسی بآیا تنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور (ابراہیم 5)

(اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے)

اور فرمایا:

وانزلنا الیکم نورا مبینا (نساء 175)

(اور ہم نے تمہاری طرف نہایت واضح روشنی نازل فرمائی)

اور فرمایا:

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (الصف 8)

اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو بہر حال پورا فرمانے والا ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی برا لگے)

گویا قرآن مجید کو بھی اللہ تعالے نے نور قرار دیا اور دین حق کا نام بھی نور رکھا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا۔

داعیا الی اللہ باذنه سراجا منیرا (الاحزاب 46)

Marfat.com

(اللہ کی طرف بلانے والے روشن چمکتے چراغ)

اور کافروں کے بارے میں فرمایا:

<والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات (انعام

(3

(وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت جو اپنی عملی صورت میں سنت نبوی کے نام سے معروف ہے یہی وہ مشعل ہے جو حیات انسانی پر خوش نصیبوں کی راہ روشن کرتی ہے اور تمام حضرات کے بچ کر کامیابی سے منزل تک رسائی کو یقینی بناتی ہے اور اس سے روگردانی کا مرتکب خواہ کتنا ہی دانشور بن جائے محقق و مفکر بن جائے اور جو چاہے بن جائے بہرحال اندھیروں میں بھٹکتا رہے گا اسے کبھی روشنی کی کرن نصیب نہیں ہوسکتی

سچ فرمایا:

لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور" (النور40)

(جی کو اللہ روشنی عطا نہ فرمائے اسے کسی سے کوئی روشنی نہیں مل سکتی)

اور اسی روشنی کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کے نام سے موسوم فرمایا ہے اور اندھیروں کو ضلالت کا نام دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

من یھد اللّٰہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا (ا لکھف 17)

(جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے ہدایت والا وہی ہے۔ اور جس کو وہ گمراہی میں ڈال دے تو اس کے لیے آپ کو کوئی کار ساز ملے گا نہ راہنما)

Marfat.com

رہا یہ سوال کہ یہ روشنی' یہ نور یہ ہدایت انسان کیسے حاصل کرے تاکہ اپنی زندگی کو ہدایت نبوی سے بہرہ مند کر کے زندگی کی ناکامیوں' نامرادیوں سے بچا جا سکے اور کامیابیوں خوش بختیوں سے بہرہ نصیب ہو سکے فساد اور بگاڑ مٹ جائے' اصلاح کی آغوش میں زندگی امن و سکون کا گہوارہ بن جائے؟

اس کا جواب یہ ہے: کہ ہدایت نام ہے ایسے اصولوں کا' جن کو جان لینے اور عملاً" اپنا لینے سے زندگی نور یزدانی سے منور ہو جاتی ہے جس کے بعد خیر و شر' نفع و ضرر' فلاح و خسران عدل و ظلم' خوب و زشت انسان کی نگاہ میں دن اور رات کی طرح واضح ہو جاتے ہیں کالے اور سفید کی طرح ان میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ اصول ہدایت دو دائروں پر مشتمل ہیں۔ ایمان اور عمل صالح

عمل صالح ایمان ہی کی شاخ ہے۔۔۔ ایمان کے معنے یہ ہیں کہ ہر چیز سے پہلے یہ باور کیجئے کہ کائنات آپ سے آپ نہیں بن گئی۔ یقیناً" اس کا کوئی بنانے والا ہے وہی اسے عدم سے وجود میں لایا ہے اور وہی اسے قائم اور سلامت رکھے ہوئے ہے' وہ واحد ہے کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ورنہ یہ کائنات قائم اور سلامت نہ رہ سکتی۔ لہٰذا اقرار کیجئے کہ "لاالہ اللہ" کوئی معبود نہیں کوئی رب نہیں کوئی حاجت روا نہیں کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں کوئی الہ نہیں اللہ کے سوا۔ انسان کو اس نے پیدا کیا زندگی اور موت کا نظام بنایا عقل فہم بصیرت بخشی تاکہ وہ اچھے کام کر سکے جن سے اللہ راضی ہو۔

خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا"

(الملک 2:)

"موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے کام کس کے ہیں) ---

رہی یہ بات کہ وہ کونسے کام ہیں جو اچھے کہلائیں اور کیسے کام ہیں جو اللہ کو پسند ہیں جن کے کرنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس کے لیے اس نے انبیاء و رسل بھیجے اور ان کی اتباع و اطاعت کو لازم قرار دیا' خالی عقل اس بارے میں کام نہیں دے سکتی تھی جس کی لگام خواہش نفس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور سب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین کو بھیجا اور **لاالہ الا اللہ** کے ساتھ **محمد رسول اللہ** کے اقرار و تصدیق کو جزو ایمان قرار دیا اور فرمایا! **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** (النساء 80) (جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی)

و من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما"(الاحزاب (71:

(اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا تو اس نے درحقیقت بہت ہی بڑی کامیابی پائی)

نیز یہ کہ انسان کی حیثیت اس دنیا میں ایک مہذب جانور کی نہیں جس کا مقصد صرف اچھا کھانا پینا' اچھا رہنا سہنا مزے اڑانا اور مرجانا ہو۔ بلکہ اس دنیا میں انسان درحقیقت مقصود کائنات ہے۔ اور اس کے چاروں طرف سلمان رزق کی بھرمار اور لطف و آسائش کی بہم رسانیاں حصول مقصد کے وسائل ہیں بذات خود مقصد نہیں ہیں۔ یہ زندگی چند روزہ ہے انسان کی اصل منزل آخرت ہے۔ جس اللہ نے انسان کو بنایا' انسان کے لئے دنیا اور دنیا کا سازو سلمان پیدا کیا اور اس چھوٹی سی زندگی کے لئے وہ گوناگوں وسائل و اسباب تخلیق فرمائے کہ جس کی دریافت انسان کو محو حیرت کیے دے رہی ہے اسی اللہ نے آخرت بھی بنائی ہے' دنیا عارضی زندگی ہے اور انسان کا اصل گھر آخرت ہے جس کا نام جنت ہے اور وہی دارالقرار ہے یعنی عارضی نہیں' مستقل ہے مرنے کے بعد دوبارہ اسی طرح زندہ ہونا جیسے ہم دنیا میں زندہ ہیں اور یہاں جو کچھ کیا ہے اس کا حساب کتاب دنیا ہے جان مال وقت تینوں چیزیں انسان کے پاس اللہ کی امانت ہیں قیامت کے روز ان تینوں کے بارے میں حساب کتاب ہو گا فرمان نبوی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

لاتزول قد ما ابن آدم یوم القیامۃ حتی یسال من خمس من عمرہ فیما افناہ و من شبا بہ فیما ابلاہ و من مالہ من این اکتسبہ و فیما انفقہ و ماذا عمل فیما علم" (مشکوۃ)

(قیامت کے روز ابن آدم کے قدم میدان سے ہٹ نہیں سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ نہیں لیا جائے گا۔ ایک اس کی عمر کے بارے میں کہ کیسے گنوائی ایک اس کی جوانی کے بارے میں کہ کسی حال میں گزاری۔ ایک اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور ایک اس بارے میں کہ اسے خرچ کہاں کیا۔ اور ایک اسی بارے میں کہ جتنا علم تھا اس کے مطابق عمل کی کیفیت کیا رہی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت مال اور جان یہ ایسی امانت ہے کہ اس کا حساب چکائے بغیر قیامت میں نجات ممکن نہیں اور جو اس حساب کتاب میں کامیاب رہا وہی خوش نصیب دارالقرار کا وارث ہے جس سیذ کبھی جانا نہیں ہو گا جیسے کہ دنیا سے جانا پڑا تھا۔ دنیا دارالغرور تھا یعنی دھوکے کی جگہ اور آخرت دارالقرار ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جگہ۔ اس کے برعکس جس نے دنیا میں جان' مال' وقت کی امانت کو ضائع کر دیا یعنی دنیا میں اس نے ہدایت خداوندی سے منہ موڑا اور جیسے جی میں آیا اور جو عقل نے بجھایا اور جو خواہش نے چاہا اس کے مطابق جان' مال وقت کی امانت کو صرف کیا۔ دارالغرور کے دھوکے میں پھنس کر متی زندگی کھو دیا امانت ضائع کر دی وہ خسارے میں رہا' عارضی زندگی پر متاع حیات لٹا بیٹھا' جہنم کی آگ میں اسے جلنا ہو گا ایسا شخص انتہائی اور بدنصیب ہے۔ **قد افلح من زکاھا و قد خاب من دساھا** (الشمس 9 (10

فلاح نصیب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو برائیوں میں آلودہ کیا)۔

Marfat.com

یہ ایمان بالآخرت کا مفہوم ہے اور تقدیر پر ایمان کے معنے یہ ہیں کہ انسانی تدبیر کی لگام تقدیر خداوندی کے ہاتھ میں ہے اس لیے یہ ضروری نہیں کہ انسانی تدبیر حسب پسند یا حسب آرزو انجام پذیر ہو' انسانی تدبیر یوسف کی ہلاکت کے پروگرام پر بڑی کامیابی سے عمل پیرا ہوتی ہے تقدیر اسی پروگرام کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اور یوسف کو ہلاکت کے بجائے تخت شاہی پر بٹھا دیتی ہے تدبیر بے چاری انگشت بدنداں بے بس کھڑی پکارتی ہے۔ **ائنک لانت یوسف** (یوسف 90) کیا واقعی تو یوسف ہی ہے؟!! اللہ تعالیٰ نے تقدیر کی غایت یوں بیان فرمائی ہے:

"**مااصاب من مصیبته فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها ان ذالک علی اللّٰه یسیر ○ لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا علی ما آتاکم**" (الحدید 23:22)

(کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین پر نازل ہوتی ہو یا تمہاری اپنی ذات پر مگر وہ اس سے پہلے کہ ہم اسے عالم وجود میں لائیں کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے اور یہ اس لیے ہے تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس پر جو تم کھو چکے اور جو خوش حالی تمہیں عطا کر رکھی ہے اس پر اتراؤ نہیں)

تقدیر پر ایمان کا مفہوم درحقیقت احساس ہائے محرومی اور یاس و نومیدی کے اندھیروں سے نکال کر مومن کو امید ورجا کے روز روشن میں لے آتا ہے' مایوسیوں کے بھنور میں تدبیر کی ڈوبتی کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرتا ہے۔

ایمان کے یہ چاروں اجزاء یعنی توحید' رسالت' آخرت اور تقدیر' عمل صالح کا ایک ایسا مربوط نظام عطا کرتے ہیں جس سے زندگی اتنی خوبصورت اور حسن کا ایسا مرقع بن جاتی ہے کہ خاک نشینوں کے نقش پا کو چوم لینا شاہی جلال کے لئے سرمایہ فخر اور حاصل آرزو ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اس نظام کو جاننے اور اپنانے کے لئے فکر اور فلسفے کی حاجت پیش نہیں آتی۔ دل کو حرص و آرزو سے ہوا و ہوس سے کینہ وحسد سے بغض و نفرت سے خود غرضی و مفاد پرستی سے کبر و غرور سے اور ایسی تمام آلودگیوں سے پاک کیجئے' نیت صحیح اور درست کیجئے اور اسوہ نبوی کو اخلاق و عمل کا معیار بنانے کے لیے بصد خلوص و محبت متوجہ ہو جائیے۔ یقین جانئے کہ < الدین یسر کی تفسیر نگاہوں میں گھوم جائے گی۔

حضرت عمرو بن عبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا **ماالایمان قال الصبر و السماحتہ** (مشکواۃ)(ایمان کیا ہے؟ فرمایا صبر اور سخاوت) دیکھیے دو لفظوں میں دین و ایمان کی پوری تفصیل بیان فرما دی' صبر کا مفہوم ہے صاحب نبوت کے آداب و احکام کو پوری دلجمعی کے ساتھ بجا لانا' دینی فرائض اور مسائل سے پوری ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا' خلاف دین اور ناروا باتوں سے پوری احتیاط کے ساتھ باز رہنا اور بچے رہنا' ناگوار امور اور غم انگیز مصائب و آلام کو نہایت تحمل' بردباری اور خندہ پیشانی سے انگیز کر جانا۔ اور اس راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہ کرنا' سماحتہ کا مفہوم ہے' اپنے جان' مال' وقت کو پوری فراخ دلی' فراخ دستی' اور نشاط قلبی کے ساتھ لوگوں کی خدمت میں لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی میں ارزاں کر دینا اور یہ کام خالص اللہ کی رضا کی خاطر کرنا اسی سے اجر کا امیدوار ہونا اور لوگوں سے شکریہ و اجر کے بارے میں کوئی سرو کار نہ رکھنا۔ "صبر" اور "سماحتہ" ان دو مختصر لفظوں کے معانی کی وسعت و ہمہ گیری پر غور کیجئے' آپ دیکھیں گے کہ ایک بحر بیکراں ہے جس کے دامن میں زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی سمٹ آتی ہے۔ خدانخواستہ آپ سے کوئی سی نازیبا حرکت سرزد ہو یا کسی ناہنجار کی رشت روئی اور کمینگی پر آپ تنگ دلی یا انتقامی جذبے کا مظاہرہ کریں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یا تو صبر پر آپ کی گرفت ڈھیلی ہو گئی ہے اور یا آپ کا قدم سماحتہ کے دائرے سے باہر جاپڑا ہے۔

حضرت ابوامامتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ **ما الایمان قال اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مومن** (مشکوۃ) (ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تیری نیکی تیرے لیے مژدہ مسرت بن جائے اور تیری بدی تجھے جتلائے غم کرے تو بس تو مومن ہے) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سوال ایمان کی حقیقت کے بارے میں تھا اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں سوال ایمان کی عملی کیفیات کے بارے میں ہے جبکہ دونوں جگہ سوال کے الفاظ ایک ہی ہیں "ماالایمان" لیکن فراست نبوی نے دونوں جگہ سوال کے نفسیاتی تفاوت کو جان لیا اور اس کے مطابق جواب عنایت فرمایا' گویا حقیقت ایمانی کو اپنا لینے کے بعد مجھے کیسے معلوم ہو کہ مجھ پر واقعی ایمان کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ تو بتا دیا کہ اگر اچھا کام طبیعت میں فرحت و نشاط کے اثرات پیدا کرے اور برائی کا ارتکاب طبیعت کو خوشی اور نشاط سے محروم کر دے تو یہ کیفیت تمہارے مومن ہونے کی دلیل ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اپنے ایمان کی فکر کیجئے اپنے اخلاق و عمل کو مزید سنواریئے۔ محنت کیجئے اور اپنے حسن سیرت کے معیار کو اور بلند کیجئے تاآنکہ صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ایمانی کیفیت پیدا ہو جائے اور آپ واقعی مومن بن جائیں۔

ایک دوسرے شخص کا سوال یہ تھا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا **یا رسول اللہ کیف لی ان اعلم اذا احسنت او اذا اسات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعت جیرا نک یقولون قد احسنت فقد احسنت و اذا سمعتہم یقولون قد اسات فقد اسات**"۔ (مشکوۃ)(یا رسول اللہ میں کیسے جانوں کہ اب میں نیک ہو گیا ہوں یا اب برا ہو گیا ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے ہمسایوں کو سنے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ تو اچھا بن گیا ہے تو واقعی تو اچھا ہے اور جب تو سنے کہ ہمسائے کہہ رہے ہیں تو برا ہو گیا ہے تو پھر واقعی تو برا ہو گیا ہے) یہاں سوال ایمان کے بجائے عمل صالح سے ہے' ایمان کا تعلق چونکہ دل سے ہے اس لیے ایمانی اثرات و کیفیات پر محتسب

Marfat.com

خود طبیعت ہی کو قرار دیا' لیکن عمل کا تعلق تمام تر اعضاء و جوارح سے ہے جو سب کے مشاہدے میں ہیں اس لیے یہاں محتسب سوسائٹی کو معاشرے کو اور اپنے ہمسائیوں کو قرار دیا۔ تاہم تربیت کی یہ دونوں کسوٹیاں' نہایت آسان موثر اور نتیجہ خیز ہیں جب انسان واقعی اپنے ضمیر کو اپنا محتسب بنا لے اور لوگوں کی رائے پر تیغ پا ہونے کے بجائے اسے اپنی اصلاح کا معیار قرار دے لے تو بڑی آسانی سے انسان سیرت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کو پا سکتا ہے۔

حضرت عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ کا سوال ایک دوسرے انداز سے وہ فرماتے ہیں میں عرض کیا۔

ما النجاۃ قال املک علیک لسانک ولیسعک بیتک و ابک علی خطیئتک (مشکوۃ)

(نجات کیا ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھ' تیرا گھر تیرے لیے فراخ اور وسیع قرار پا جائے اور اپنے گناہوں پر رویا کرو)

یہ تینوں امور دائرہ صبر سے تعلق رکھتے ہیں' سماحتہ کا دارو مدار بھی درحقیقت صبر ہی پر ہے صفت صبر میں جس قدر کمی آئے گی سماحتہ میں کمی واقع ہو گی صبر کی صفت جس قدر پختہ ہو گی سماحتہ کی صفت کا دامن پھیلتا جائے گا۔ زبان پر قابو ہو جانے سے زندگی کی بیشتر خرابیاں از خود ختم ہو جاتی ہیں اور منفعتوں کا باب کھل جاتا ہے جھوٹ غیبت' چغلی' استہزاء' تہمت' بہتان' گالی گلوچ' طعن و تشنیع' اور انکے متعلقات اور تباہ کن ثمرات سب ختم ہو کر رہ جاتے ہیں' رواداری' خیر خواہی' انس و محبت اخوت و یگانگت اور احترام انسانیت کا باب شروع ہو جاتا ہے۔ تیرا گھر ہی تیرے لیے فراخ قرار پائے یعنی اپنے ہی حقوق سے استفادہ کرو' دوسروں کے حقوق پر ان کی عزت و آبرو پر دست درازی نہ کرو اپنے گناہوں پر رویا کرو اس تیسری بات نے سماحت کی صفت کی طرف توجہ دلائی ہے' اپنی نفسیاتی اور فطری کمزوری کے پیش نظر جب اپنے گناہوں پر دھیان جائے گا تو احساس ندامت میں ڈوب جائے گا۔ رونا اور روتے رہنا طبیعت میں

Marfat.com

یہ صفت پیدا کرے گا کہ عفو خطا کی راہ میں اپنی جان' مال وقت ہر چیز لٹا دے۔

حضرت معاذ بن جبل شریعت اسلامیہ کے ماہر' فقیہ' اسوہ نبوی کے امین ہیں ایمان کی حقیقت علم میں ہے اور معیار عمل سے۔ اس لیے انہیں یہ معلوم کرنے کی تمنا ہے کہ ایمانیات میں افضل کیا چیز ہے تاکہ عمل میں اسے ترجیح دی جائے:

انه سال النبی صلی اللہ علیه وسلم عن افضل الایمان قال ان تحب للہ و تبغض للہ و تعمل لسانک فی ذکر اللہ و تحب للناس ماتحب لنفسک و تکرہ لھم ماتکرہ لنفسک"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کی افضل چیز کے بارے میں سوال کیا' آپؐ نے فرمایا کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے کرے کسی سے بیزار ہو تو اللہ کے لیے ہو' اور اپنی زبانوں کو اللہ کے ذکر میں معروف رکھے اور لوگوں کے لئے تو وہی چیز پسند کرے جو تجھے اپنی ذات کے لئے پسند ہے' اور جو چیز تجھے اپنی ذات کے لئے گوارا نہیں اسے لوگوں کے لئے بھی ناگوار سمجھا کرے)

حضرت معاذ کے جواب میں آپؐ نے جو کچھ فرمایا یہ اخلاق و سیرت کا بہت اونچا معیار ہے۔ یعنی محبت و بیزاری کی نفسیاتی کیفیات کا' اپنی پسند' دل کی چاہت' طبیعت کے میلان اور خود غرضی و مفاد اندیشی سے بالا اور پاک ہو کر اللہ کی رضا کے قالب میں ڈھل جانا واقعی بہت اونچا مقام ہے' ایسے ہی زبان کو تمام گفتارانہ چٹخاروں سے محروم کر کے اللہ کے ذکر میں لگا دینا' سیرت کی پاکیزگی کو ایک نئی شان بخشتا ہے۔

تیسری بات تو بہت ہی اونچی بات ہے اور حقوق العباد کی روح ہے یعنی لوگوں کے نفع و نقصان کو ان کی خوشی اور غم کو ان کے سکھ چین کو دکھ درد کو اپنا نفع نقصان اپنا غم اور خوشی اپنا سکھ چین اور اپنا دکھ درد قرار دے لینا' اس سے بڑھ کر ایثار کیا ہو گا' اس سے بڑھ کر انسانیت کی خیر خواہی اور بھلائی کیا ہو گی' اس سے بڑھ کر غرض کشی اور مفاد کشی کیا ہو گی' انسانی برادری کے مختلف طبقات اور متضاد عناصر میں اخوت و یگانگت کے لئے

Marfat.com

اس سے بہتر حسین تدبیر کیا ہو گی۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا انداز ہی نرالا ہے وہ جب پوچھتے ہیں تو پوچھتے ہی چلے جاتے ہیں ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب وہی اختصار وہی جامعیت وہی گہرائی و گیرائی لیے ہوتا ہے جو ختم نبوت کا طرہ امتیاز ہے ادھر ابوذرؓ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا سوال عرض کرتے ہیں دربار نبوت سے نیا جواب ارزانی ہوتا ہے اور یہ جواب اپنے دامن میں حیات انسانی کی سعادتوں اور فلاح یابیوں کو دامن میں سمیٹے ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ اوصنی قالی اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ قلت زدنی قال علیک بتلاوۃ القرآن و ذکر اللہ عزوجل فانہ ذکر لک فی السماء ونور لک فی الارض قلت زدنی قال علیک طول الصمت فانہ مطردۃ لشیطان وعون لک علی امر دینک قلت زدنی قال ایاک و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب و یذھب بنور الوجہ قلت زدنی قال قل الحق و ان کان مراقلت زدنی قال لاتخف فی اللہ لومتہ لائم قلت زدنی قال لیحجزک عن الناس ما تعلم من نفسک" (مشکوۃ)(یارسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے' فرمایا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ کی ناراضیوں سے بچنے کی حقیقت ہے کہ یہ چیز تیری پوری زندگی کو حسین ترین بنا دے گی۔ میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمائیے۔ فرمایا کہ قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کر اپنے اوپر لازم کر لو۔ پھر یقیناً" آسمان میں تیسرے تذکرے ہوں گے اور زمین میں تیرے لیے یہ روشنی بن جائے گا۔ میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمائیے' فرمایا چپ

Marfat.com

سادہ لو! اس سے شیطان دفع ہو جائے گا اور بھاگ جائے گا اور دینی امور میں یہ چیز تیرے لیے مدد گار بن جائے گی۔ میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمایئے فرمایا زیادہ ہنسی سے بچے رہو' زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرہ کا نور ختم کر دیتا ہے میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمایئے۔ فرمایا ہر حال میں حق کہو خواہ وہ کڑوا ہی ہو میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمایئے فرمایا اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا' میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت فرمایئے لوگوں کے بارے میں وہ باتیں کہنے سے اپنے آپ کو روک لے جو تو جانتا ہے کہ وہ خود تجھ میں بھی ہیں)

چنانچہ ایک مومن تدبیر کی ناکامی پر ہمت ہارنے مایوسی کا شکار ہونے یا غلط اور ناجائز راہ لینے کی فکر کرنے کے بجائے ایمان بالقدر کے بل بوتے پر نئی ہمت اور نیا حوصلہ لے کر ابھرتا ہے اور پہلے سے زیادہ بہتر اور مضبوط تدبیر اختیار کر کے اللہ کے توکل پر نتائج کا امیدوار ہوتا ہے۔ جبکہ کافر کے لئے ایسے موقعہ پر خودکشی سوا نجات کی کوئی راہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خطاب فرما رہے تھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

یا ایھاالناس لیس من شئی قفربکم و الی الجنته ویبا عدکم من النار الا قد امرتکم ولیس شئی یقر بکم من النار ویباعدکم من الجنته الا قدر نھیتکم عنه وان روح الامین نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقھا الا فاتقوا اللہ واجملو فی الطلب ولا بحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوہ بمعاصی اللہ فانه لایدرک ماعند اللہ الا بطاعته" (شرح السنہ مشکوۃ)

(اے لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں جو تمہیں جنت سے قریب کرنے

Marfat.com

والی اور آگ دور کرنے والی جس کا حکم میں تمہیں نہیں دے چکا اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں آگ کے قریب لے جانے والی ہے اور جنت سے دور کرتی ہے جس سے تمہیں روک نہیں چکا اور روح الامین نے میرے دل میں یہ وحی کی ہے کہ کوئی شخص بھی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق دنیا میں پورا حاصل نہیں کرے گا' تو سنو! لہٰذا تم اللہ کے غضب سے بچو اور طلب رزق میں اچھا طریقہ اپناؤ اور رزق آنے میں تاخیر ہو جانا تمیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ یہ طلب رزق میں جائز ذرائع سے تجاوز کر کے اللہ کی نافرمانیوں کی راہ پر چل نکلو' اور یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ اللہ کے ہاں جو انعامات ہیں وہ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے بغیر حاصل نہیں کیے جا سکتے)

غور فرمایئے اس حدیث شریف نے کس طرح تدبیر کی لگام تقدیر کے ہاتھ میں دے کر اسے راہ راست کا پابند کر دیا اور غلط راہ پر جانے سے بچا لیا' اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ناجائز تدبیر غلط راہ پر چل کر اپنا ناجائز ہونا تو ثابت کر سکتی ہے ورنہ رزق کی تاخیر کو نہ تعجیل میں بدل سکتی ہے اور نہ اس کی کمی میں اضافہ لا سکتی ہے۔ درحقیقت تدبیر اگر سنور جائے تو جان لیجئے کہ سارا عمل ہی سنور گیا لیکن اصلاح تدبیر کے لئے جہاں تقدیر پر ایمان کا مضبوط ہونا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ حرص اور لالچ کو اعتدال میں رکھا جائے' کیونکہ حرص اور لالچ ہی تدبیر کو غلط راستے پر ڈالتے ہیں اور عمل کو بگاڑتے ہیں۔ اور اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایثار کا جذبہ پیدا کیا جائے کیونکہ جب انسان اپنے حق پر دوسرے بھائی کے حق کو ترجیح دے گا تو اپنا حق بچانے کی خاطر دوسرے بھائی کا حق ضائع کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ رشوت' غبن' بددیانتی' ملاوٹ' لوٹ مار' ذخیرہ اندوزی وغیرہ حصول رزق کے لئے تدبیر کے ایسے تمام ناجائز راستے بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین ثم امین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اصلاح معاشرہ

پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ

اسلامی معاشرہ خداپرستی کے ازلی اور ابدی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے کہ جہاں پر سیکولر اور لادینی نظریات کا کوئی گذر نہں اور جس کے افراد جسد واحد کے اعضاء کی طرح ہیئت اجتماعی کے مستقل اور باقاعدہ رکن بن کر کام کرتے ہیں کہ جب بھی جسم کے کسی حصے کو کوئی بھی شکایت لاحق ہو تو سارا جسم اس کی تکلیف کو یکساں طور پر محسوس کرتا ہے پھر اسلامی معاشرے کی مثال ایک کنبے اور خاندان کی سی ہے کہ جس کا ہر فرد آپس میں اسلامی اخوت اور بھائی چارے کے رشتے میں بندھا ہے کہ خاندان کا ہر رکن پورے کنبے کی امن و سلامی کا ضامن ہے اور یہ رشتہ خون کے رشتے سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

لیکن اس کے برخلاف اسلامی تصور معاشرت انسان کے روحانی اور جسمانی ہر طرح کے تقاضوں اور ضروریات کی تکمیل کا نام ہے کہ جس کے پس منظر میں خالق کائنات کی ہستی کارفرما ہے جو انسان کا خالق بھی ہے اور جس نے خود حضرت انسان کو **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** کے اعلان کے تحت اشرف المخلوقات بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ اس لئے وہی ممالک و خالق ہی خوب جانتا ہے کہ انسانوں کے لئے حسن معاشرت کا آئین کیا ہے اس لئے وہی ذات اقدار انسانی کی ترتیب و تجسیم کے لائق ہے اور اشرف المخلوقات کے لئے بہترین ضابطہ معاشرت کا نفاذ اسی کے ذمہ ہے چنانچہ اسلامی معاشرہ مندرجہ ذیل بنیادی عوامل پر معرض وجود میں آتا ہے۔

Marfat.com

1_ توحید:

معاشرہ کے ہر فرد کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر دم اس بات پر پختہ یقین رکھے کہ اس کائنات کا خالق و مالک رب اور معبود وہی ایک اللہ ہے جس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں جو سارے جہانوں کا مقتدر اعلیٰ اور مختار ہے۔ سارے اس کے دست نگر اور محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

2_ اتباع رسولؐ:

توحید کی اس لازوال قوت کے ساتھ جب تک محبت رسولؐ کی بنیاد پر اتباع رسول ﷺ کا مکمل اہتمام نہ ہوگا اس وقت تک معاشرتی اقدار کی تکمیل ناممکن ہوگی۔ اس لئے توحید باری تعالیٰ کے ساتھ اتباع رسول ﷺ بھی معاشرے کے افراد کے لئے لازمی ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا کہ "اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو جس کا اثر یہ ہوگا کہ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ (سوہ آل عمران 31)

3_ فکر آخرت:

توحید و رسالت کے بعد تیسرا سب سے بڑا معاشرتی عامل عقیدہ آخرت ہے جس کی وجہ سے جزاء و سزا پر کامل یقین ہر وقت انسان کو ہوشیار رکھتا ہے اور انسان محاسبے اور مسئولیت کے خوف سے ہر دم ڈرتا رہتا ہے اور جرم و گناہ یا شر و فساد کی جانب مائل ہونے نہیں پاتا۔ بلکہ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر برائیوں سے بچنا ہی اس کے لئے خیر و فلاح کا باعث ہوتا ہے۔

.اسلامی معاشرے کے مختلف درجات:

طبقاتی منافرت اور گروہی عصبیت کی بنیاد پر معاشرے کی تقسیم کرکے جنگ و

Marfat.com

جدل اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کی بجائے اسلام نے حفظ مراتب' دوسروں کے لئے نفع بخش قوتوں' انفرادی صلاحیتوں اور الاقرب فالاقرب کے فطری معیار پر معاشرے کے لئے مختلف درجات متعین فرمائے ہیں کہ جس کی بنا پر ہر فرد دوسرے کے لئے کار آمد کار آفریں اور منفعت کیش بن کر اس کا مددگار معاون اور رفیق کار ہوتا ہے اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیتا ہے جس کی وجہ سے حسن معاشرت کے ساتھ اجتماعی عدل و انصاف کا قیام بھی عمل میں آتا ہے۔

"اللہ کی بندگی اور اس کی توحید کے بیان کے بعد ہر کسی سے بھلائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے تحت معاشرے کے درجات اس طرح ہیں۔

1_ والدین 2_ رشتہ دار 3_ الاقرب بالاقرب کے ضابطے پر جو جتنا قریب ہے 3_ یتیم 4_ مسکین 5_ قریب کے ہمسائے 6_ دور کے ہمسائے 7_ ہم مجلس افراد (دوست احباب) 8_ راہ گیر (مسافر) 9_ نوکر چاکر (لونڈی' غلام)

اسی طرح معاشرے کے تمام افراد ادنیٰ سے اعلیٰ تک حسن سلوک اور حسن معاشرت کے اس حکم میں برابر کے شریک ہیں اور کوئی بھی بھلائی کے حصول سے مستثنیٰ نہیں۔ اسی وجہ سے ان سب درجات میں باہمی رواداری' صلہ رحمی' حقوق کی ادائیگی اور معاشرتی عدل کا ایک کلیہ حسن سلوک کو قرار دے کر فرمایا کہ "جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی بندوں کے ساتھ احسان کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ (سورہ القصص 77)

دین خیرخواہی ہی کا نام ہے:

نیز اس حسن عمل اور احسان کاری کی بنیاد تعاون' علی البر و التقوی پر رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی خیرخواہی اور فلاح جوئی کو اصل دین قرار دیا۔ تاکہ اس طریقہ سے انسانوں پر دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی' غم خواری اور خیرطلبی کی اہمیت کھل کر واضح ہو جائے اس لئے فرمایا کہ "دین تو بس خیرخواہی کا نام ہے۔ (صحیح مسلم) اسی

Marfat.com

طرح نصیحت کا لفظ معاشرتی خیر و فلاح کا ایک ایسا سرچشمہ ہے کہ جس سے لاتعداد بھلائیاں اور خیرخواہیاں جنم لیتی ہیں اور شر و فساد اور برائیوں کے سوتے ہمیشہ کے لئے بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ "اللہ پر ایمان لانے کے بعد سب سے بڑا دانشمندانہ کام لوگوں کی دلداری کرنا ہے"۔

اپنی حیات پاک میں حضور اکرم ﷺ نے خیر و فلاح اور دلداری کا عملی مظاہرہ فرمایا ہے اس کی مثال نہیں ملتی یہاں تک کہ ایک روز بیت اللہ کی دہلیز پکڑ کر فرمایا کہ اے بیت اللہ تو مجھے بڑا محبوب ہے اس لئے کہ تو اللہ کا گھر ہے لیکن یاد رکھ تجھ سے کہیں زیادہ عزیز مجھے وہ دل ہے جس میں ایمان بستا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

(گلستان)

معاشرے میں دلداری کی اسی عظیم قوت کو پیدا کرنے اور اسے رواج دینے کے لئے سرور کائنات ﷺ نے چار باتوں کی تلقین فرمائی تاکہ معاشرہ محبت و اخوت کا گہوارہ بن جائے اور اس کا ہر فرد مالک سے جنت الفردوس کی صورت میں انعامات کا طالب ہو۔

حسن معاشرت کے لئے نو باتوں کی تلقین:

حسن معاشرت اور باہمی خیر و فلاح کے اسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر رب تعالیٰ نے نو باتوں پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد نبویؐ ہے:

"میرے رب نے مجھے نو باتوں کی تاکید فرمائی یہ کہ میں چھپ کر اور کھلے بندوں ہر حال میں اخلاص سے کام لوں، راضی ہونے اور غصہ میں ہونے کی دونوں حالتوں میں عدل و انصاف سے کام لوں'

Marfat.com

امیری اور فقیری دونوں میں میانہ روی اور اعتدال کو اپناؤں جس نے مجھ سے زیادتی کی ہو اس سے درگزر کروں جو مجھ سے چھینے میں اس کو عطا کروں جو مجھ سے رشتہ توڑے میں اس سے جوڑوں اور یہ کہ میری خاموشی غور و فکر کے لئے ہو میرا بولنا اللہ کے ذکر کے لئے ہو اور میرا دیکھنا حصول عبرت کی خاطر۔

حسن معاشرت کے اسی عملی نمونہ کا اثر تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں جیسی اکھڑ قوم کو جن کے بارے میں زباں زدعام یہ حقیقت تھی کہ الاعراب اشد کفرا کہ عرب اپنے کفر میں سب سے زیادہ سخت ہیں اس طرح نرم اور رحیم بنا دیا کہ تقوی راست بازی' خدا پرستی' انسان دوستی اور شفقت و محبت پر مبنی تمام تر فضائل اخلاق ان کے اندر پیدا ہو گئے۔

ان فضائل اخلاق کو عملی زندگی میں اختیار کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مہذب اور بدوی قوم کے افراد نے ایک ایسا تہذیب یافتہ پرامن اور متوازن نظام معاشرت دنیا والوں کو قائم کرکے دکھا دیا جو حقیقت میں امن و عافیت اور سکون و اطمینان کا اولین مرکز تھا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ زیورات سے لدی ایک نوجوان عورت تن تنہا حضرموت سے یمن تک سفر کرتی ہے اور کوئی برے ارادے سے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا بھی نہیں ہوتا۔

عربوں کی کلیا پلٹ دی:

اس طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی کلیا پلٹ دی اور ایک اکھڑ اور جاہل قوم کو اپنے حسن تدبر سے ایسا تہذیب یافتہ اور عالم بنا دیا کہ جس کی مثال نہیں جاہلیت کی گود میں پلنے والے وہ افراد جو انسانوں کو فقر و فنا کے ظاہری مادی پیمانوں سے ماپتے تھے جن کے ہاں غلام اور آزاد تنگدست اور تونگر کالے اور گورے عربی اور عجمی کی ایسی تفریقات رائج تھیں کہ کوئی گھٹیا درجے کا انسان کسی اعلیٰ پایہ کے

Marfat.com

رئیس کے ہم پلہ اس کے پہلو میں بیٹھنے کی بھی جسارت نہیں کر سکتا تھا اور جن کے ہاں شرافتوں اور عزتوں کا انحصار مادی عناصر پر تھا۔ اسوہ رسولؐ پر عمل پیرا ہو کر وہ آپس میں شیر و شکر ہوگئے ان کی عداوتیں محبتوں میں بدل گئیں اور اب ان کے ہاں شرافت، کرامت اور عزت کا معیار تقویٰ اور خدا کے خوف پر مبنی ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندگی میں ہر قدم پھونک کر رکھنے لگے۔

مضبوط اور منظم گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں:

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اصلاح معاشرہ اجتماعی زندگی میں انسانوں کو وہ استقلال اور استحکام عطا کرتی ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ایک مضبوط اور منظم ہیئت اجتماعی کا قیام عمل میں آتا ہے کہ جس کا ہر حصہ اور ہر جز آپس میں اس طرح مربوط اور منسلک ہوتا ہے جیسے ایک دیوار کے واڑھے آپس میں ملے ہوتے ہیں ارشاد فرمایا کہ "ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک ایسی دیوار کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو باندھتا ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے انہیں ایک دوسرے میں ڈال کر جالی بنائی (اور بتایا کہ مسلمان جالی کی تاروں کی طرح آپس میں پیوستہ ہوتے ہیں)

اس پر بس نہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی حکمت عملی کے اس قدر گہرے اور دوررس نتائج رونما ہوتے ہیں کہ نہ صرف معاشرے سے طبقاتی منافرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ ہر فرد شریعت و قانون کی پابندی، اپنے گھروں کے بند کمروں میں اور تاریک رات کی تنہائیوں میں اس طرح کرنے لگتا ہے کہ کسی قانون نافذ کرنے والے ادارے کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ اس کا اپنا ضمیر اس کے لئے محافظ اور پولیس مین کا کردار ادا کرتا ہے۔

صلاح و فلاح کا اسلامی تصور:

Marfat.com

قرآن کے نزدیک صالح وہ ہے جو صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا عملی ثبوت دے یعنی وہ خود اللہ کا ہو کر رہے اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے خود اسی کی پسندیدہ روش پر چلے اور دنیا والوں کو بھی اسی کی طرف آنے کی دعوت دے اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف لانے میں مؤثر ہو اور وہ خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی حال میں بھی نہ شرمائے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے تھے۔ نیز جس کی نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود اس پر عامل بھی ہو۔

اصلاح اور افساد کے دو متضاد نظریات:

قرآن کے نزدیک صالح معاشرہ کے امن پسند اور امن آفریں شہری کو جو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر سچا ایمان رکھتا ہے اور ہر زاویہ عمل میں توکل علی اللہ سے کام لیتا ہے مومن کہتے ہیں۔ اس کا ضمیر روشن ہوتا ہے اور وہ حق و باطل کی ملاوٹ اور ہدایت و ضلالت میں مفاہمت کا قائل نہیں ہوتا جس پر اسے رب تعالیٰ کی جانب سے ایمان کا صلہ امن ہی کی صورت میں ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ: "وہ ایمان والے جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا انہی کے لئے حقیقی امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔

امن و سلامی کے ضامن:

چنانچہ حقیقی معنوں میں معاشرے کی صلاح و فلاح اور امن و سلامتی کے ضامن یہی لوگ ہیں جو اصلاح احوال کے لئے کوشاں ہیں اور جن کے سہارے معاشرہ قائم ہے۔

اس کے برخلاف وہ لوگ جو شر و فساد برپا کرنے کے درپے ہیں اور اصلاح کی

Marfat.com

بجائے افساد کے خواہاں ہیں وہ قرآن کے نزدیک مفسد اور منافق کہلاتے ہیں۔ ان کا طرز عمل یہ ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ **انما نحن مصلحون** کہ ہم تو اصلاح چاہنے والوں میں ہیں (البقرہ 11) جب کہ قرآن ان کے جواب میں تاکیداً" اعلان کرتا ہے کہ **الا انهم هم المفسدون** کہ ہرگز نہیں بلکہ مفسد یہی لوگ ہیں۔ (البقرہ 12)

محسن انسانیت کی حکمت اصلاح:

صرف محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جانب سے عطا کردہ بے مثال حکمت اصلاح ہی کارگر ہوسکتی ہے کہ جس کے بارے میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ حکمت عملی صحیح معنوں میں انسانوں کو انسانیت سکھانے کے کام آتی ہے اور انسان نما حیوانوں اور چوپایوں کو جن کے بارے میں قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ **اولئک کالانعام بل هم اضل** وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ وہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ صحیح معنوں میں انسان بناتی ہے۔ (اعراف 179)

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جب تک دنیا میں آپ کی حکمت اصلاح پر عمل ہوتا رہا دنیا والوں نے اس کے کرشمے دیکھے اور ایسا امن و امان قائم ہوا کہ جس کی نظیر نہ پہلے کبھی دیکھنے میں آئی اور نہ ہی ان کی تعلیمات کو چھوڑنے کے بعد دیکھی جاسکی۔

حکمت اصلاح کی روح:

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اصلاح کی روح یہ ہے کہ دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کے حساب و کتاب کی فکر پیدا کی جائے کہ جس کے بغیر کوئی قانون اور کوئی ضابطہ بھی انسان کو جرائم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آج کی دنیا میں حکومتوں کے ارباب اختیار انسداد جرائم کے لئے نت نیا قانون بناتے ہیں اور نئے نئے انتظامات سوچتے ہیں مگر اس روح انتظام یعنی خوف خدا کی طرف کوئی نہیں آتا جو

Marfat.com

کہ تمام معاشرتی بیماریوں کا مکمل علاج ہے۔

صلاح و فلاح کی آخری امید:

الغرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اصلاح کا تقاضا یہ ہے کہ مومن اسلامی معاشرے کا فرد کام اور مصلح ہونے کی حیثیت سے اپنے طرز عمل سے کائنات انسانی کو ایسی اثر انگیز فضا مہیا کرے کہ جس کے تحت یہ دنیا الفتوں اور محبتوں کا گہوارہ بن جائے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اخوت و بھائی چارہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

ضیاء الرحمن علوی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت طیبہ یا حیات طیبہ کے کسی بھی گوشے کو ضبط تحریر کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ جو مسلمان بھی سیرت پاک کے کسی حصہ کو تحریر کرتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اس نظریہ سے کہ وہ بھی سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ غلامان مصطفیٰ میں شامل ہو جائے عاجز بھی اسی نظریہ سے اس فہرست میں شامل ہونا باعث سعادت سمجھتا ہے۔

محسن کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر علمائے کرام، مشائخ عظام، محققین، دانشور حضرات آج کی سیرت کانفرنس میں اپنے علمی اور تحقیقی مقالہ جات پیش کریں گے۔ میرے مقالہ کا عنوان ہے۔ "اخوت و بھائی چارہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں"

اخوت و بھائی چارہ کے ضمن میں جو اصول اور نظریات پیغمبر اسلام نے بیان کیے ہیں ان کی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ رحمت کائنات کو جب رب کائنات نے اس دنیا میں مبعوث کیا تو اس وقت عربوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ قافلہ انسانی جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہا تھا۔ کمزوروں سے مشقت لی جاتی عورتوں اور غلاموں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا کون سی ایسی برائی تھی جو ان میں موجود تھی۔

اس پر فتن دور میں سرور کائنات کو رب العالمین نے اس دنیا میں مبعوث

Marfat.com

فرمایا۔ آپ نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ کمزوروں، مظلوموں، بے کس بے سہارا کی مدد کرنا شروع کی۔

رحمت عالم کی ذات اقدس کے دل میں مخلوق خدا کا درد تھا صلح و آشتی کی تڑپ تھی اس لئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا جس پر تمہاری تکلیف گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کو بہت چاہنے والے ہیں خصوصا" ایمانداروں کے ساتھ بہت مہربان ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حسن اخلاق نے دشمنی کو دوستی میں بدل دیا۔ آپ نے فرمایا تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ بھائی چارہ کی فضا کو قائم کیا۔ آپ نے عفو درگزر، صبر، رواداری، نیکی، باہمی تعاون کی فضا کو قائم کیا۔ روسا مکہ جن میں سال ہا سال سے جو دشمنیاں قائم تھیں کو ختم کرایا۔ ان کی نفرتوں کدورتوں کو پیار محبت میں بدل دیا۔ ایسا اسلامی معاشرہ قائم کیا جس سے ظلمتوں کے نشان کو مٹا دیا گیا۔ راہگیروں کو لوٹنے والے راہگیروں کے مدد گار بن گئے۔ جو لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اب وہ اس فعل قبیح سے ہٹ گئے۔ غلاموں، بیواؤں، عورتوں پر ظلم و ستم کرنے والے اب انکی دستگیری کرنے والے بن گئے۔ کیونکہ آپ کے اخلاق حسنہ میں نہ تو غرور تھا۔ نہ چال ڈھال میں اکڑ پن نہ ہی رہن سہن میں بناوٹ تھی۔ نہ آپ کا لباس شاہانہ تھا۔ نہ محلات میں قیام نہ ہی کھانے پینے میں تصنع تھا۔ آپ کی زندگی بالکل سادہ تھی۔

اخوت و بھائی چارہ کے بارہ میں احکام خداوندی ہے کہ :

> بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر رحم ہو۔ (سورہ حجرات)

اللہ تبارک تعالیٰ کے ارشاد کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان چاہے یورپ میں ہو یا امریکہ میں یا افریقہ میں سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

Marfat.com

اس سے پہلے آیت میں ارشاد ہے کہ اگر مسلمان کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دیا کرو' بھائی چارہ مسلمان کے لئے اتنا اہم ہے کہ اللہ رب للعالمین فرماتے ہیں کہ بھائی چارہ میں رخنہ اندازی ہو جائے اور مسلمانوں کی دو جماعتیں یا افراد آپس میں لڑ پڑیں تو دوسرے مسلمان کو پوری پوری کوشش کرنی چاہیے کہ ان کے آپس کے اختلافات ختم / رفع ہو جائیں۔ جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو ان کو یونہی ان کے حال پر مت چھوڑوں بلکہ اصلاح کی پوری پوری کوشش کرو اور اس کوشش میں خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی فریق کی طرف داری یا انتقامی جذبہ سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے

> اے ایمان والوں بہت سی بدگمانیوں سے بچا کرو کیونکہ بعض اوقات بدگمانی گناہ ہوتی ہے۔ اور نہ کسی کے عیب کا سراغ لگایا کرو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے۔ کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم ضرور برا سمجھتے ہو۔ تو پھر سمجھ لو کہ کسی بھائی کی غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے اللہ سے ڈرتے رہو اور غیبت چھوڑو اور توبہ کرو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

پروردگار عالم کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں میں رخنہ اندازی ڈالنے کا ایک ذریعہ غیبت ہے۔ اس سے مسلمانوں کے گروہوں یا افراد میں بددلی پیدا ہوتی ہے جس وجہ سے آپس میں اخوت کی فضا کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس آیت میں تین چیزیں بیان کی گئی ہیں جس سے مسلمانوں کے باہم حقوق اور بھائی چارہ آداب معاشرت کے احکام ہیں۔

۱) پہلی چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ "ظن" ہے۔ جس کے معنی گمان غالب

Marfat.com

کے ہیں اس بارے میں ہے کہ بہت سے گمانوں سے بچا کرو اور وجہ یہ بتائی کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ گمان بھی ہے کہ ہر گمان گناہ نہیں۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس جگہ "ظن اور گمان سے مراد تہمت ہے یعنی کسی شخص پر بھی بغیر کسی قوی دلیل کے کوئی الزام یا عیب لگانا گناہ اور حرام ہے۔

2) دوسری تجسس یعنی کسی پوشیدہ عیب کا سراغ لگانا اس سے بھائی چارہ کی فضا کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی کے عیب تلاش کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ۔

"تم زمین پر رہنے والوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے عیبوں کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

3) تیسری چیز غیبت کرنا یعنی کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سنتا تو اس کو ناگوار ہوتی۔ اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ اسلامی اخوت اور بھائی چارہ کو غیبت سے جتنا نقصان پہنچتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مسلمان کی غیبت نہ کرو اور عیوب کی جستجو نہ کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیبوں کو تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرتا ہے اور جس کے عیبوں کو اللہ تعالیٰ تلاش کرے تو اس کو گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتا ہے۔

اخوت اور بھائی چارہ کی فضا کو قائم رکھنے کے لئے جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ان میں ایک یہ بھی جس کے بارہ میں ارشاد ربانی ہے۔ کہ:

> ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو اس لئے یہ عادت بھی بھائی چارہ کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن کا حق دوسرے مومن پر یہ ہے کہ اس کو ایسے ناموں یا القاب سے یاد کرے جو اس کو زیادہ پسند ہوں۔ اسی لے حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو خاص خاص لقب دیئے مثلاً" صدیق اکبر کو "عتیق" حضرت عمر کو "فاروق" حضرت حمزہ کو "اسد اللہ" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب سے بڑا "قاضی" حضرت خالد ابن ولید کو "سیف اللہ" اور اسلام کے دوسرے جرنیل حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو "امین الامت" قرار دیا۔

ایک حدیث میں حضور نے فرمایا کہ تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک تم ایمان والے نہ بن جاؤ اور ایمان والے اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک آپس میں پیار و محبت کا مظاہرہ نہ کرو۔ اور میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جس کے کرنے سے تمہارے اندر آپس میں پیار و محبت پیدا ہو جائے وہ عمل یہ ہے کہ "مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا معمول بنائیں۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے۔" اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے دوسرے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ آدمی خود غرضی سے پاک ہو اس کے دل میں اپنے دوسرے بھائی کے لئے خیر خواہی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں منقول ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ " تو اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک تیرا بھائی تیرے ہاتھ سے منہ سے زبان سے محفوظ نہ ہو۔

اخوت اور بھائی چارہ کا جو عملی نمونہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نے پیش کیا اس کی مثال دنیا بھر میں نہ ملے گی۔ مواخات مدینہ۔

جب مکہ کے قریش نے آپ اور آپ کے ساتھوں پر مکہ میں عرصہ حیات کو

Marfat.com

تنگ کر دیا تو اس وقت آپ اپنے ساتھوں کے ساتھ مدینہ منور تشریف لے گئے تو مہاجرین کے مسائل حل کرنے کے گئے آپ نے مواخات مدینہ کا اعلان فرمایا۔ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے انصار مدینہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ انصاری صحابہ نے مہاجرین صحابہ کرام کو اپنے کاروبار جائیداد گھر غرضیکہ ہر چیز میں نصف کا شریک بنا لیا۔ انصاری صحابہ نے وہ اخوت و بھائی چارہ کی فضا قائم کی جس کی مثال رہتی دینا میں کوئی نہیں دے سکتا۔ اس نظام نے دین کی بنیاد پر محبت کا دریا بہا دیا۔ جس سے اسلامی حکومت' ریاست میں ثقافتی رشتے بہت مضبوط ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت و بھائی چارہ کی جو فضا قائم کی اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

آخری وقت میں بھی ایک دوسرے کی خاطر جان دینے کا جذبہ حضرت ابو جہم بن حذیفہ کہتے ہیں کہ "یرموک" کی لڑائی میں اپنے چچا زاد کی تلاش میں نکلا وہ لڑائی مں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاوں اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی کا عالم تھا میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں انہوں نے اشارہ سے کہا ہاں اتنے میں دوسرے صاحب نے نے جو قریب ہی پڑے ہوئے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے "آہ کی" میرے چچا زاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے انکے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام بن ابی العاصؓ تھے ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے انہوں نے "آہ کی" ہشام مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں انکے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ ہشام کے پاس واپس پہنچا تو انکا بھی دم نکل چکا تھا۔ انکے پاس سے اپنے بھائی کے پاس واپس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو اسلامی اخوت بھائی چارہ کی جو تربیت دی تھی اسکا عملی نمونہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ایثار

Marfat.com

قربانی بھائی چارہ کی انتہا تھی کہ اپنا بھائی دم توڑ رہا ہے اور پیاسا ہو۔ ایسی حالت میں دوسرے کی طرف توجہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے یہ انتہائی ہمدردی اور محبت واخوت کا جذبہ تھا جو انکے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

ہم ایک دوسرے کے جان و مال عزت و آبرو کے درپے ہو چکے ہیں۔ جس سے یہ دینا انسانوں کے لئے جہنم کدہ بن چکی ہے۔ آیئے آج ہم سب مل کر اس بات کا عہد کریں کہ ہم بھی اسلامی اخوت' باہمی محبت' رواداری' اور بھائی چارہ کی فضا کو قائم کرنے میں کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اصلاحِ معاشرہ

قاضی محمد زمان خان عباسی

معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے اس لئے اجتماعی اصلاح کا دارومدار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً فرد کی اصلاح و تربیت کو پیش نظر رکھا اور انہیں مصلح بنانے سے قبل صالح بنانا انتہائی ضروری سمجھا تاکہ ان کی اصلاح موثر و پائیدار بن سکے۔
اصلاح فرد کے لئے تین چیزوں کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

1۔ اخلاقی تربیت 2۔ نظام تعلیم کی اصلاح 3۔ خوف خدا اور فکر آخرت کا احساس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو مقاصد تھے۔ 1۔ تعلیم 2۔ تربیت۔
تعلیم کے ذریعے علم کی نشر و اشاعت ہوتی ہے اور تربیت کے ذریعے اخلاق درست ہوتے ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو کوئی قوم دنیا میں باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا جس بدامنی اور بے چینی کا جہنم بنی ہوئی تھی وہ فرشتوں کی جنت بن گئی اور یہ برکت تھی کہ آپؐ نے پیش کردہ اس خود احتسابی قانون (خوف خدا اور عقیدہ آخرت کی) جو آپؐ نے معاشرے کے رگ و پے میں پیوست کردیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کے اعمال و افکار پر رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی پہرے بٹھا سکتی ہے۔ آج اصلاح معاشرہ اس امر کا متقاضی ہے ہ انسانوں کے

Marfat.com

اندر خشیت ایزدی اور فکر آخرت پیدا کی جائے۔ جبکہ اس کے قلب و دماغ میں اخروی جزا اور سزا کا عقیدہ رچایا نہ جائے گا۔ جب تک ان کے دل میں مرنے اور اس کے بعد کے حالات سے خوف نہ ڈالا گیا تب تک اصلاح معاشرہ کی توقع ممکن نہ ہے۔

آپؐ کی سیرت پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں آپ کی دو شانوں کا علم ہوتا ہے ایک پیغمبرانہ' دوسری حاکمانہ۔ آپؐ کی شان پیغمبرانہ نیکی و اصلاح کو عام کرنے کی کی متقاضی تھی اور حاکمانہ شان نیکی و صلاح کی حفاظت اور ظلم و بدی کے خاتمہ کی متقاضی تھی۔ انہی کی وجہ سے دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک صالح معاشرہ کے قیام کے لئے ان دونوں حیثیتوں کا اجتماع ضروری ہے حاکمانہ قوت و اقتدار اگر نیکی و صلاح سے محروم اور اخلاقی اقدار سے تہی دامن ہو تو وہ فرعونیت اور غرویت کا دروازہ کھولتا ہے اور جو نیکی قوت و شوکت کی سرپرستی سے محروم ہو تو وہ صدا بصحرا اور نقش پر آب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

محسن انسانیت نے اصلاحی انقلاب محض طاقت و قوت کے بل بوتے پر نہیں لایا بلکہ معاشرہ میں محبت و خیرخواہی کا جذبہ اس کے ساتھ موجود تھا اور اس معاشرہ کی اصلاح میں دعوت اور تعلیم و تربیت کا عنصر انتہائی غالب تھا۔ جس نے انسان کے اندر کو بدل کر رکھا دیا تھا۔ موجودہ دور میں جب کہ امت احکام شرعیہ سے تغافل اور تساہل برت رہی ہے۔ ضروری ہے کہ ایک صالح قیادت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جو ہر شعبہ زندگی میں رائج غلط رسم و رواج' بے حیائی' قتل و غارت' فحاشی اور بدعات کا قلع قمع کرے اور انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی بجائے ربانی و الہامی قوانین کا نفاذ جس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ نماز قائم کریں اور زکواۃ ادا کریں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں"۔

آج معاشرہ بدامنی اور بے چینی کے دور سے گزر رہا ہے۔ قتل و غارت گری'

Marfat.com

چوری' شراب نوشی و قمار بازی کا بازار گرم ہے۔ احکام شرعیہ پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ان سے تنفر بڑھتا جا رہا ہے' اسلام کو بحیثیت نظام زندگی غالب کرنا انتہائی ضروری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب محسن انسانیت نے اصلاح و تبلیغ کا کام شروع کیا تو پورا معاشرہ آپؐ کے اخلاق و اوصاف اور امانت و صداقت سے متاثر تھا۔ اوصاف انہیں سوچنے پر مجبور کرتے تھے کہ ایسا شخص جو ان میں پیدا ہوا' ان میں انہوں نے بچپن' لڑکپن اور جوانی گزاری کہ کسی نے بھی آپؐ پر انگشت نمائی نہ کی۔ انہی اوصاف حمیدہ اور پاکیزہ سیرت و کردار کی بدولت اہل عرب کے دلوں کو مسخر کرکے انہیں اپنے رنگ الہٰی میں رنگ دیا اور اس طرح انہیں ایک عظیم و بے مثال قوم بنا دیا۔ جس پر پورے معاشرہ میں سکون و چین ہوگیا۔

آج ہمارے معاشرہ میں اصلاحی کوششوں کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ گفتار کے غازی تو ضرور ہیں مگر کردار کے نہیں۔ دوسری بنیادی چیز اصلاح معاشرہ میں یہ ہے کہ کوئی چیز اس کے ارادے کو متزلزل نہ کرسکے اپنے نصب العین میں ایسا مستقل مزاج اور مضبوط دل ثابت ہو کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر ڈٹا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کافروں نے آپؐ کو قسم قسم کی اذیتیں دیں۔ راستوں میں کانٹے بچھائے۔ بائیکاٹ کیا' ساتھیوں کو آگ پر لٹایا' تپتی ریت پر گھسیٹا گیا مگر ہر حال میں آپؐ ثابت قدم رہے۔ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے۔ خلوص و ایمان کی بے پناہ قوت کے ساتھ آپؐ نے قدیم روایات کو' فاسد عقیدوں کو باطل قرار دیتے ہوئے گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں پیغام حق سنایا۔ شروع شروع میں آپؐ کا مذاق اڑایا گیا' تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ مگر کوئی چیز بھی آپؐ کے پائے استقلال میں لغزش نہ کرسکی۔ لیکن آپؐ کی زبان مبارک پر ایسی مٹھاس اور مشن میں ایسا عزم و استقلال تھا کہ بالآخر اس قوم کو آپؐ کے سامنے جھکنا پڑا۔

آپؐ نے بھی فہم و فراست اور حکمت و دانش مندی کے ساتھ اپنے مشن کو

Marfat.com

جاری و ساری رکھا۔ کبھی انفرادی طور پر دعوت حق دی۔ کبھی اجتماعی طور پر کبھی خاموشی سے تبلیغ کی اور کبھی اعلانیہ مذاکرہ اور تقریر و واعظ الغرض ہر ممکن طریقے سے معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا۔ بیرونی قبائل کو دعوت حق دی۔ اس طرح اسلامی ریاست چاروں طرف پھیل گئی۔

آپؐ کی اعلیٰ ظرفی بھی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔ دشمنوں کے بدترین سلوک پر آپؐ کی زبان مبارک سے دعائے خیر ہی نکلتی تھی۔ مخالفین ایک طرف تو آپؐ کا سرقلم کرنے کے لئے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں مگر دوسری طرف آپؐ کی اعلیٰ ظرفی یہ تھی کہ ان کی امانتوں کے بارے میں حضرت علیؓ کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ وہ مکہ چھوڑنے سے قبل قریش مکہ کی یہ امانتیں ان کے حوالے کرکے مدینے چلے آئیں۔ قوت و اقتدار کا جب غلبہ ہوتا ہے تو آپؐ اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے عام معافی کا اعلان فرما دیتے ہیں۔

محسن انسانیت نے جو فتح مکہ میں تمام کافروں کو عام معافی کا اعلان کر دیا تھا اس کی مثال تاقیامت کسی بھی دور میں نہیں ملتی۔ معاشرے میں خودغرض انسانی کی نہ بات خودغرضی انسانی کی نہبات سنی جاتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کوئی چلتا ہے۔ آپؐ کو بھی کوئی لالچ دولت' سرداری اور بادشاہی اپنے مشن سے نہ ہٹا سکی۔ آپؐ کی یہ ساری جدوجہد کسی دنیوی ترقی اور ذاتی مفاد کی خاطر نہ تھی۔ بلکہ خالص خدا کے لئے تھی۔ اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا:

> "بخدا اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں کہ میں اس کام سے باز آ جاؤں تو میں کبھی نہیں باز آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میری جان جاتی رہے"۔

اگر میں قرآن کریم کی آیات مسلسل سناتا جاؤں۔ سیرت النبیؐ سے کردار کی تصوریں پیش کرتا جاؤں اور تاریخ کے اوراق سے سرفروشان اسلام اور شمع رسالت

Marfat.com

کے پروانوں کی داستانیں سناتا جاؤں تو یقیناً" یہ کام معاشرہ کے لئے صحت مندانہ رجحان رکھتا ہے۔

جب تک ہم مسلمان احکام شرعیہ سے معاشرہ کی اصلاح نہیں کریں گے۔ تب تک یہ تغیر و انقلاب برپا نہیں ہوگا۔ سب سے پہلا قدم اپنی ذات پر اس کا نفاذ لازم ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم اپنے اندر انقلاب نہیں لائیں گے ہماری دعوت انقلاب پر کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت و توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اپنے معاشرہ کی اصلاح کر سکیں۔ جس میں دنیا کے تمام مسائل کا علاج اور کائنات کے مسائل کا حل موجود ہے۔

Marfat.com

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
5	3	ہبر	ہر
5	4 (نیچے سے)	مناجاث	مناجات
5	آخری سطر	رندگیاں	زندگیاں
9	10	اسوہ حسنہ	اسوۃ حسنۃ
12	8	السموات	السمٰوٰت
12	10	السموت	السمٰوٰت
13	8 (نیچے سے)	ھوا امام	ھو امام
13	6 (نیچے سے)	فانہ	فان
16	1	بسہ	بسم
24	8	محنہ، خدمہ	محنۃ، خدمۃ
31	5 (نیچے سے)	رومانی	روحانی
32	14	نحن قسمنا معیشتہم	نحن قسمنا بینہم معیشتہم
32	20	قریہ	قریۃ
34	12	غدی	غذی
35	8	فہم	فہو
35	16	اعطو	اعطوا
36	10	البقرہ :26	البقرہ :36
37	4	توخذ من اغنیاء ہم فترد فی فقرا ئہم	توخذ من اغنیا ئہم فترد فی فقرا ئہم
45	17	اسلم	استر
63	5	لایامن	لایومن
63	آخری سطر	صوفے	صونے
64	3	جہاں	جہاد
65	15	نعیفغ	ضعیفی
72	9	ـلبت	ـیبت
92	22	اوا عالی آخواہ	اقرء الی آخرہ
95	15	حضرت ام سلمہ سے	حضرت ام سلمہ سے پھر حضرت

Marfat.com

		پھر حضرت جویریہ سے	زینب بنت جحش سے پھر حضرت جویریہ سے
95	6	ازدواج	ازواج
96	15	حضور ﷺ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم
97	12	حجرہ	برہ
97	8	جوہ	برہ
97	10	جوہیہ	جویریہ
101	1,2	قل یا اھل الکتاب الی کلمتہ سواء بیتنا و بینک	قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم
101	8	اذا	اذ
101	10	والحکمہ	والحکمۃ
102	17,18	انما انا قاسم واںلہ یعطی	انما انا قاسم واللہ یعطی
105	20	فتنہ او یجھم	فتنۃ او یصیبھم
105	آخری سطر	میں	من
106	پہلی سطر	کانو	کانوا
111	10 (نیچے سے)	لجعلنھن	لیجعلنھن
111	11 (نیچے سے)	انشا نھن	انشانٰھن
128	19	لک	لکی
128	19	رب عاریہ	رب کاسیۃ عاریۃ
128	19	یلبسین	یلبسن
131	8 (نیچے سے)	پیوست	یپوست
133	2	کلمہ	کلمۃ
135	2 (نیچے سے)	امہ	امۃ
136	2 (نیچے سے)	الل ے ہ	اللہ
137	10	زیست	پست
138	7 (نیچے سے)	لتعارفو	لتعارفوا
139	9	قبلسانہ	فبلسانہ
141	10	الولدان	الوالدان
144	10	العین	الحدیث
144	10 (نیچے سے)	ح ح	رح

Marfat.com

150	8 (نیچے سے)	الفهار	النهار
153	8	انلاخلاق	الاخلاق
153	12	والحکمه	والحکمة
155	3	البشر	البر
155	7	خصاصه	خصاصة
155	21	الجسم	الجسد
155	21	قداعی	تداعی
155	22	جسیده	جسده
156	19	لایطمه	لایظلمه
157	12	وعبده	وعبدوا
157	12	شیاء	شیئا
158	7	لاحد خلل الجنة	لایدخل الجنة
158	8	جائح	جائع
159	5	فلاتین	فلایتناجا
159	5	تخنتوا	تختلتوا
159	13	امه	امة
159	19	امه	امة
162	3	فغیره	فلیغیره
162	3	سیتطع	یستطع
162	5	وان لم فلیغیره بیده یستطع	وان لم یستطع
164	2	خیرا منهم	خیرا منهم
167	13	واحکمه	والحکمة
169	8,9	زوالا یحر منکم	ولا یجر منکم
169	10	المائده 2:5	المائده 8:5
170	2 (نیچے سے)	امنو	امنوا
175	7	الایماجهم	الاعاجم
175	11	المقطع	المقطع
175	13	یانه	بانه
176	17	وجعلها	وحملها
177	3	فاخبرتة	فاخبرنه

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com